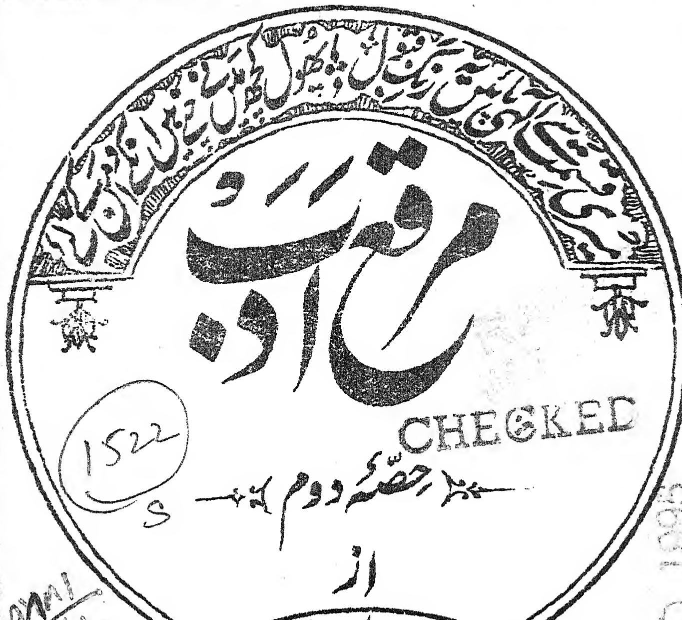


مرقع ادب

حصہ دوم

از

جناب صفدؔ مرزاپوری

جسمیں اُن نایاب خطوط کا مجموعہ ہے جنہیں مُلک کے نامور ادیب اور سربرآوردہ حضرات نے ایک دوسرے کے نام لکھا ہے۔ اسمیں کا حرف حرف سند ہے ہر ہر فقرہ موتی کی لڑی ہے۔ زبان اُردو سیکھنے کے لئیے موجودہ زبان اُردو کا بہترین مرقع ہے۔ ادبی خوبیوں کے علاوہ بہت سے نامور اور باکمال شعراء اور مشاہیر کے سوانح زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے اور ایک دوربین نظر کے لئے مکتوب و مکتوب الیہ حضرات کا خاصہ تذکرہ ہے۔ اکثر خطوط میں شاعرانہ نکات و حقائق پر بحث کی گئی ہے کہیں شاعرانہ نوک جھونک ہے کہیں معاصرانہ چھیڑ چھاڑ۔ کہیں لطیف ظرافت آمیز چٹکلے۔

قیمت دو روپیہ (عہ)

ملنے کا پتہ: صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



عالیجناب صفدر مرزا پوری

دار الاشاعت صدّیق بکڈپو لکھنؤ

مطبوعہ مجتبائی پریس لکھنؤ

17966

فہرست مضامین

ح ۲۰۲

تعارف

ناظرین سے اُن حضرات کا جنکے خطوط مُرقع ادب مین درج ہین

غالب۔ نجم الدولہ مرزا نوشہ غالب نام مرزا اسد اللہ خان۔ آپ کا نام نامی دنیائے ادب مین محتاج تعارف نہین۔ یہ امر تسلیم شدہ ہے کہ اردو مین خطوط نویسی کی نئی ایجاد کا سہرا آپ ہی کے سر رہا۔

امیر الانشاء دبیر الملک سید علی اصغر صاحب ناظم ریاست ٹونک۔ آپ اردو مین ایک خاص طرز تحریر کے موجد ہین آپ کے خطابات آپ کے کمالات کے سامنے شرمندہ ہین اردو ادب کے والہ و شیدا ہونے کے علاوہ صاحب تصنیف و تالیف بھی ہین۔

اَوج۔ نام مرزا محمد جعفر خلف مرزا دبیر مرحوم آپنے فن مرثیہ گوئی کو کمال پر پہونچایا فن شعر مین آپ کی تحقیق کا پایا بہت بلند تھا جس کی شہادت آپ کی تالیف موجود ہے۔ نثر مین آپ کو مزاولت کم تھی یہ ایک خط بطور یادگار تبرکاً درج کیا گیا۔

اعظم۔ سید محمد اعظم لکھنوی آپ کا تخلص مذاق ہے اور وطن کان پور کسی زمانہ مین شاعری کا شوق تھا کہتے تھے اور اچھا کہتے تھے نثر کا نمونہ یہ خط ہے۔

ادیب نام محمد لال خان صاحب آپ کو اردو ادب سے خاص دلچسپی ہے پولیس مین ہیڈ کانسٹبل ہین نثر بھی اچھی لکھ لیتے ہین۔

باسط۔ نام باسط علی جناب جگر بسوانی کے ارشد تلامذہ سے ہین شاعری سے بیحد ذوق ہے ملک کے اچھے کہنے والون مین انکا شمار ہے ملک کے اعلیٰ درجہ کے اخبارات و رسالے انکے کلام سے مستفیض ہوتے ہین: نثر کا نمونہ ان کے یہ خطوط ہین جو مرقع ادب مین درج کئے گئے ہین۔

بشیر۔ نام بشیر احمد خان صاحب۔ سب انسپکٹر پولیس ہین یہ ایک خط جو اس مرقع مین درج کیا گیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ اردو ادب کے دلدادہ ہین اور خود بھی اچھا لکھنے کی کوشش کرتے ہین۔

بیصبر - نام محمد اسحاق وطن بریلی - آپ ملک کے مشہور انشا پرداز ہین مگر باوجود اس کے کہ جناب تسمل بریلوی نے بیصبر صاحب کے خطوط مجھے بہت سے دیے تھے اور مین نے پانچ چھ قطعہ خط انتخاب بھی کئے مگر وہ اوراق کتابت کے وقت اصل مسودہ سے کھو گئے جس کا مجھے بیحد افسوس ہے اصل موجود ہے بشرط حیات تیسرے حصہ مین یہ خطوط درج کئے جائین گے۔

ثابت - نام افضل حسین وطن لکھنؤ غزل گوئی مین آپ حضرت امیر مینائیؒ کے شاگرد ہین مرثیہ گوئی مین مرزا دبیر مرحوم کے خاندان سے تعلق ہے آپ کی انشا پردازی وقابلیت مسلم ہے۔ حیات دبیر کے دو حصے جس محنت وعرق ریزی سے آپ نے لکھے اس کا تعلق دیکھنے سے ہے جو مولف کی قابلیت کی تحریری دستاویزین ہین۔

جلال فخر شعرائے ماضی و حال نام سید حکیم ضامن علی وطن خاص لکھنؤ - آپ ملک کے مستند اساتذہ حضرت امیر مینائیؒ و فصیح الملک جناب داغ مرحوم کے معاصرین مین تھے چار دیوان کے علاوہ رسالہ تذکیر و تانیث بھی آپ کی تالیف ہے۔ سرمایہ زبان اردو جو اردو کا بہترین لغت ہے وہ بھی جناب جلال ہی کے نام سے منسوب ہے۔

جاوید - نام سید محمد کاظم آپ کا نام غلطی سے بندے کاظم مشہور ہو گیا آپ لکھنؤ کے ایک خاندان اجتہاد سے تھے لکھنؤ کے مشاہیر اور مسلم الثبوت استاد تھے آپ کے کلام مین درد و اثر کے علاوہ رنگینی زیادہ تھی۔

جمیل - نام سید جمیل احمد وطن سہسوان شاعر دربار ریاست بھوپال آپ ملک کے مشاہیر اساتذہ مین ہین عربی فارسی مین منتہی ہین تاریخ گوئی مین آپ ہی اپنی نظیر ہین میرے خاص عنایت فرما ہین۔

جالب - آپکا تخلص اس قدر مشہور ہے کہ اصلی نام کے لکھنے کی ضرورت نہین اخبار نویسی مین آج حضرت جالب دہلوی کا جواب نہین آپ کی وسیع معلومات نے آپ کو اخباری دنیا مین ممتاز بنا رکھا ہے اس وقت اخبار ہمدم جس کی چاردانگ عالم مین کافی شہرت ہے آپ ہی کی اڈیٹری مین نکل رہا ہے۔ شاعری مین فصیح الملک حضرت داغ کے شاگرد ہین مگر روزانہ اخبار کی اڈیٹری اتنی اجازت نہین دیتی کہ شعر و سخن کی طرف آپ رخ کرین۔

حمد - نام سید محمد محمود وطن لکھنؤ - آپ کا شمار ان باکمال اساتذہ مین ہے جو اس وقت انگلیوں پر گنے جاتے ہین تحقیق و تدقیق مین آپکو ید طولیٰ حاصل ہے حضرت وصل مدیر مرقع کو آپ کی

شاگردی کا فخر حاصل ہے۔

خالدؔ ۔ نام مولوی محمود الرب گو آپ کا وطن بنگالہ ہے مگر نثر ایسی پیاری اور دلفریب لکھتے ہین کہ جس کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے انشاء اللہ مرقع ادب کے تیسرے حصہ مین جو خطوط آپ کے باقی ہین وہ بھی شامل کیے جائینگے۔

عظیمؔ ۔ نام مولانا مولوی سید سبحان اللہ صاحب رئیس اعظم گورکھ پور۔ آپکو نثر و نظم دونون مین یدطولیٰ حاصل ہے آپ کے تبحر علمی مذاق سلیم سخن فہمی کا ایک زمانہ قایل ہے سخاوت مین حاتم دوران شجاعت مین رستم زمان ہین۔ ایک ادنیٰ سخاوت یہ ہے کہ ایک مطلع کے صلہ مین لسان الملک حضرت ریاض کو ایک ہزار کی رقم مرحمت فرمائی۔ حال ہی مین علیگڈھ مسلم یونیورسٹی کو اپنا کتب خانہ جس مین کئی لاکھ روپیہ کی گران بہا کتابین تہین دیکر ملک و قوم پر ایک احسان عظیم فرمایا۔ سبحان اللہ۔

شبلیؔ ۔ شمس العلما علامہ شبلی نعمانی وہ باکمال بزرگ گذرے ہین جنکے تعارف کی چندان ضرورت نہین جسکے شاہد عینی آپ کی تصانیف و تالیف ہین۔ فن تاریخ دانی مین ہندوستان مین تو کیا یورپ مین بھی آپ کا جواب نہ نکلیگا آپ کے کمال پر آپ کے وطن اعظم گڈھ کو جسقدر بھی فخر ہو کم ہے۔

شفقؔ ۔ نام بابو کنجبہاری لعل صاحب۔ مین انسے واقف نہین محبی تمنا لکھنوی نے انکا ایک خط جو نظم مین ہے مع اپنے جواب کے مجھے مرحمت فرمایا تہا۔ تمنا حضرت جاوید لکھنوی کے ارشد تلامذہ ہونے کے علاوہ عزیز خاص بھی ہین شعر اچھا کہتے ہین اور اپنے استاد کے جانشین بھی ہین۔

صریرؔ ۔ نام مولوی محمد احمد صاحب خلف اکبر حضرت امیر مینائی مرحوم استاد اعلیحضرت نواب صاحب رام پور۔ آپ ماہر فن ہین عربی فارسی کی کتابین بکلی ہوئی ہین مگر شاعری کی طرف توجہ کم ہے بے انتہا خلیق اور منکسر مزاج ہین۔

علیمؔ ۔ نام محمد علیم خان وطن الہ آباد۔ لسان العصر حضرت اکبر مرحوم کے ارشد تلامذہ مین ہین۔ شاعری مین نازک خیالی اور بات مین بات پیدا کرنا خاص ان کا حصہ ہے تلہر ضلع شاہجہانپور مین سکرٹری میونسپل بورڈ تھے اب آجکل لکھنؤ مین قیام ہے۔

عاصی نام احمد خان وطن کسمنڈی آستاد واقف ہونے کہ آپ اودھ پنچ مرحوم کے نامور و قابل نامہ نگارون مین تھے اور ظریفانہ رنگ مین خوب لکھتے تھے۔

عزیز نام خواجہ عزیز الدین وطن لکھنؤ آپ کی فارسی دانی کی ہندوستان ہی مین نہین بلکہ ایران مین بھی شہرت تھی مثنوی ید بیضا کا جواب آپ ہی کے زور قلم کا نتیجہ ہے۔

مولانا عثمان جعفری ایم اے رشک خاقانی و انوری آپکا وطن مچھلی شہر ضلع جونپور ہے آپکو زبان اُردو سے سچی محبت ہے آپکا طرز تحریر سب سے نرالا ہے آپنے زبان اُردو مین ایک نئی روح پھونکی ہے میرے اصرار پر مرقع ادب کا مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرما کر مجھے رہین منت فرمایا۔

مولانا محمد عبد الحق بی اے پرنسپل کالج و آنریری سکریٹری انجمن ترقی اُردو اورنگ آباد دکن آپ محسن زبان اُردو ہین اُردو کو آج آپ ہی کی ذات والا صفات پر ناز ہے اُردو کی عزت و بقا اسی جناب ہی کے دم سے ہے آپ جو خدمت اُردو کی اپنے رسالہ "اُردو" کے ذریعہ سے کر رہے ہین وہ اہل ملک کے لئے باعث فخر ہے آپنے قواعد اُردو تصنیف فرما کر اُردو کو رہتی دنیا تک رہین منت بنا لیا آپ کے احسانات سے زبان اُردو قیامت تک سبکدوش نہین ہو سکتی دل سے دعا ہے کہ آپکا سایہ ہمیشہ یون ہی زبان اُردو کے سر پر اللہ رکھے۔

عشرت نام خواجہ عبد الرؤف وطن لکھنؤ آپ ۴۰ سال سے لگاتار ادبی خدمت کر رہے ہین ملک کے وقیع رسالون اور اخبارون مین آپ کے ادبی و تاریخی مضامین برابر شائع ہوتے رہتے ہین آپ کی تصانیف و تالیف سے تشنہ کامان ادب اپنی پیاس بجھاتے ہین آپ کی کتابین ملک مین بہت مقبول اور فائدہ رسان ہین آپ کے تلامذہ ملک مین بکثرت پائے جاتے ہین۔

مشتاق نام بہاری لعل وطن دہلی مرزا نوشہ غالب کے شاگرد ہین کلام پاکیزہ اور شاعرانہ عیوب سے پاک و صاف ہوتا ہے اس سے زیادہ مین واقف نہین۔

مضطر۔ اعتبار الملک خطاب۔ نام افتخار حسین۔ وطن خیرآباد تلمیذ حضرت امیر مینائی آپ اصناف سخن پر قادر تھے اور ملک کے مشاہیر شعرا کی صف اول مین آپ کی بھی کرسی تھی افسوس کہ حال ہی مین آپنے اس دنیا کو ہمیشہ کے لئے خیرباد کہا۔ نثر بھی شاعرانہ طرز کی ہوتی تھی

محشر نام مرزا کاظم حسین وطن لکھنؤ آپ ملک کے مشہور شعرا مین ایک امتیازی درجہ رکھتے

ہین آپ کا دیوان "آفتاب محشر" اور قصائد کا مجموعہ بھی شائع ہو چکا ہے ایک خصوصیت آپ مین یہ ہے کہ اگر دشمن کا بھی شعر اچھا ہے تو اس کی داد دینے مین بخل نہین فرماتے۔ پہلے حضرت جاوید مرحوم کے شاگرد تھے بعد کو حضرت عارف نبیرۂ انیس مرحوم کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔

شیخ محمد مختار احمد عرف منے میان قدوائی بی اے ایل ایل بی رئیس تعلقدار ضلع بارہ بنکی
آپ ایک طباع و ذہین نوجوان ہین نثر مین متانت کے ساتھ شوخی کا بھی جزو ہے۔ خدا نگاہ بد سے محفوظ رکھے۔

مشتری نام بی مشتری جان وطن لکھنؤ شاعری مین حضرت شمس سے تعلق تھا لکھنؤ کی مشہور معروف طوائف نثر مین بھی شاعری کی طرح قدرت حاصل تھی جس کا نمونہ یہ خط ہے جو مرقع ادب کی زیب و زینت مین صرف کیا گیا۔

سید نصیر الدین ستمنا وطن الہ آباد آپ اودھ پنچ کے نامور نامہ نگار تھے ظریفانہ رنگ مین بہت خوب لکھتے ہین میرے خاص عنایت فرما ہین ۱۹۰۸ء مین جب الہ آباد مین میرے اہتمام سے اخبار "اسرار عالم" نکلتا تھا اس مین بھی آپ کے مضامین شائع ہوا کرتے تھے۔

نیر نام مولوی نور الحسن بی اے ایل ایل بی وطن کاکوری ضلع لکھنؤ آپ حضرت مولانا محسن کاکوروی کے قابل و ہونہار فرزند دلبند ہین آپ کے ادبی ذوق نے آپ کی وکالت چھڑوا دی علاوہ عالم و فاضل ہونے کے آپ ایک خزانہ تحقیق کے بھی مالک ہین جس سے آپ کا نام بقائے اُردو تک قائم رہے گا۔ (نور اللغات)

واقف نام سید محمد افضل وطن الہ آباد۔ مین صرف اسی قدر واقف ہون کہ آپ نظم و نثر اُردو کے دلدادہ ہین نثر کا نمونہ آپ کا یہ خط ہے جو مرقع کے دامن مین ٹانک دیا گیا ہے۔

ہادی نام محمد ہادی بی اے ایل ایل بی وطن مچھلی شہر ضلع جونپور۔ آپ کی دلآویز نظمین اور دلفریب غزلین ملک کے رسالون اور اخبارون مین کثرت سے شائع ہوا کرتی ہین جو آپکی قابلیت و ہمہ دانی کا آئینہ ہین۔

نوٹ: جن حضرات کا تعارف مرقع ادب حصہ اول مین ہو چکا ہے انکے مکرر تعارف کی یہان ضرورت نہین سمجھی گئی۔
صفدر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

دنیا مین جتنی ترقی اور زندگی کے ساتھ دلچسپی ہے اُسکی محرک اور مؤثر قوت ادبیات کی ہے نثر ہو یا نظم دونون مین دورِ گذشتہ کے انسانی علم وعمل کے کارنامجات محفوظ ہوتے ہین جن کے پڑھنے سے آنیوالی نسلون کو تحریک پروانہ و اقدام کی ہوتی ہے۔

تاریخ قومون کی زندگی مین بہت کافی اثر اور وزن رکھتی ہے یہ ادب کے ذخائر تخیل و عمل کا شعبہ اہم ہے اسی طرح موجدون، محققون، سیاحون اور [illegible] کے حوالجات اور مذاکرات گو علوم وفنون کے تعیینات کے لحاظ سے جداگانہ حیثیت رکھتے ہین مگر در اصل اُن کا مجموعہ حروف و سطور ادب کے ضمیمے ہین اور ادب ہی کا وجود دنیا مین موجب زندگی و پیغام عمل ہے جسطرح نظم کا مؤثر طریقہ رُباعی کے اختصار مین ہے اسی طرح نثر کا مؤثر طریقہ خط مین ہے۔ دنیا کی ہر زبان مین خطوط کا مجموعہ ہے اور بعض مشاہیر فضلاء کے اخص ترین خصوصیات دماغی کا جوہر خطون کے اندر پایا جاتا ہے۔

یورپ کے بعض سیاسی انقلابون مین گمنام لکھنے والون کے خطون نے خیالاتِ حریت وجذباتِ ایثار کی آتش افروزی مین بہت اشتعال دیا صوفیاے کرام

کے بیشتر روحانی کارنامجات اور اِن کے تعلیمات حقائق و معارف کا اکثر و بیش
خلاصہ اِن کے مکاتیب اور رقعہ جات مین محفوظ ہے۔ مین نے مرقع ادب کا
پہلا حصّہ طبع و شایع کر کے حلقہ ادب و بزم شاعری کے شائقین کا شوق زندہ رکھا
ہر طرف سے اعتراف نامے۔ مشاہیر شعراے ادب کے دلچسپ و کارآمد خطوط اور
قدیم و جدید اساتذہ کے ادبی جواہر ریزے میرے پاس آنے لگے۔ مین نے
سب کو دل کے جواہر خانہ مین جگہ دی اور مزید تلاش و فکر مین رہا۔ اس مُدّت
مین گردش روزگار نے میرے لیے مصائب اور افکار کے ہزارون عالم پیدا
کر دیے۔ سب سے زیادہ مجھے اپنی جسمانی صحت کا رونا رہا اور وہ دیگر لوازمات
بھی جو شاعر کو "قالوا بلیٰ" کے بعد تقدیر مین نصیب ہوتے ہین۔ میرے لیے
تسبید مجلس اور سامان پابستگی ہو گئے۔ یہان تک کہ پا شکستہ ہونے کے بعد دست
اہتمام کا انگوٹھا بعض زخمون اور تکلیفون کے باعث قطع کیا گیا۔ بار بار کے
عمر نیّر اور ابتلا اعتراض متواتر نے کچھ دنون کے لیے قلم میرے ہاتھ سے چھین لیا۔
اور جس آسانی سے مین ریزہاے ادب و شاعری کو چُن چُن کر اپنے کاغذات مین
رکھتا تھا وہ ختم ہو گئی۔ مگر پھر بھی مین اپنی دُھن مین لگا رہا۔ گلچین چمنستان کے
پھولون کو چُنتا ہے محقق و متبحر آثارات پُرانے کھنڈرون سے قومون اور مختلف
مدارج تہذیب کے نشانات کا پتہ لگاتا ہے اور شاعر ایک ادیب خیالات اور جذبات
کو جمع کرتا ہے۔ مین نے زمانہ کے لیت و لعل اور افتاد و گرد ... مقابلہ کرتے
ہوے بہترین اور موثر ترین خطون کو اس طرح جمع کیا جس طرح جوہری موتیون اور سیم و زر
... خطون کو ممنون آراستگی کرتا ہے۔ جو خطوط مین نے فراہم کیے اور انکو اب ملک کے

صفدر

سامنے پیش کرنے کی عزت حاصل کی ہے وہ اپنی خصوصیات ۔ اپنی ادبی رنگینی اور شان قدیم کے لحاظ سے فرد ہین ۔

یہ زبان اُردو کی مقبولیت اور ہمہ گیری ہے کہ اُس نے ایشیا مین اب وہ جگہ حاصل کر لی ہے جو فرانسیسی زبان کی یورپ مین ہے ۔ اسکی ہر دلعزیزی و وسازگاری علوم و فنون اِس سے ظاہر ہے کہ اب یونیورسٹیان اپنے تعلیمات و افادات اسکی وساطت سے پھیلانا چاہتی ہین جسطرح پانی اپنی روانی مین قدرتی جزر و مد کی کیفیت رکھتا ہے اور بلندی سطح کا پیمانہ برابر کر لیتا ہے اُسی طرح اُردو زبان مین جو قوت جاذبہ اور جو سیل روشی ہے اُس نے اسکو دنیا کی زندہ اور جوان زبانون مین شمار کرا دیا ہے ،

اس لیے اِس سے قطع نظر کرتے ہوے صرف دُو دُو باتین ناظرین سے کرکے اپنے ناچیز انتخاب کو جسمین مُلک کے مشاہیر اہل قلم کی نکتہ سنجیون اور مضمون آفرینیون نے جگہ پائی ہے، نذر ناظرین کرتا ہون یہ مرقع اُن پیاری پیاری تصویرون کا البم ہے جسمین اُردو کی نکیلی سجیلی زبان کی ترقی کا راز مضمر ہے ۔ اسمین کسی کافر کو کلام ہو سکتا ہے کہ تمام قومی ضرورتون مین زبان کی ترقی نہایت ضروری ہے روزمرہ کے کامون مین اُردو سے بہتر کوئی زبان نہین اُسکی شاعری نہایت حسین روح پرور ہے جب کبھی کسی شاعر کے قلم سے زبان کے سانچے مین ڈھل کر کوئی شعر نکل جاتا ہے پڑھنے والون اور دیکھنے والون کو اتنی بھی اجازت نہین دیتا کہ وہ دونون ہاتھون سے کلیجا تو سنبھال لین مثلاً لسان الملک حضرت ریاض فرماتے ہین ؎

بڑے صاف باطن بڑے پاک طینت ۔ ریاض آپکو کچھ ہمین جانتے ہین

ہمارا تو دعویٰ یہ ہے کہ ہماری زبان کی شیرینی اور جامعیت پُرانی زبانون سے اگر آگے نہین نکل گئی ہے تو کسی سے پیچھے بھی نہین رہی۔ یہ اور بات ہے کہ آجکل کے نئے تعلیمیافتہ ضد سے اسکی قدر نہ کرین۔

اہل عرب نے اپنے اقبال کے دور مین پہلے لٹریچر ہی کو درست کیا۔ پھر علوم یونانی کی طرف توجہ کی اور شاعری جو فطرت نے انسان کے غم غلط کرنے کو دی ہے اپنی زبان کے سوا کسی اور زبان مین بھلی نہین معلوم ہوتی کسی قوم کو غیر زبان کی نغمہ سرائی کر کے اپنی طبیعت بہلاتے نہین دیکھا۔ اہل عجم باوجود اسکے کہ علوم یونانی کے والہ و شیدا رہے اُنھون نے یونان کی شاعری کیطرف نظر اُٹھا کر بھی نہین دیکھا۔

اُردو ہی سے ہماری ہستی کا ثبوت ہے جب تک اُردو ہے ہمارا مٹنا ناممکن ہے۔ اور جب تک ہم ہین اُردو کو بھی نہ مٹنا چاہیئے۔ ہم تمام ہندوستان کی زبانین اپنی زبان مین ملا سکتے ہین۔ جب عربی، فارسی، سنسکرت، ہندی، انگریزی زبان کے الفاظ جذب کرنے کی اسکو قوت حاصل ہے تو اس سے کس کو انکار ہے کہ اُردو کو کسی سے عار نہین کسی سے تکرار نہین۔

اس دور مین لکھنے والے تو بہت اچھے ہین مگر بقول خان بہادر سید ناصر علی ایڈیٹر صلاے عام "دنیا مین اچھے خط و خال کی ہزارون پیاری تصویرین ہین آپ جسپر مر رہے وہ بات کچھ اور ہے۔ عشق کو آب رنگ جہان اس لیے کہتے ہین کہ اس کے نیرنگ مین عجیب لطف ہے۔ رنگ روے نگار اور ہے۔ رنگ بہار اور ہے۔ دم سرد اور، نسیم سحر اور، چشم پُر خون اور، مئے گلگون اور، بلبل کی نغمہ سنجی اور فاختہ......

کی کو کو اور اسی طرح ہر چیز خاص لطف رکھتی ہے۔ اِس مرقع مین بھی مختلف انشا پردازونکے لٹریچر کے نمونے ہین جنمین شستگی عبارت شیرینی گفتار، اداے بیان اور لطف زبان کے ساتھ وسیع معلومات کا ذخیرہ آپ ملاحظہ فرمائینگے۔

مُلک کے اہل نظر ادب کے عروج اور ترقی کا ذریعہ اس ادبی خدمت کو اگر قرار دین تو ایک حد تک مین خود کو کامیاب سمجھ سکتا ہون۔ کیونکہ ان نادر و نایاب خطوط کی تلاش مین مجھے بڑی بڑی دقتون کا سامنا کرنا پڑا اور اس بے سر و سامانی مین سفر کی زحمتین بار بار اُٹھانا پڑین۔ جہان کہین غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط کا پتا چلا۔ وہین پہونچ گیا کم سے کم اصل نہین تو نقل ضرور مل گئی۔ بجز ایک صاحب کے جنکی ذات نے نقل بھی دینا گوارا نہین کیا بلکہ نقل کیا ہوا مسودہ میرے ہاتھ سے واپس لے لیا۔ اللہ تعالی ایسے دلدادگان زبان کو اپنے ہی پاس بُلا لے تو اچھا مین ایسے حضرات کا نام لکھنا اپنے مرقع کی توہین سمجھتا ہون۔ بہرحال جہان تک مجھسے ہوسکا مین نے اس مرقع کی دلچسپی کے سامان فراہم کرنے مین کمی نہین کی۔ انسان اپنے امکان بھر محنت کرتا ہے مگر

قبول خاطر و لطف سخن خداداد است

یہ میرے بس کی بات نہین۔ دُعا ہے کہ میرا یہ ناچیز انتخاب اہل نظر کا نور نظر بنے اور کامیابی کا سہرا ذوق و غالب و امیر و داغ و جلیل و اختر کے سہرون کی طرح میرے سر رہے۔

مین آخر مین مندرجۂ ذیل محترم احباب کا شکریہ ادا کرتا ہون جنھون نے اساتذہ و احباب کے خطوط میری ناچیز استدعا پر مجھے مرحمت فرماکر مرقع کو مرقع بنا دیا۔

مثلاً امیر الانشا دبیر الملک سید علی اصغر صاحب ناظم ٹونک۔ مولوی عبد الغفور صاحب شہرؔ راستانوی۔ ڈاکٹر عبد الغفور صاحب بسملؔ بریلوی، حضرت محشرؔ لکھنوی، حضرت دلؔ شاہجہان پوری، حضرت خواجہ عشرتؔ لکھنوی۔ مجتبیٰ قاضی زاہد حسین صاحب نیتنوی۔ مولوی احسان اللہ خان صاحب احسانؔ بہادر گڈھوی۔ چودھری رحم علی صاحب بی اے، سب ایڈیٹر ہمدم۔ چودھری شفیق الزمان صاحب تعلقدار سید مقبول حسین صاحب وصلؔ بلگرامی۔ جناب قاضی محمد خلیل صاحب حیرانؔ رئیس اعظم بریلی، اسی طرح اور افراد نکتہ سنج بھی شکر گذاری کے قابل ہین جنسے مجھے مدد ملی بخصوصیت میرے محترم دوست وحسن شاہ نذیر ہاشمیؔ، در شک خاقانی دانوری مولانا عثمان جعفری۔ ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدر آباد دکن کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہون جنکو اُردو سے سچّی محبت ہے۔ آپ نے ایسے ایسے دلچسپ خطوط مرحمت فرمائے جن کی زیادہ تعریف بھی کم ہے، آپ نے میری استدعا پر مرقع کا مقدمہ لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی، مقدمے کا ایک ایک فقرہ اردو دان اصحاب کے لیے خاص لطف کا باعث ہوگا۔

افسوس بعض احباب نے خطوط ایسے وقت بھیجے جب مین مرقع کو مرتب کر چکا تھا، اب یہ نادر خطوط غالباً تیسرے حصہ کی رونق بڑھائینگے

خادم ادب

صفدر مرزا پوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ستم است گر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ در دل کشا بہ چمن درآ

اُردو کو وجود مین آئے تقریباً ساڑھے تین سو برس سے زیادہ زمانہ گذر چکا اس عمر کو دیکھتے یہ اُسکے طفلی کا دور ہے اور دوسری زبانون پر نظر کرتے ہوے اُسکے بچپن کا زمانہ جان جانان پر رحمت خدا کی۔ میر تقی، سودا، ناسخ، آتش، ذوق، مومن انیس، دبیر، داغ، امیر کے مزار زیارت گاہ نیاز و ناز رہین کہ اُردو بھی اُنکے دم سے زبان ہونے کا دم بھرنے لگی اور بزم زبان مین وہ شرمائی لجائی سہی جگہ پانے کے لایق ہوگئی۔

اِسکی تاریخ پر نظر ڈالتے ہوے اچنبھا ہوتا ہے کہ کب پیدا ہوئی کسطرح پلی اور بڑھی بن سنور کر عروج حاصل کیا اور کہان سے کہان اسمین لطافت کا سرمایہ مہیا ہوا۔

کل کی بات ہے کہ اسمین چند دیوانون کے سوا کچھ نہ تھا زبان صرف شاعری تک محدود تھی لطف زبان صرف نظم تک تھا، اسکے نثر کا دامن علم و خیال کے ستارون سے مُعرّیٰ تھا نہ اسمین بولی ٹھولی کا مزا تھا نہ لطف سخن و لذت کلام نہ اسمین وہ اثر و کیف جو نظم مین اور اشعار مین تابان نظر آتا اور جن کے پڑھنے سُننے سے اکثر وجد کا عالم طاری ہو جاتا اور ایک سنجیدہ اور متین انسان بھی وجد مین آکر رقص کرنے لگتا۔

اگلون نے جو کچھ کہا اُن کا اندوختہ گنتی کے دیوانون مین محدود تھا، غریب

اس لائق بھی نہ تھی کہ کوئی اسکو لکھنے پڑھنے کا آلہ بناتا ہر کہ دمہ فارسی انشا پر جان دیتا تھا اپنے پرائے سب بیگانگی برت رہے تھے، سرستازلی غالب کی صداؤن نے دو چار دوست آشنا پیدا کردیئے، آزاد نذیر احمد بھی اُسی زمانہ کے ثمر شیرین ہین اُردو جنکے جنبش قلم کی ہمیشہ بلائین لیا کریگی سرسید مرحوم کا بھی یہی زمانہ تھا اُن سے جو کچھ ہوسکا کیا اللہ بخشے کہ وہ چند دانے حالی و شبلی کیسے خرمن اُردو مین چھوڑ گئے سرشار اور شرر کے نام بھی اُردو لٹریچر مین ہمیشہ نظر امتیاز سے دیکھے جائینگے، شوق اور ریاض کے ستایش مین بھی دُنیا ہمیشہ رطب اللسان رہیگی اور اب تو اس برات کے یہی نوشہ ہین آئے دن ان کا جھرمٹ چشم بد دور رشک انجم و غیرت پروین بن رہا ہے (ضرورت ہے شاعرون کے خم خانہ کے مثل ان کا بھی مے خانہ بنے) غرض کل اُردو کیا تھی اور آج کیا ہوگئی اللہ کا دیا اسمین سب کچھ ہو اور جس سُرعت کے ساتھ یہ اپنے ترقی کے مدارج طے کر رہی ہے اُمید ہوتی ہے کہ جس رتبے تک یہ پہونچنا چاہتی ہے ایک دن ضرور پہونچ کر رہیگی اور زمانہ کا ہاتھ خود اسکو سانچے مین ڈھال رہا ہے اِسکی سادگی مین لطافت اور لطافت مین حقیقی شاعری کا رنگ پیدا ہوتا جاتا ہے،

کسی زبان کے ارتقا کا یہ نمایان نشان ہے کہ اسمین ادب کے لطیف سرمایہ کی بہتات ہو اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس شاہد ناز کا دامن ایسے سلیمے ستارون سے خالی نہین اب وہ اپنے رنگین آنچلون مین دل پسند بیلون کی چھاؤن مین جوبن پہ آئی ہوئی قاف کی پریون اور جنت کی حورون کو شرما رہی ہے اور آئے دن اپنے پرستارون کی نازبرداریون سے اُن نزاکت آفرین خصوصیات کی ملکہ بن رہی ہے

جنکے بنا پر اگرچہ دُنیا کی آبرودار زبانون پر تفوق نہین رکھتی یا ترجیح کا حق اُسے حاصل نہین ہوتا تو بھی ادب القدما کے مقابلہ مین چُھٹن بنکر دلکش اداؤن کے ساتھ ضرور پیش ہو سکتی ہے ہزارون تشبیہین اُسکے آغوش ناز مین ایسی ہین کہ جو ہم ایسون کو نزاپا مرغ بسمل کی طرح تڑپائے بغیر نہین چھوڑتین اُسکے روزمرۂ اُسکے محاورے اور اُسکے نغمہ ریز الفاظ پر جان دینے کو جی چاہتا ہے اُسکا ہر فقرہ نشتر اسکی ہر بات وہ ہے جو دل مین اثر کیے بغیر نہین رہ سکتی،

باوجود اہل ملک کی پے درپے بے التفاتیون اور متعدد بے عنوانیون کے اُسکی ترقی کی رفتار اور رفتار کی برق جولانیون کو کون کہہ سکتا ہے کہ معجزنما نہین ہے

یہ روز روز ترقی پہ حُسن ہے اُن کا ۔۔۔ کہ صورت انکی مجھے بھول بھول جاتی ہے

بیسون رکاوٹین اسکے نشو و نما مین اُسکے اُٹھان مین دقت افزا ہوئین بے شبہہ ایک طبعی افتاد سے بڑھنے والی چیز کے کھنچاؤ اور نکھار پر اوس پڑ جانے کا ڈر تھا، لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہین رہتی جب اُسکے اس رس بھرے شباب پر نظر پڑتی ہے اور دیکھتا ہون کہ اُس کا حُسن و جمال دن دن نکھر نکھر کر آنکھون مین کھپا جاتا ہے

مین ان تغیرات و تلونات کو دیکھکر اس نتیجہ پر پہونچا ہون اور رہا تک ہُلی کہنے پر آمادہ ہون کہ اب دُنیا کی کوئی طاقت اُردو کو فضاے عالم مین بڑھنے اور پھیلنے سے رُوک نہین سکتی، وہ رکیون جائیے اُردو لٹریچر کے سرمایہ پر ایک گہری نگاہ ڈالیے تو آپ کو خود اِس کا اندازہ ہو جائیگا۔ کل اس کا ذخیرہ متاع بیش بہا سے خالی تھا، کل اسکے جوہر خانہ مین آبدار بیش قیمت موتیون کا کال تھا کل اس کا باغ دل آویز اور نکہت آفرین پھولون سے بھرا نہ تھا آج آپ آئیے اسکے بہار آفرین منظر کا تماشا دیکھے

میرا ذمہ اگر آپ دل تھام نہ لین کلیجا ملنے لگیں آپ بیچین نہ ہو جائین اُف کی چنگاری زبان نہ جلائے آنکھین کھلی کی کھلی نہ رہ جائین ؎

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے — دیکھ لے آکے جسکا جی چاہے

کل کی بات ہے کہ طاق پر رکھنے یا منبر پر سجانے کے لیے دو ایک گلدستے بھی مشکل سے نصیب ہوتے تھے، آج دیدہ زیب دلفریب کتنے رسالے سبز گلچین بنے ہوے اپنی نکہت سے فضا کو بسا رہے ہین مختلف علم و فن کی کتابین نظر افروز ہو رہی ہین، دائرہ تصنیف و تالیف کس قدر وسیع ہو گیا ہے اشاعت اور طباعت کی مشاطہ کس طرح اُن کو سُرمہ ارباب نظر کر رہی ہے،

اِن حالات پر نظر کرتے ہوئے یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ دور بلاشبہ اُردو کی ترقی کا دور ہے مگر یہ کون کہہ سکتا ہے کہ جو کچھ اُسے کرنا تھا کر چکی یا جو کچھ اُسکے لیے ہونا تھا ہو چکا ابھی اُسے بہت کچھ حاصل کرنا ہے جو کچھ ہوا ہے مشتے نمونہ از خروارے اور جو کچھ کیا گیا ہے قطرہ از عمّان یا دانہ از خرمن کی مثال ہے اُردو کی رونق اُردو کا کمال برسون کا کام ہے، دنیا کا موجودہ تمدن صدیون کی گردش کا نتیجہ ہے اور پھر اُن رسایل اور لوازم کے انصرام اور تکمیل کے ساتھ ساتھ جو کمال اُردو کے لیے ناگزیر ہین یہ بھی دیکھنا ہے کہ نا آشنایان سخن کو کس طرح اُردو زبان کا دلدادہ بنایا جائے اور اُن کی طبیعتون مین اُردو کی دلچسپی کیونکر پیدا کی جائے وہ لوگ اس کو کم مایہ سمجھے ہوے ہین پاس پھٹکتے تک نہین

کسی زبان کی ترقی اور عروج کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا ادب پروان چڑھے اور اس کا حسن پردے سے نکلکر عالم آرا ہو جائے ملک کے مختلف حصون مین اہل زبان کی خصوصیت پیدا ہو اور زبان دانون کی سی قدرت حاصل ہو اور ہر خیال کا ہر جذبہ

ہر حرکت طبعی کا نقشہ لفظون لفظون مین ایسا کھینچنا آجاسکے کہ گویا وہ خود ایک تصویر ہے
یا خیال کی پتلیان ناچ رہی ہین۔ یہ میٹھے میٹھے لفظون اور ترکیبون کے جن تارون کو
سخندانون کی شیرین زبان کے قوام مین آنے کا فخر حاصل ہو جاتا ہے وہی روزمرہ
کہلاتے ہین۔ زبان کو خالق عالم نے مقیاس الحلاوت بنایا ہے وہی الفاظ اسکے
خراد پر چڑھتے ہین جو سادہ لطیف اور سبک ہوتے ہین مگر یہ سلیقہ کی بات ہر شخص کا
کام نہین اسلیئے لازم ہے کہ ایسے الفاظ کا ایسی ترکیبون کا عام رواج ہو اور انکی لطافتون
کا عام طبیعتون کو احساس ہونے لگے تاکہ اردو زبان کا دامن کرخت اور بھدّے
لفظون اور ترکیبون سے آلودہ نہ ہو اور اُس کا سرمایہ شستہ و رفتہ رہے۔ آدمی کی
طبیعت مختلف جذبات اور گوناگون کیفیات کا سنجوگ ہے محبّت، پیار، گرمجوشی، عجز و
نیاز، نزاکت، بے نیازی، ناراضی، منّت، خوشامد، خفگی، لجاجت، غصّہ، کھرا پن،
نیازکیشی، وہم و خلوص وغیرہ جذبات کی لہرین ہر گھڑی اُس کی طبیعت کے گنگا جمنا
مین اُٹھتی رہتی ہین، انھین جذبات کے خارجی جلوون کا نام آواز ہے، انھین کیفیات
کی بےنقاب تجلّی کو صوت کہتے ہین، اور انسان مرقع ہے آواز کا غم و الم کی حالت
مین جو آواز نکلتی ہے دل مین ناسور کر دیتی ہے، درد و کرب کی زبان سے نکلی ہوئی
آواز مضبوط سے مضبوط کلیجے کے آدمی کو تڑپا دیتی ہے کسی وقت کا خوشگوار نغمہ
دل مین گدگدی پیدا کر دیتا ہے بے اختیار جی چاہتا ہے کہ منھ چوم لیجیئے کبھی کبھی صرف
آواز ہی ایک طاقتور انسان کو مرعوب کر دیتی ہے کسی وقت صراحی دار گلے سے باہر
آئی ہوئی نرم شیرین گٹکری سے لپٹی ہوئی آواز حالت سے متوالا انسان کو سرشار اور متوالا
بنا دیتی ہے۔ بہرحال جذبات و معنی اور کیفیات نفسانی کے رنگ مین آواز شرابور

ہوتی ہے اور الفاظ گویا فوکس ہیں جسمیں آدا نہ کی تصویر عُریان کا عکس پڑتا رہتا ہے
اسلیے خیالات اور جذبات کی نوعیت کے اعتبار سے الفاظ کا استعمال زبان کے
حُسن و ترقی کا ایک لطیف اور نازک ذریعہ ہے شعراکی نکتہ زا، طبیعتوں نے اس
حقیقت کو خوب دیکھا ہے یہی وجہ ہے کہ دُنیائے شاعری کو ہمیشہ عالم نثر پر تفوّق حاصل
رہا ہے لیکن زبان کو شیریں اور مزہ دار بنانے کے لیے صرف لفظی حُسن اور الفاظ کا
غازہ کافی نہیں حسین الفاظ کے ساتھ آس پاس کے حُسن اور ماحول کا تناسب
ناگزیر ہے حُسن گہنے کا محتاج نہیں حُسن کی نزاکت بے شبہ زیور کے بار کی متحمل نہیں۔
لیکن حُسن خوشنما ساری اور اُسکی دل آویز بندش اور دلکش طرز سے کبھی بے نیاز
نہیں ہوسکتا،

اِس لیے ضرورت ہے کہ الفاظ کے ترشے ہوئے شیشے جن چوکھٹوں میں جڑے
ہوں اُنکی نشست، ہیئت، رکھ رکھاؤ، ترتیب سجاوٹ، میں ایک خاص نسبت
اور موزونیت ہو جنکے مجموعی تناسب سے الفاظ کا حُسن آنکھوں میں کھُب جائے
دلمیں سما جائے۔ کلیجے میں تیر جائے۔

زبان کی ترقی کا ایک عنصر لطیف یہ بھی ہے کہ مخاطبات میں۔ طرز خیال
اسلوب ادا کا پورا لحاظ رکھا جائے طرفین کی طبیعت، مزاج، سن و سال، نوعیت مضمون
موقع محل غرضکہ ادائے خیال کے تمام پہلو ہدف نگاہ بنے رہیں،

زبان میں جسقدر ان عناصر کے ذرّے زیادہ ہونگے اُسی قدر زبان زیادہ دلکش،
صاف، برجستہ، مطبوع، رواں، حسین، ہوگی اور عام لوگوں کے دلوں میں اپنا گھر بنائیگی،
اور یہ باتیں ایسی معمولی نہیں کہ کسی کو دو چار مہینوں میں حاصل ہو جائیں

زبان مین اِن کا پیدا ہونا دو ایک سال کا کام نہین۔ زباندانی کا یہ ملکہ کتابون سے رسالون سے اور دو چار قواعد کی کتابون کے مطالعہ سے حاصل ہونا دشوار ہے زبان کے اس رنگ کے پیدا کرنے کی بہترین تدبیر یہ ہے کہ زباندانون کی عبارتون پر کافی عبور ہو اُنکے محاورے، اُنکی طرز ادا، اسلوب بیان انداز نگارش، اظہار خیال کے طور طریقے ذہن نشین ہون جس مضمون کو جس خیال کو جس پیرایے مین جس رنگ مین ادا کیا ہو اُسکی تتبع اور نقل کی ضرورت ہے ان کی تحریر و تقریر کو نمونہ بنانا چاہیے تاکہ ایک روز خود مرتبۂ سخندانی پر فایز ہو جائے۔

زباندانی کا بہترین طریقہ یہی ہے اور یہی حال ہر زبان کا ہے اُردو ہی پر موقوف نہین ہر زبان مین اہل زبان اور فاضل اہل سخن کی بولی بات سند ہے اُن کا کلام نظم ہو شاعری کے لیے بیسون دیوان کھنگالنا پڑتے ہین جب تمغۂ شاعری نصیب ہوتا ہی بلکہ پھر بھی استاد کی ضرورت باقی رہتی ہے اس قسم کی کتابین اردو زبان مین کم یاب بلکہ نایاب تھین یہ ہے کہ اب اردوی معلی عود ہندی مکتوبات امیر مینائی مرحوم مکتوبات آزاد مکتوبات شبلی مکتوبات محسن الملک ملک مین شایع ہو چکے ہین لیکن اِن سے تشنہ لبان ادب کی پیاس نہین بجھ سکتی اور نہ ان چند نام کی کتابون سے اس عظیم الشان اور اہم ضرورت کی تکمیل ہو سکتی ہے اس نوع کے سرمایہ کی اُردو دنیا کو سخت احتیاج ہے اور اُردو لٹریچر اس متاع گران مایہ کا محتاج ہے لازم ہے کہ ملک کے قابل اور لایق افراد کے خطوط اور تحریرین خصوصاً جن کا حرف حرف سند ہو جسقدر میسر ہوں اہتمام سے جمع کرکے زیور طبع سے آراستہ کیجائین زبان اُردو کی یہ ایک خوشترین ادبی خدمت ہے اور ملک کے فن ادب کی ترقی و عروج کا اعلیٰ ترین ذریعہ میرے نزدیک ایسے نادر انتخابون کی شدید ضرورت ہے

جنمین مختلف انشاپردازون نثرنگارون زباندانون کی شستگی عبارت، شیرین سخنی، صفائی زبان کے مختلف رنگ اور مختلف نمونے ملک مین پیش کیے جائین جو ادبی سرمایہ کا ایک لطیف خزانہ اور عندلیب تخیل کے لیے تازہ شگفتہ پھول اور طائران خیال کے واسطے آب و دانے کا حکم رکھتے ہون، اور اس پردے مین ملک کے اُن لایق افراد کی قدردانی کا بھی ایک حد تک حق ادا ہو جاتا ہے جن کی گوہر مثال ہستیان عالم گمنامی کے تصویرین مستور ہین اور کسی وجہ سے ابتک سطح پر نمودار نہین ہوئی ہین اس سلسلہ مین ادب الاساتذہ کی قیمتی جلدین ملک کے ہاتھون مین آجائینگی جو زبان کی ترقی کی ان کڑیون مین ہونگی جن سے کسی وقت بھی استغنا نہین ہو سکتا۔

مجھے بڑی مسرت ہوئی تھی اور مین بہت ہی خوش ہوا تھا جب اس موضوع کی پہلی کتاب "مرقع ادب" کا پہلا حصہ دُنیاے اُردو کے نامور سخنور و سخندان ہمارے محترم دوست جناب منشی صفدر علی صاحب صفدر مرزاپوری نے شایع کر کے اُردو دنیا کو ممنون فرمایا تھا وہ چھوٹا سا گر دل آویز مُرقع ہمیشہ مرقع نظر بنا رہا بار بار مزے لے لے کر پڑھتا تھا حُسن تحریر کے ساتھ حُسن انتخاب و بےتکلف ترتیب کی داد دیتا تھا اور دعائین کرتا تھا کہ مرقع کا حصہ دوم اور اُسکی کڑیون کا سلسلہ جلد جلد ہوتا رہے لیکن تقریباً آٹھ سال کا عرصہ گذر گیا اور چشم مشتاق محو انتظار رہی ہر چیز پر عالم شباب طاری ہوتا ہے جسمین اُسکا ہر ذرہ سبزہ و بہار کی رونق و تازگی کو بھی شرماتا ہے، یہی سین اُسکے بلوغ کی نہایت ہے، اور اُس کے شباب کی انتہا آخر کار اشتیاق و تمنا، انتظار و آرزو کو بھی اُس منتہا تک پہونچنا تھا، اُنکے سروش سخن یعنی قلم گل ریز کو جنبش ہوئی اور آج وہ "ہلال سخن" منظر نگاہ شرق بن رہا ہے جس کے

مقدمہ کی خدمت انجام دینے کے لیے مجھ جیسے ناکارہ و ہیچمدان کو افتخار بخشا گیا ہو،

میری یہ غرض نہیں ہے کہ اِس پر کوئی جامع اور مکمل تبصرہ کرون اور ریویو لکھون مین نے سرسری طور پر اپنی وہ راے جو اُسکی نسبت قایم ہوئی اور جو خالی از حقیقت نہین ہے آزادانہ قلمبند کردی اور وہ بھی اس لیے کہ شوق کے بھڑکانے کا آلہ ہو

ہو تو بظاہر یہ ایک مجموعۂ خطوط لیکن اسکو ایک قابل شوخ طبع رنگین خیال انشاپرداز نثار شاعر کے نزاکت آفرین ہاتھون نے ترتیب دیا ہے جس کے شاخ قلم کی گلریزیان دنیا دیکھ چکی ہے اور یہ انتخاب اُس قلم کا شرمندۂ احسان ہے جسکے حُسن انتخاب نزاکت انتقاد و لطافت نظر نفاست طبع کی بہترین تصویرین مرقع آفاق کے پہلے البم مین نظر آچکی ہین ؎

اب تلک آنکھون مین ساقی نشہ ہے چھایا ہوا
چمپئی رنگ اُسکا اور جوبن وہ گدرایا ہوا

جناب صفدر کے مذاق صحیح مین کسے کلام ہوسکتا ہے وہ مرقع کے خطوط خطوط نہین ہین اُردو لٹریچر کی روح ہے جو اس مرقع مین پھونک دی گئی ہو اس مرقع مین اُن حضرات کی تحریرین اور اُن اشخاص کے خطوط ہین جو اُردو کے لیے باعث ناز ہین۔ مرقع کا حرف حرف پُتلی بنکر آنکھو مین جگہ لیگا اور سویدا بنکر دلمین رہیگا کام و زبان شرب سے کامیاب ہونگے زبان چٹخارے لیگی، یہ مرقع! آنکھون کے لیے اگر گلستان ہے تو زبان کے واسطے شکردان، خطوط کو پڑھکر یہ قصیدہ یہ نظریہ بالکل قابل تسلیم ہوجاتا ہے کہ زُہرہ جبانون شیرین ادائون لیلیٰ وشون کے آویزہا۔ گوش گلے کے ہار مو ہن مالے اور اُن کی داستان ادائون کے حقیقی مفہوم ہوا تھی

لفظون مین اور فقرون مین ادا کیے جا سکتے ہین۔

دیکھنا یہ ہے کہ ہماری قوم اور ہمارے ملک مین ان بیش بہا جواہر سخن لآلی کلام کے کتنے قدردان ہین؟؟ اور انہین اپنی زبان کی قدر کرنے اور زبان دانون کی یاد تازہ کرنے اور اُن کی دماغی اختراعون سے لطف اندوز اور لذت یاب ہونے کا کسقدر مادہ باقی ہے!!

مین نے تو اس نعمت غیر مترقبہ کو تعویذ جان بنا کر سینے سے لگا رکھنے کا عہد و پیمان کیا ہے، یہ میرے شبستان تمنّا کی شمع روشن اور حریم خیال کے لیے عروس نو بہار رہیگی

فدائی اُردو
عثمان جعفری مچھلی شہری
از حیدرآباد دکن
۲۱ دسمبر ۱۹۲۴ء



نجم الدولہ دبیر الملک مرزا نوشہ غالب مرحوم کے خطوط

خوش قسمتی سے چند مکتوبات غیر مطبوعہ حضرت غالب مرحوم کے ہاتھ آگئے جو اس مرقع کی زیب و زینت میں صرف کیے جاتے ہیں اور انکا انتساب مرزا [illegible] مرحوم کے ان جواہر ریزوں سے کیا جاتا ہے امید کہ [illegible] میری اس بے ادبی کو قطع نظر کرکے میری اس محنت کی داد دینگے کہ جو انمول موتی گھوروں پر پڑے تھے انکو میری نگاہ انتخاب نے چنکر مرقع ادب کے دامن میں ٹانک دیا۔ (مولف)

جناب عالی۔ وہ غزل جو کہلا لایا تھا وہاں پہنچی جہاں اب میں جانے والا ہوں یعنی عدم۔ مدعا یہ کہ گم ہوگئی ؎

گھات میں مدعا براری کی — ہم نے غیروں کی غمگساری کی

تقدیم و تاخیر مصرعتین کرکے رہنے دو اس میں کوئی سقم نہیں، مدعا براری کا مستحدثہ(?) لفظ ہے میں اس طرح کے الفاظ سے احتراز کرتا ہوں اگرچہ [illegible] یہ لفظ صحیح ہے [illegible] ؎

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا — خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

اس مطلع میں خیال ہے دقیق مگر کوہ کندن و کاہ برآوردن یعنی لطف زیادہ نہیں [illegible] میں بے اختیار ہے بقدر یک قطرہ بر ہم زدن ثبات و قرار ہے حیرت [illegible] حرکت کرتی ہے قطرۂ مے حیرت سے ٹپکنا بھول گیا۔ برابر برابر بوندیں جو ختم کر رہ گئیں تو پیالہ کا خط [illegible] تاگے کے بن گیا جس میں موتی پروئے ہوں ؎

لیتا نہ اگر دل تمہیں دیتا کوئی دم چین — کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغاں اور

یہ بہت لطیف تعریض ہے، لیتا کو ربط ہے چین سے۔ کرتا مربوط ہے آہ و فغان سے۔ عربی مین تعقید لفظی و معنوی دونون معیوب ہین۔ فارسی مین تعقید معنوی عیب اور تعقید لفظی جائز ہے بلکہ فصیح اور بلیغ ریختہ تقلید ہے فارسی کی۔ حاصل معنی مصرعتین یہ کہ اگر دل تھمین نہ دیتا تو کوئی دم چین لیتا، اگر نہ مرتا تو کوئی دن اور آہ و فغان کرتا،

ملنا اگر نہین ترا آسان تو سہل ہے ۔۔۔ دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہین

یعنے اگر ترا ملنا آسان نہین تو یہ امر مجھے آسان ہے۔ خیر اگر ترا ملنا آسان نہین نہ سہی نہ ہم مل سکینگے نہ کوئی اور مل سکیگا، مشکل تو یہ ہے کہ وہی ترا ملنا دشوار بھی نہین جس سے تو بچا رہتا، ہر کوئی مل بھی سکتا ہے، ہجر کو تو ہم نے سہل سمجھ لیا تھا مگر رشک کو اپنے اوپر آسان نہین کر سکتے ۱۲

حسن اور اسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم ۔۔۔ اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیون

مولوی صاحب! کیا لطیف معنی ہین داد دینا۔ حسن عارض اور حسن ظن دو صفتین محبوب مین جمع ہین یعنے صورت اچھی ہے اور گمان اسکا صحیح ہے کبھی خطا نہین کرتا اور یہ گمان اسکو نسبت اپنے ہے کہ میرا مارا کبھی نہین بچتا اور میرا تیر غمزہ خطا نہین کرتا پس جب اسکو اپنے اوپر ایسا بھروسہ ہے تو رقیب کا امتحان کیون کرے، اور حسن ظن نے رقیب کی شرم رکھ لی ورنہ یہان معشوق نے مغالطہ کھایا تھا۔ رقیب عاشق صادق نہ تھا ہوسناک آدمی تھا۔ اگر یا سے امتحان درمیان آتا تو حقیقت کھل جاتی۔

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم ۔۔۔ میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

یہ مضمون کچھ آغاز چاہتا ہے، یعنی شاعر کو ایک قاصد کی ضرورت ہوئی مگر کھٹکا یہ کہ قاصد کہین معشوق پر عاشق نہو جائے، ایک دوست اس عاشق کا ایک شخص کو لایا

اور اُس نے عاشق سے کہا کہ یہ آدمی وضعدار اور معتبر ہے میں ضامن ہوں کہ یہ ایسی حرکت نہ کریگا خیر اُسکے ہاتھ خط بھیجا گیا۔ قضارا عاشق کا گمان سچ ہوا۔ قاصد مکتوب الیہ کو دیکھ کر والہ و شیفتہ ہو گیا کیسا خط کیسا جواب۔ دیوانہ بن کپڑے پھاڑ جنگل کو چل دیا۔ اب عاشق اس واقعہ کے وقوع کے بعد نظم سے کہتا ہے کہ غیب دان تو خدا ہے کسی کے باطن کی کسیکو کیا خبر۔ اسے ندیم مجھے کچھ کلام نہیں لیکن اگر نامہ بر کہیں مل جائے تو اسکو میرا سلام کہیو کہ کیوں صاحب تم لیا لیا دعوے عاشق نہ ہونے کے کرگئے تھے اور انجام کار کیا ہوا

جواب کا طالب

غالب ۱۲ جون ۱۸۶۳ء

امیر شعرا مولانا احمد حسین مینا مرزا پوری کے نام

جان غالب۔ کل تمہاری۔ دونوں غزلیں بعد اصلاح کے ڈاکخانے کے اندر بھیجوا دی ہیں مطلع تو تم نے میری زبان سے کہا ہے ؎

اداے یوسفی ہے لوٹ قاتل کے لڑکپن پر
سواد دیدۂ یعقوب کے دھبے ہیں دامن پر

اس زمین میں میری بھی غزل ہے اور ناسخ و آتش کی بھی غزلیں ہیں۔ دیکھی ہیں تم نے بہت بڑھ کر لکھا ہے۔ گردن کا قافیہ بھی مجھے پسند آیا ؎

مزا اک اُنکی وقت قتل مقتل میں یہ کہتی ہے
یہ اتنے خون ناحق جس سے اُٹھیں اسکی گردن پر

غرضکہ ساری غزل بے مثل و لاجواب ہے کیوں نہ ہو ابھی تمہارا شباب ہے، زمین شعر کو آسمان پر پہنچایا ہے، اس غزل میں تو تم نے جوانی کا زور دکھایا ہے۔

قصیدہ کا وعدہ نہیں کرتا اگر بے وعدہ پہنچ جائے گا تو لطف زیادہ آئے گا۔

اور اگر نہ بھیجیگا تو محل شکایت نہوگا۔ بندہ پرور! میرا کلام کیا نظم کیا نثر کیا اردو کیا فارسی کبھی کسی عہد مین میرے پاس فراہم نہین ہوا، دو چار دوستون کو اس کی فکر تھی وہ سودات مجھ سے لیکر جمع کرتے تھے سو اُن دوستون کا زمانہ غدر مین گھر ہی لٹ گیا نہ کتاب رہی نہ اسباب رہا پھر مین اپنا کلام نظم و نثر کہان سے لاؤن۔

مولوی فرزند علی صاحب آنگر کا کون شخص مشتاق نہ ہوگا حسن صورت اور حسن سیرت دونون اُنمین جمع ہین۔ فقیر تو اُن سے مل کر بہت خوش ہوا۔ آنکھین اُنکے حسن صورت سے روشن اور دل اُنکے حسن سیرت سے مسرور ہوگیا۔ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی مین یونہی خدمت گذاری کو حاضر ہون۔ جب چاہئے اپنا کلام بھیجدین۔ میرا سلام اور یہ پیام کہدیجیئے گا۔

تمہارے دیدار کا طالب

غالب ۱۳۔ جولائی ۱۸۶۰ء

بندہ پرور!

کل دوپہر کو آپ کے عنایت نامہ کے ساتھ ہی جناب آنگر کا مہربانی نامہ معہ غزل پہنچا آج جواب آپ کو لکھتا ہون۔ غزل مین نے دیکھی سوائے دو ایک جگہ کے کہین صلاح کی حاجت نہ تھی آج اس فن مین وہ یکتا ہین۔ خدا اُن کو سلامت رکھے۔ وہ بلا مبالغہ سراپا تصویر محبت ہین نظم تو نظم اُن کے نثر کے فقرے بھی قیامت ہین۔ اس دوبارہ عطیہ اور اس یاد آوری کا احسان مانا۔ میری جانب سے قدر افزائی کا شکریہ ادا کردیجیئے گا کہ حضرت نے اس ہیچمیرز ہیچدان کو قابل خطاب و لائق جواب سمجھا۔ مین دروغ گو نہین، خوشامدی خو نہین، غزل دیکھی، الفاظ متین، معانی بلند، بندش دلپسند مضمون عمدہ، سوائے دو ایک جگہ کے اور غزل بھر مین ایک نقطے کی بھی گنجایش نہ تھی صلاح

کیا دیتا بجنسہ واپس کرتا ہون۔

اب یہان سے روئے سخن حضرت انگر کی طرف ہے۔

قبلۂ حاجات، میرا حال کیا پوچھتے ہین۔ زندہ ہون مگر مُردے سے بدتر، جو حالت میری آپ اپنی آنکھون سے ملاحظہ فرما گئے تھے، اب تو اُس سے بھی بدتر ہے مرزاپور کیا آؤن، اب سوائے سفر آخرت اور کسی سفر کی نہ مجھ مین طاقت ہے نہ جرأت جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلبگار رہتا۔ بوڑھا ہون تو دعائے مغفرت کا خواہان ہون ؎

دم واپسین بر سر راہ ہے   عزیزو اب اللہ ہی اللہ ہے

سچ تو یہ ہے کہ قوت ناطقہ پر وہ تصرف اور قلم مین وہ زور نہ رہا طبیعت مین وہ مزا سر مین وہ سودا کہان۔ پچاس پچپن برس کی مشق کا کچھ ملکہ باقی رہ گیا ہے۔ اس سبب سے فن کلام مین گفتگو کر لیتا ہون۔ حواس کا بھی بقیہ میرے اس شعر کا مصداق ہے ؎

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
وہ عناصر مین اعتدال کہان

حوادث زمانہ و عوارض جسمی سے نیم جان ہون۔ اس سرائے فانی مین اور کچھ دنون کا مہمان ہون ؎

ہو چکین غالب بلائین سب تمام   ایک مرگ ناگہانی اور ہے

جب تک جیتا ہون نامہ و پیام سے شاد بعد میرے دعائے مغفرت سے یاد فرماتے رہئے گا۔ سانس میری زبان پر اکثر رہی رند کا یہ مطلع ؎

سانس دیکھی تن بسمل مین جو آتے جاتے   اور چرکا دیا جلاّد نے جاتے جاتے

میرے لئے سند نہین۔

بندہ پرور۔ لکھنؤ اور دہلی مین تذکیر و تانیث کا بہت اختلاف پائیگا۔ سانس میرے نزدیک مذکر ہے لیکن اگر اہل لکھنؤ اسے مؤنث کہین تو مین اُن کو منع نہین کر سکتا خود سانس کو مؤنث نہ کہون گا۔ آپ کو اختیار ہے جو چاہے کیجیے، مگر جفا کے مؤنث ہونے مین اہل دہلی و لکھنؤ کو باہم اتفاق ہے۔ کبھی کوئی نہ کہے گا جفا کیا،

چشم بددور حضرت کی طبیعت نہایت اعلیٰ اور مناسب اس فن کے ہے۔ اللہ نگاہ بد سے محفوظ رکھے

نجات کا طالب

غالب

دگر از خویشتم چہ بود تکلف برطرف

اینقدر دانم کہ غالب نام یارے داشتم

ہجوم غم سے فراغ نہین عبارت آرائی کا دماغ نہین، اگرچہ گوشہ نشین و خانمان خراب ہون لیکن بحسب رابطہ ازلی کثیر الاحباب ہون، اطراف و جوانب سے خطوط آتے ہین ادھر سے بھی انکے جواب لکھے جاتے ہین جو اشعار واسطے اصلاح کے آتے ہین بعد اصلاح کے بھیج دیے جاتے ہین۔

ان صاحبون مین سے اکثر ایسے ہین کہ مین نے اُنھین نہ اُنھون نے مجھے دیکھا ہے محبت دلی و نسبت روحانی سہی لیکن صاحبان بلا و درد دست کیا جانین میرا حال کیا ہے، ہفتاد و یک سالہ عمر کی کتاب مین سے فصل آخر کی حقیقت یہ ہے کہ دس پندرہ برس سے ضعف سامعہ و قلت اشتہا مین مبتلا ہوا اور یہ دونون علتین روز افزون ہین حس حافظہ کا نقصان علاوہ جون جون عمر بڑھتی گئی یہ امراض بھی بڑھتے گئے مختصر

اب سامعہ کا حال یہ ہے کہ ایک تختہ کاغذ کا مع دوات و قلم سامنے دھرا رہتا ہے جو دوست آتے ہیں پرسش مزاج کے سوا اور کچھ کہنا ہوتا ہے وہ لکھ دیتے ہیں میں اُن کی تحریر کا جواب زبانی دیتا ہوں۔ غذا کی حقیقت یہ ہے کہ صبح کو آٹھ دس بادام کا شیرہ۔ دوپہر کو سیر بھر گوشت کا پانی، دو گھڑی دن رہے دو یا تین تلے ہوئے کباب، نسیان حد سے گزر گیا۔ رعشہ دوران و ضعف بصر یہ یاران نو آمدہ میں سے ہیں میر تقی مرحوم کا مطلع ورد زبان ہے

مشہور ہیں عالم میں مگر ہوں بھی کہیں ہم　　القصہ نہ در پے ہو ہمارے کہ نہیں ہم

خط بکس میں یا کتاب میں رکھ دیتا ہوں اور بھول جاتا ہوں آگے لیٹے لیٹے خط لکھتا تھا اب رعشہ یوں بھی نہیں لکھنے دیتا۔ صاحب اکمل الاخبار و صاحب احسن الاخبار جو بعض مجھ سے ملتے جلتے رہتے ہیں اور میرا حال جانتے ہیں از روے مشاہدہ میرے کلام کی تصدیق کر کے اسی اختلاف کو اپنے اخبار میں چھاپا ہے کل دیگر صاحبان مطبع اور راقمان اخبار اگر اسی عبارت کو اپنے اخبار کے اوراق میں درج کرینگے تو فقیر اُن کا احسان مند ہوگا۔ اس نگارش کی شہرت سے مقصود یہ ہے کہ میرے احباب میرے حال سے اطلاع پائیں اگر خط کا جواب یا اصلاحی غزل دیر میں پہونچے تو تقاضا اور اگر نہ پہونچے تو شکایت نہ فرمائیں میں دوستوں کی خدمت گزاری میں کبھی قاصر نہیں رہا اور خوشی و خوشنودی سے کام کرتا رہا جب بالکل نکما ہو گیا تو اس باقی نہ طاقت پھر اب کیا کروں بقول خواجہ وزیر ؎ میں وفا کرتا ہوں لیکن دل وفا کرتا نہیں

نوٹ:۔ یہ خط ہمارے محترم دوست سید مقبول حسین وصل بلگرامی سے ملا تھا جس سے کہ کتاب میں دینا چاہا۔ اصل خط حضرت وصل کے پاس موجود ہے غالباً مرزا مرحوم کا یہ آخری خط ہے جناب وصل کو ... صاحب سے ... یہی فرماتے تھے اور میرا بھی یہی خیال ہے۔　　مؤلف

اگر کسی صاحب کو میری طرف سے کچھ رنج و ملال ہو تو خالصاً للّٰہ معاف فرمائیں۔ اگر جوان ہوتا تو احباب سے دعائے صحت کا طلبگار ہوتا۔ اب جو بوڑھا ہوں تو دعائے مغفرت کا خواہان ہوں۔

غالب

گمان زیست بود بر منت ز بیدردی

بدست مرگ ولے بدتر از گمان تو نیست

مجھے زندہ سمجھتے ہو جو نظم فارسی کی فرمائش کرتے ہو۔ غنیمت نہیں جانتے کہ مُردہ کچھ کلام نہیں چاہتے جیتے جی اگر چھپ گیا پر دیکھئے کب چھپے گا۔ اُس کے ملنے تک کیا ہوگا۔ اور اگر ملے تو میرا کیا کام نکلے گا۔ قطع نظر اس امر سے اس وجہ قلیل کو کس بستی میں بیٹھ کر کھاؤں گا۔ یہ شہر اب شہر نہیں قبر ہے۔ قصیدے کے اشعار ابھی کیوں بھیجو۔ جب زیب انطباع پا چکے تب ایک نسخہ تم کو بھیجا جاوے گا جس میں بعد توطیہ و تمہید آغاز مئی ۱۸۵۷ء سے اپنی سرگذشت لکھی ہے۔ اور بقیہ بہ اقتضائے مقام وقائع بھی اس میں درج کئے ہیں تشبیہ و التزام مالا یلزم عربی رکھا ہے یعنی عبارت فارسی بے آمیزش لفظ عربی لکھی ہے۔ اور فارسی بھی وہ فارسی قدیم کہ جس کا اب پارس کے بلاد میں بھی نشان نہیں یا ہندوستان چھ سات جز چالیس صفحہ لکھ چکا ہوں۔ انام میں انتظار یہ ہے کہ پنشن کا مقدمہ طے ہو چکے۔ ملے یا جواب ملے اور میں بہرحال کسی جگہ اقامت گزیں ہو لوں ہاں اس کے وقوع تک جو کچھ قابل تحریر جوانب و جانب سے معلوم ہوگا۔ وہ ناچار لکھ دونگا۔ یہاں کوئی چھاپہ خانہ نہیں ہے آگرہ جا کر بند و بست کروں گا تو بعد اختتام اس کو تمہارے پاس بھیج دوں گا تاکہ ہزار جلد منطبع ہو کر چھپے ہوئے تمام ہندوستان میں پھیل جائیں۔

گر صاحب دلے روزے بہ رحمت

کند در حق این مسکین دعائے

شیرزمان خان اپنے باپ کی رہائی کی فکر میں میرٹھ گئے ہیں، اس واسطے کہ وہ غریب یہاں کی حوالات میں سے تحقیقات کے لیے وہاں بھیجا گیا۔"

غالب بے نوا

یکشنبہ ۱۸ جولائی ۱۸۵۸ء

نوٹ

یہ خط رسالہ "تصویر جذبات" ماہ فروری ۱۹۲۲ء سے نقل کیا گیا اس کے ایڈیٹر سید احمد عزیز کیفی تحریر فرماتے ہیں کہ میرے جد امجد اور مرزا غالب مرحوم کے درمیان نہایت مخلصانہ تعلقات تھے۔ مگر افسوس ہے ایڈیٹر صاحب نے اپنے جد امجد صاحب کا نام نامی نہ تحریر فرمایا۔ (مؤلف)



خدائے سخن حضرت امیرؔ مینائی کے خطوط
میر حسن خان صاحب دلؔ شاہجہانپوری کے نام

رام پور۔ ۱۲ مئی ۱۸۹۵ء

مجی۔ سلام مسنون۔ دعا مشحون۔ بہت سے مہربانی نامے آپکے آکر باعث شکر گذاری ہوئے۔ رنجوری و معذوری نے مجھے جواب دینے سے محروم رکھا۔ اس وقت ۲۵ اپریل کا کارڈ پیش نظر ہے۔ اس کا جواب سنیئے۔ چلمن نہ فارسی ہے نہ عربی اسکی طرف اضافت فارسی کی ہرگز جائز نہ ہوگی "جانب متھرا" کی نظیر اسکے لیے سند نہیں ہو "متھرا" علم ہے شہر کا نام ہے۔ اسکا ترجمہ فارسی عربی میں کیا ہوگا۔ لہذا یہی لفظ ترکیبوں کے ساتھ بے تردد باندھا جائیگا۔ آپکے مطلع میں جسمیں "پس چلمن" ہو یوں اصلاح ہو سکتی ہے۔

دلِ صد چاک میں دیکھا رُخِ روشن اُنکا ہم نے نظارہ کیا ڈال کے چلمن اُن کا

آپ ہر خط میں اپنی غزل طلب کرتے ہیں۔ آج میں نے امکان بھر تلاش کی نہیں ملی ورنہ دیکھکر بھیجتا۔ مختلف کلام کثرت سے جمع ہو اسمیں نہیں معلوم بے ترتیبی سے ادھر اُدھر ہو گئی جواب ڈھونڈنے سے نہیں اتی۔ اطلاعاً آپکو لکھا

امیرؔ فقیر

رام پور۔ ۶ نومبر

محبا من السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکے بہت سے مہربانی نامے آچکے افسوس ہو کہ مجھے جواب لکھنے کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔ کلام دیکھنے کا کیا ذکر ہے جن

محجوب اور معذور خواہ ہون۔ جس بول کے دردون نے بالکل چور کردیا ہو کوئی کام نہین ہو سکتا۔ ہو سکے گا تو مین آپکی غزلین ضرور دیکھونگا۔ آپ مہربانی مین کمی نہ کیجیے اپنی خیریت سے مسرور کرتے رہیے اور مجھے اپنا دعاگو سمجھیے۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۲۱ دسمبر

محبی۔ سلام مسنون۔ آپکے اکثر مہربانی نامے آئے مین اپنی معذوری کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ جس بول کا دورہ سخت پڑا جسمین دو مرتبہ قاثاطیر سے کام لینا پڑا خون کئی روز تک آیا۔ اب اللہ کی عنایت سے افاقہ ہے۔ اُمید ہے کہ آپ اپنی خیریت سے مسرور کرتے رہینگے اور ادھر سے جواب مین تاخیر ہو تو مجھے رنجور و معذور سمجھکر بے التفاتی پر محمول نہ کرین۔

امیر فقیر

رامپور۔ ۲۹ جولائی

محبی و مشفقی۔ سلام مسنون۔ مدت کے بعد آج آپکی غزلین دیکھنے کی نوبت آئی۔ معاف کیجیگا۔ مین بیمار تھا۔ ایک دنبل سنے جوران مین نکلا تھا مجھے بستر معذوری سے اُٹھنے نہ دیا۔ آپکے بہت سے عنایت نامے آئے سخت انفعال ہے کہ جواب نہ دیسکا۔ اللہ تعالیٰ آپکو خوش رکھے۔ اور دلنوازی کی توفیق اس سے زیادہ عطا فرمائے حافظ صاحب کی خاص غزل دیکھکر بہت جی خوش ہوا اگر مجھے مصرعے لگانیکی فرصت اور اطمینان کہان، آپ حافظ صاحب کی خدمت مین میرا حال تمام و کمال عرض کردیجیے کہ وہ کسی طرح ناخوش نہ ہون۔

امیر فقیر

رام پور - ۱۵ ستمبر

مجی - سلام مسنون دعا مشحون جس روز آپ کی غزل آئی، اُس کے دو روز قبل مجھے حبس بول کا دورہ سخت پڑ چکا تھا - قاطیر کی سخت اذیت اٹھانا پڑی - اس اذیت کا اثر اب تک رہا - اس کی بھی نوبت نہ آئی کہ آپ کا خط دیکھ کر معلوم کرتا کہ غزل کب تک آپ کو درکار ہے - آج کسیقدر سکون ہوا تو آپ کی غزل دیکھی مگر نہایت افسوس ہوا کہ مشاعرہ کا وقت نکل گیا - مجبوری و معذوری کی وجہ سے تاخیر ہوئی - آنعزیز کی سعادت سے پوری امید ہے - میری طرف سے اپنے ماموں صاحب کی خدمت مین سلام شوق انضمام عرض کیجیے - علی آقا تسلیم رسان ہین -

امیر فقیر

رام پور - ۲۲ ستمبر

مجی - سلام مسنون - غزل آپ کی دیکھ کر بھیجتا ہون مجھے اس زمانہ مین حبس بول کے متصل دورے پڑے - قاطیر کی بار بار اذیت اٹھانے مین بالکل چور ہو گیا - یہی وجہ ہے کہ آپ کی غزل دیکھنے اور آپ کے خطوط کا جواب دینے مین تاخیر ہوئی - زمین بہت تنگ تھی - اسپر بھی آپ نے زیادہ شعر کہے اور اچھے کہے - عیوب سے پاک کرنے کی نظر سے کچھ شعر نکال کر مختصر رہ گئے - اب بھی ۷ شعر ہین بہت ہین -

تیرون کا گنجان ہو کر بیٹھنا - زبان نہین ہے - درخت آبادی و خط کی نسبت گنجان کہا جاتا ہے - بہت سفید قسم اعلی قند کی، چائے کے واسطے ضرورت ہے معلوم نہین آجکل شاہجہان پور مین اس کا نرخ کیا ہے - آپ تحقیق کر کے لکھیے - بلکہ تھوڑا اسا قند

بطور نمونہ کے بھیجئے تاکہ آیندہ بقدر حاجت بھیجنے کی آپ کو تکلیف دیجائے۔

امیر فقیر

رام پور - ۱۲ مارچ ۱۸۹۹ء

سعادت خمیر پیارے ضمیر - اللہ تعالیٰ تمہاری عمر و اقبال و سعادت مندی و کمال میں برکت دے - محبت و اخلاص سے لبریز تمہارا پیارا خط اس وقت آیا اور مجھے محظوظ کیا - اس کا مجھے بھی افسوس ہے کہ نور چشم مسعود احمد تم سے اپنا وعدہ پورا کئے بغیر شاہجہانپور سے واپس آئے - ان کو اس میں سخت معذوری و مجبوری پیش آئی - شاید آپ نے بھی سنا ہوگا کہ حضرت مولانا محمد شاہ صاحب کی طبع ہمایون دفعۃً سخت ناساز ہو گئی ہے ضیق النفس کا سخت دورہ پڑا کہ وہ جلسہ ندوہ میں بھی شریک نہ ہو سکے اور دُور از حال ایسی حالت ہوئی کہ قبل اختتام ندوہ اُن کو اور اُنکے رفقا کو وہاں سے واپس آنا پڑا ایسے ممکن نہ تھا کہ مسعود احمد جناب مولانا سے ایسی حالت میں جدا ہو کر وہاں رہ جاتے اور آپ سے مل کر آتے - انکو خود بھی انتہا کا افسوس ہوا اور کمال نجالت ہے - لیکن انکی معذوری ہر طرح قابل قبول اور انکا اس طرح چلا آنا ہر گونہ قابل عفو ہے - زیادہ تر تاسف یہ ہے کہ جناب قبلہ حافظ صاحب کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکے جنکی شرف ملازمت کا میں بھی آرزومند ہوں - اللہ تعالیٰ اُن کے مقدس انفاس میں برکت دے انکی شفقت بزرگانہ اور تمہاری محبت مخلصانہ کا میں تہ دل سے شکر گزار ہوں - بعد زادے کے لئے جو شیرینی تیار کرائی گئی اور تہنیت نامہ فنے آیا اس کا شکریہ میری طرف سے قبول کیا جائے جناب حافظ صاحب کی خدمت میں میری یہ تحریر پیش کر دو اور میری طرف سے اور مسعود احمد کیجانب سے سلام نیاز مع احترام بکمال خلوص عرض کرو - زیادہ کیا عرض کروں - غالباً مسعود احمد بھی معذرت آپ کو لکھیں گے - محبی منشی محمد ظہور رضا خانصاحب سے میرا سلام نیاز۔

تمکو مسعود احمد آپ سب صاحبو نکے حسن اخلاق کے نہایت معترف ہین مرے امراض کی حالت بدستور ہے اللہ تعالے کا ہر حال مین شکر ہے۔ اپنی خیریت سے جلد جلد مطمئن کیا کرو۔ والسلام

امیر فقیر

رامپور ۲۴ جولائی ۱۸۹۶ء

مجی ضمیر سلمکم اللہ القدیر۔ پندرہ بیس روز ہوئے ہونگے کہ ایک نوجوان کشیدہ قامت کو لون کے تاجر شاید عبد القدیر اُن کا نام ہے شعر بھی کہتے ہین۔ اور اس تجارت کا کارخانہ ان کا رونق دہ ہے یہان کسی سوداگری طلب سے کولے لائے تھے اور مجھ سے ملکر کچھ شعر اپنے سُنائے تھے تمھاری خیر و عافیت بھی مین نے اُن سے پوچھی تھی۔ غالب ہے کہ ان سب پتون سے تم اُن کو پہچان لو گے۔ ان سے ملکر میری طرف سے لکھو کولے بھیجنے کا وعدہ روانہ ہوا۔ اب فی الفور حسب وعدہ بیچے املی کے کولے جو پکتے نہون میرے پاس پہنچا دین مین نے اُنکے بھروسہ پر یہان کولون کا بندوبست نہین کیا۔ جو وہ کہین اور جو بات قرار پائے اُس سے مجھے مطلع کرو۔ اپنے بزرگونکو میری طرف سے سلام مسنون پہنچاؤ فقط

امیر فقیر

رامپور۔ ۱۳ اکتوبر ۱۸۹۵ء

عزیز از جان منشی ضمیر حسن سلمکم اللہ تعالے۔ دعائے صلاح و فلاح دارین محبت نامہ سعادت شمامہ آیا شکر کی تھیلی بھی پہونچی دونون نے مرہون منت کیا حق تعالے سعادت و لیاقت کے ساتھ تمکو شاد و آباد رکھے اور عمر و اقبال مین برکت دے ۵

ازدست آستین بینوا ناید ہیچ — جز آنکہ بصدق نالہ دعائے بکند

مجمع محاسن خاندان کریم و محترم محمد ظہور خان صاحب کی خدمت گرامی درجت مین سلام مسنون و اخلاص مشحون پہونچے۔

امیر فقیر

رام پور۔ ۱۹ دسمبر ۱۸۹۵ء

محب دلنواز۔ السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ نامہ محبت طراز مورخہ ۱۴ دسمبر معہ بلٹی موصول ہوا۔ اور قند کا پارسل بھی پہنچکر باعث منت پذیری ہوا۔ آپکی عنایت و محبت اور اس تکلیف فرمائی کا مین تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہون۔ میری طبیعت اس زمانے مین بہت ہی نادرست رہی اور اب بھی وہی حال ہے۔ آپکا پارسل آیا ہوا رکھا ہے ہنوز کھولنے کی نوبت نہین آئی۔ ذری طبیعت کو سکون ہوئے تو اُسے کھلوا کر دیکھون اور پسند آنے پر جسقدر حاجت ہو آپکو لکھون۔ بہ نظر رفع فکر یہ چند سطرین مین نے اسوقت لکھی ہین آپ اپنی خیریت سے خیر طلب کو ہمیشہ مسرور کیا کیجیے جناب مکرمی حافظ صاحب کی خدمت سراپا برکت مین میرا سلام نیاز انضمام اور دعائے صحت کا شکریہ ادا کیجیے اور تضمین کی نسبت میرے امراض کی حالت ظاہر کر دیجیے۔

کارڈ ۱۰ فروری کا جواب بلاحظہ ہو ٹھیٹھی ہندی ہے۔ دامن نکلنا۔ گریبان نکلنا۔ آستین نکلنا ہر ایک صحیح ہے کسی کا شعر ہے۔

گریبان کو مین روکون یا سنبھالون اپنے دامن کو — بڑی مشکل تو یہ ہے ساتھ ہی دونون نکلتے ہین

محبی عزیزی حافظ جلیل حسن آداب رسان ہین۔

امیر فقیر

لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی مرحوم کے خطوط حضرت محشر لکھنوی کے نام

پرتاب گڈھ بنگلہ سید عشرت حسین صاحب ڈپٹی کلکٹر۔ ۲۵ جنوری ۱۹۱۵ء

میرے پیارے دوست! اللہ کے حفظ و امان میں رہیے۔ آپ کے ناسازی مزاج کا افسوس ہوا الحمد للہ اب طبیعت رو بصحت ہے۔ دل نہ مانا کر زبانی الحمد للہ پر معاملہ ختم ہو دس روپے نوٹ اتفاقاً کسی ضرورت سے ہاتھ میں تھا۔ ایک لفافہ میں رکھ کر بلا رجسٹری بھیجتا ہوں۔ آپ کے ہمنشین میں سے کوئی صاحب مجھے مرہون منت فرمائیں گے کہ شیرنی منگا کر آپ کے صحت کے شکریہ میں نیاز دیدیں یا کسی مستحق کی نذر کریں آپ کے اظہار محبت نے دم بھر کیلئے زندگی کو لذیذ کر دیا ورنہ کچھ نہ پوچھیے کیا گزرتی ہے ؎

گو مجھ میں ہے بلاغت گو شعر با اثر ہیں
لیکن مرے مصائب مجھ سے بلیغ تر ہیں

گل سے پوچھو کس انتظار میں ہو
غنچہ کو تو ابھی سنورنا ہے

حضرت نوح یہ شعر لکھ گئے ہیں ؎

اس قدر زیست سے بیزار کیا ہے غم نے
ملک الموت نے پایا مجھے مشتاق اپنا

قومی شعر سننا چاہیے تو شاید اسکو پسند کیجیے ؎

زر دیا زر دہی میں تو کیا اب پیچ
ہاتھ بھی تھے خدا زبان کے ساتھ

نوٹ پہنچے تو رسید لکھیے گا۔ اگر کسی غریب پوسٹمین نے اڑا لیا جب بھی صدقہ سمجھوں گا۔

اکبر

الہ آباد - ۵ فروری سنہ ۱۹۲۱ء

مکرمی - آپکی یادآوری سے زندگی کا کچھ احساس ہو جاتا ہے ورنہ مین تو اس کا مصداق ہو رہا ہون -

حضرت اکبر نہین معلوم ہین کس سوچ مین ۔۔۔ زندگی سے ہو چکے رخصت مگر مرتے نہین

ارادہ ہے کہ جلد لکھنؤ آؤن بمسرت دیدار حاصل کرون - افسوس ہے کہ علالت اور ناتوانی نے بہت معذور کر دیا ہے - ہر شب نہین تو اکثر شبین ایسی ہوتی ہین کہ شب آخر سمجھتا ہون - حال مین آپ کے چند اشعار کسی اخبار مین پڑھے - اور بیساختہ حسن بندش اور شوکت الفاظ کی داد دی -

اکبر حسین

الہ آباد ۱۷ فروری سنہ ۱۹۲۱ء

میرے سب پہلے عنایت فرما آپکی یادآوری سے تھوڑی دیر کے لیے جی اٹھتا ہون ورنہ مدت گذری کہ مر رہا ہون ، غالباً اس عشرت کدہ مین آپ کا بھی دل ابھی آپکو مضطرب کر رہا ہو اور آپ مجھکو یاد فرمایا کرتے ہین کلیات حصہ سوم کے مسودہ کو اٹھا کر بلا انتخاب دو چار شعر نقل کیے دیتا ہون صرف تعمیل ارشاد ہے - ورنہ مین کیا میرے شعر کیا -

بلبلے چھتے ہین وہ مجھے دیکھ کے اچھے تو ہیں ۔۔۔ زندہ ہین سانس لیے جاتے ہین ابھی جیتا ہین
خوب اکبر نے یہ اڑا ئی تان ۔۔۔ دین آنکھ اور نہ سب کان
اپنی ہی عقل کو خدا سمجھے ۔۔۔ بیوقوفی اسی کو کہتے ہین
غم خانہ جہان سے آگاہ ہو چکا ہون ۔۔۔ انھون سے ملی بھرا ہے کتنو کو دو چکا ہون

تمیزی کاموں کے گو ہیں قاعدے
قاعدوں کا قاعدہ کوئی نہیں
جو حقیقت اسکی ہے وہ قاعدہ
بحث کیجیے فائدہ کوئی نہیں
اب اپنے دل کو بجز غم کے کوئی راہ نہیں
خدا کا شکر ہی ہے کہ غم گناہ نہیں

خاکسار اکبر

الہ آباد - ۲۵ جون ۱۹۲۷ء

کرمی، خدا آپ کو تندرست رکھے کہ مجھ کو اس محبت سے یاد فرماتے ہیں۔ اپنا حال کیا لکھوں۔

ہوتی ہے مری مزاج پرسی
شاید اب تک میں جی رہا ہوں
خدا کا یہ شکر ہے کہ ہوں راضی
انکا دیر پڑ چکی تھی کہ ہو گئے ماضی

انسانی زندگی

دام فنا میں پھنسنا اور عمر ختم کرنا
بے اختیار جینا بے اختیار مرنا
غوغائے خلق سننا اور خود بھی غل مچانا
پھر آنکھ بند کرنا اور اپنی راہ لینا
اک بزم میں یہاں غم بے زنگار تھا
سب نے کہا کہ آپ بھی تشریف لے چلیے
تجھ سے پوچھیں ہے بجز یہ عرض کر دیا
مختصر اگر پڑا ہو تو آنکھیں نہ کھولیے

خاکسار اکبر

الہ آباد - ۲۰ جولائی ۱۹۲۰ء

کرمی، السلام علیکم۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ شعر آپ کا حصہ ہے۔ غفلت کی بات اندھیری رات۔ جوانی اور غفلت، شب گیسو اور ظلمت۔ غرض یہ کہ آپ نے ساتھ شاعری کی داد دی ہے آپ نے شعر کی فرمائش کی ہے۔ ابھی اپنے ہی شعر کے مزے لیجیے اور

لینے دیجیے پھر عرض کروں گا

آپ کی محبتوں کا ممنون
اکبر حسین

الہ آباد ۱۳ جولائی ۱۹۱۵ء

مکرمی سلمہ اللہ تعالیٰ انشاء اللہ آخر جولائی میں لکھنؤ آنے کی کوشش کروں گا

آپ ہی ایسے دو ایک مخلصین رہ گئے ہیں ورنہ دنیا میں میرے لیے متعلق دلچسپی نہیں۔

عمر کم رہ گئی دلکش کوئی مضمون نہیں
اب بڑھاپے میں مجھے [illegible]
رمضان میں جو ہے صوم سے محروم کہا
ملائے آنکھ بھی [illegible]

الٰہی یہ چمن دہر مجھ پہ بار نہ ہو
دکھائے دور سے رنگت مگر بہار نہ ہو
بلا گئی ہے جوانی تو روک لی ہے ترنگ
نہ پی شراب اگر موسم بہار نہ ہو
گلہ جہر کا کیوں کر سکو جو نے اکبر
سکوت ہی ہے مناسب جب اختیار نہ ہو

ہمدم صاحب کو دقت سے کچھ نہیں بھیج سکا

کیا بتاؤں سخن جو شعر بنانے سے
خود سمجھ سکے نہ ہی معنی جو [illegible]

نیاز مند اکبر

الہ آباد - ۱۹ جنوری ۱۹۱۶ء

میرے پیارے عنایت فرما - آپ ہی ایسے دو چار دوستوں کی یاد آوری سے
کچھ حلاوت زندگی باقی ہے ورنہ منتظر و مشتاق اجل بیٹھا ہوں۔

جوانی تو نے اپنے واسطے ہم کو اٹھایا تھا
بڑھاپا تو اٹھا لے اب خدا کے واسطے ہم کو

زندگی باقی رہی۔ حواس درست رہے۔ توانائی پائی تو ضروری یا مارچ میں ملنے کی امید ہے
اللہ آپکو خوش رکھے۔

اب تک ہی انھیں حالتِ سابق کا تصور
یاروں نے مرا خانۂ ویراں نہیں دیکھا

جب مادہ غائب ہو گزرے ہوئے کمالات سے
شمعوں کی طرح لمپ کو گریاں نہیں دیکھا

غفلت میں تو پیری بھی نظر آتی ہے خودبیں
عبرت میں جوانی کو بھی نازاں نہیں دیکھا

اکبر

الہ آباد - ۱۱ مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے محشر صاحب - پچھلے مطبوعات میں آپکی نظمیں بہت دلکش اور بامعنی نظر آتی ہیں - اللہ یہ بلند خیالی مبارک کرے - یاد آوری کا شکرگزار ہوں - اس سے لذت یاب ہوتا ہوں کہ آپکے دلمیں میری جگہ ہے ضعف اور ناتندرستی کی وجہ سے قابل سفر نہیں ہوں -
بہت کچھ کہہ چکا اب کیا کہوں -

ارمان بقدرِ طاقت ہمت نکل رہا ہے
توپیں بھی چل رہی ہیں جوتا بھی چل رہا ہے

لیکن رہا ہے سالک دلمیں یہ بات سوچا
اُس تقویت پہ اُٹھوں انجمنِ موچی

اکبر

الہ آباد - ۲۲ مارچ ۱۹۲۰ء

میرے مکرم - یاد آوری کا شکرگزار ہوں ناتندرستی کی وجہ سے پرتاب گڑھ نہ آ سکا
کل ارادہ ہے، ممکن ہے کہ لکھنؤ بھی پہونچ سکوں -

حادثے اپنے طریقے سے گزرتے ہی رہے
کیفیتِ اشیا پہ ہم تحقیق کرتے ہی رہے

صفحۂ ہستی پہ آخر کس قلم کی ہے روش
نقش مٹتے ہی رہے لیکن اُبھرتے ہی رہے

انتظار آخر اجل سے کر گیا یاں ہمکنار | چشم بد دور آپ اپنے گھر سنورتے ہی رہے
آتش غم سے رہی سینہ کی منزل شعلہ بار | حضرت دل باوجود اسکے ٹھہرتے ہی رہے

کچھ دیکھتا نہیں میں دل زار کیلیے
جو کچھ یہ ہو رہا ہے سب اخبار کیلیے

اکبر

الہ آباد - ۱۷ مارچ ۱۹۲۱ء

پیارے عنایت فرما۔ الطاف نامہ کا شکرگزار ہوں۔ علالت کی سختیوں نے نشاط خاطر سے محروم کر دیا ہے۔ دعائے خیر سے یاد فرماتے رہیے۔ دل تو چاہتا ہے کہ آؤں اٹھ بھی تو سکوں، بہت محتاج خدمت ہو گیا ہوں، غذائے موافق کا انتظام مشکل ہو گیا ہے۔

ابھی ذہن میں آیا

میں تو سمجھتا ہوں کہ بس اب مرا
لوگ کہتے ہیں ابھی دیر ہے

اکبر

الہ آباد - ۱۳ اگست ۱۹۲۱ء

برادرم سلمہ اللہ تعالیٰ۔ افسردگی طبع روز افزوں ہے، شاید کچھ کہا بھی ہو تو یاد نہیں

پہلے تنہائی سے گھبراتا تھا میں
زندگی سے اب تو گھبرانے لگا

ارادہ ہے کہ آخر اگست میں لکھنؤ میں حاضر ہو جاؤں۔

آپکی محبت و یاد آوری کا ممنون

اکبر



الہ آباد ۔ ۳ جون ۱۹۲۱ء

مکرمی ۔ یہ مصرعہ آپ نے خوب لکھا ہے گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل بس یہی میرا حال ہے

محفل میں بے سود و خامشی موجبِ شک ۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

صاحب کا بھی وقت [illegible] کا ہے ۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل

دیکھئے نظر پہنچے ہے کھیل باغ کا صیاد کو ۔ موسمِ گلزار میں بلبل کو چپ ہونا پڑا

زندہ رہا تو آخر جولائی یا اگست میں اُمید ملاقات ہے۔

خاکسار

اکبر

مؤلف کے نام

الہ آباد ۔ [illegible] جون [illegible]

حضرت صفدر ۔ آپ نے مدت کے بعد کروٹ لی میں تو سمجھا تھا کہ حافظ سلمہ کی طرح آپ نے بھی بیرخی اختیار کی میں جب کسی رسالہ یا اخبار میں آپکا کلام دیکھتا ہوں دلچسپی سے پڑھتا ہوں ۔ مومن مرحوم کی طرح میں بیٹھے شب ہجران قافیہ میں آپ کا شعر مجھے بہت پسند آیا ۔ اللہ کرے حُسن رقم اور زیادہ ۔ زندہ رہا تو لکھنؤ میں آپ سے جلد ملونگا۔

دعاگو

اکبر



امیر الانشا دبیر الملک سید علی اصغر صاحب ناظم ریاست ٹونک کے خطوط مؤلف کے نام

(۱)

مکرمی۔ میرے خط کے جواب میں آپکا عنایت نامہ اور مرقع ادب کا دوسری [illegible] ساتھ ساتھ ایک ہی دن کی ڈاک میں مجھے ملے [illegible] ہوں اگرچہ میں ایک کثیر المشاغل آدمی ہوں لیکن اُس عقیدت کی بنا پر جو مجھکو ان حضرات کے ساتھ ہے جن کے بعض خطوط مرقع ادب میں درج کئے گئے ہیں۔ میں نے اسکے مطالعہ کے لئے وقت نکالا اور اسکو دیکھا۔ میری یہ رائے ہے کہ مرقع ادب ترتیب کی حیثیت سے اپنی نوعیت کی پہلی تالیف ہے۔ کتاب لٹریری خوبیوں سے مملو ہے اور ہر ایک خط جو اسمیں ہے ادبی محاسن کا ایک بہترین نمونہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ حضرات جو ادب القلم کی [illegible] کے شیدائی [illegible] مٹے ہوئے ہیں آپکی نظر انتخاب کے ممنون ہونگے۔ ملک آپکی مساعی کی قدر کریگا اور وہ حضرات جو لٹریری جواہر کے [illegible] ہیں آپکی [illegible] یا [illegible] ہونگے۔ ٹونک اور ٹونک کے باہر اسکی اشاعت کے لئے میں کوشش کرونگا اور خود اسکے دوسرے حصے کے شایع ہونے کا میں منتظر رہونگا۔ والسلام

سید علی اصغر ناظم ٹونک ۔ ۲۰ مارچ ۱۹۱۵ء

مکرمی۔ عنایت نامہ ملا۔ میرا ارادہ نہ تھا لیکن آپ کا لطف مجبور کرتا ہے کہ کچھ اور خطوط بھیجتا ہوں۔ یہ صرف آپکی فرمایش کی تعمیل ہے۔ اسکا میں ذمہ دار نہیں کہ جو کچھ بھیجا ہے وہ آپکے معیار انتخاب کے مطابق بھی ہو۔

یہ آپکا ایک عمدہ خیال ہے کہ مرقع ادب کے حصہ دوم کو اسکی ضخامت سے

پہلے آپ مجھے دکھانا چاہتے ہین۔ لیکن عدیم الفرصت تو پہلے بھی کم نہ تھا مگر اب علاوہ اسکے ہے کہ گرمی کا موسم ہے اور کوہستان کی گرمی۔ قیامت کی گرمی ہے۔ جبتک مینہ کے برسنے سے طبیعت مین روانی نہ آئے اس قسم کے مشاغل کو اٹھا رکھیے۔ جس کتاب کی تالیف آپکے نام سے منسوب ہو اُسکی خوبی کی یہی ضمانت کافی ہے کہ آپ اُسکے مؤلف ہین۔

آپ بھی اچھے اور آپ کا کلام بھی اچھا ہے لیکن پھر بھی دیوان کی اشاعت کے بارہ مین میری جو رائے ہو اُسکے اظہار سے مجھکو افسوس ہوتا ہے۔ یہ مین بھی جانتا ہون اور آپ مجھسے بہتر جانتے ہین کہ شاعری کا مذاق گردش روزگار مین پل رہا ہے۔ خدا جانے یہ جدید شاعری کیا بلا ہے کہ اسکے آگے بیچاری قدیم شاعری کی کوئی بات بھی نہین پوچھتا یہ تو عام مذاق کی حالت ہے۔ اب آپ خود ہی سوچ لیجیے کہ دیوان شایع ہو تو اُسکے قدردان کہان سے آئینگے۔ والسلام

سید علی اصغر ناظم ٹونک۔ راجپوتانہ

۲۳ مئی ۱۹۱۰ء

مولوی عبدالحی صاحب شہاب مقیم علیگڑھ علاقہ ٹونک کے نام

کیون صاحب۔ کیا مراسم اتحاد اسی کے مقتضی ہین۔ یہ بیزاری اور اسقدر خفگی۔ مدتون خط نہین لکھتے۔ بڑے بیمروت ہو۔ فرمایئے تو یہ کاہلی کیون ہے اور اسقدر تغافل کس لیے۔ اُلفت گواہ اور محبت شاہد ہے کہ آپکی خبر سننے کے لیے کان ہمیشہ متعلق رہتے ہین اور منتظر آنکھین آپکے خطون کا بیچینی سے انتظار کیا کرتی ہین مگر آپ نے وہ سکوت اختیار کیا کہ الامان۔

مین عنقریب ایک تقریب کی وجہ سے ٹونک آنیکا ارادہ کر رہا ہون اُسوقت

آپ اور مین، مین اور شکایت، آپ اور انفعال ؎

مرے دلمین ہی غالب شوق وصل و شکوہ ہجران ۔ خدا وہ دن کرے تم سے جو مین یہ بھی کہون وہ بھی

مولوی علی ظفر صاحب سے مین سرہوین شریف کے جلسہ مین دہلی مین ملا تھا اور اُن کا

وہ مضمون بھی مین نے دیکھا جو اُنھون نے "وجود ممکن" کے عنوان پر لکھا ہے۔ مضمون کا

طرز استدلال اگرچہ محققانہ ہی۔ مگر انداز بیان مین شگفتگی کم ہے۔ اُسی کو دیکھکر مجھے بھی خیال

ہوا ہی۔ اور اسی موضوع پر مین نے بھی کچھ لکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ دیکھنے والے

کیا کہتے ہین۔ والسلام

علی اصغر

پیرزادہ احسان اللہ خان صاحب جاگیردار نرمانہ کے نام

نیماہیڑہ۔ علاقہ ٹونک۔ ۱۰ فروری ۱۹۰۵ء

دل مین کھٹک رہی ہے خلش دوستونکی یاد
کانٹے بنے ہوئے ہین سفر مین وطن کے پھول

خود فراموش اصغر کے یاد کرنے والے۔ تسلیم۔ مزاج انور۔ بیمار جان بلب کو صحت سے

درویش بےنوا کو دولت سے ہجران نصیب عشاق کو وصال سے۔ نکتہ سنجون کو صحبت

اہل کمال سے مجروح تشنہ کام کو چشمہ بہار کے تفریح بخش نہال سے اور

قمری کو وصل سرو سے اتنی نہ ہو خوشی ۔ آہو کو یہ سرور نہ ہو دے بوقت رم

جو مسرت میرے شوق بھرے دلکو آپکے خط آنے سے ہوئی۔ یہ آپ نے صحیح سُنا ہی

کہ نتایج المجالس چھپکر شایع ہوگئی ہے لیکن تقطیع بد قطع، کاغذ ناقص مضمون بے ربط چھپائی خراب، اُسپر متضاد یہ کہ لفظی تحریف جسکو دیکھکر میرا جی جلتا ہے مگر جیسی کچھ ہے اُسکی ایک جلد آپکی خدمت مین بھیجتا ہون۔ مخترخیال کی تصنیف کے سلسلہ کو اب منقطع سمجھیے۔ جو عزیز ہستی اُسکی تصنیف کی محرک تھی جب اُسی کا وجود دنیا مین نہ رہا تو بس اب کسکے کہنے سے لکھونگا۔ ایک خاص فرمایش کی تحریک سے مین آجکل ریاست ٹونک کی تاریخ لکھ رہا ہون۔ چھ حصون مین یہ تاریخ ختم ہوگی۔ حصہ اول کی ترتیب سے فرصت پائی ہے اور وہ بجنور کے ایک پریس مین چھپ رہا ہے۔ عنقریب بھیجونگا۔ والسلام

علی حیدر

حکیم سید عبد المجید خان صاحب ناظم پرگنہ علی گڈھ کے نام

ٹونک ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ

مخدوم میرے۔ الطاف نامہ کے ورود نے آپکے لطف کا ممنون کیا۔ میرا حال کیا پوچھیے۔ مین ٹونک مین ہون جہان آجکل ملک الموت کا تسلط اور ہیضہ کا دور دورہ ہے۔ شہر مین ہر طرف خوفناک خاموشی کی عملداری ہے

چلی جاتی ہے مشق اُنکے ستم کی | بڑھی جاتی ہے آبادی عدم کی

جسطرف آنکھ اُٹھائیے مہیب سناٹا پڑا ہوا ہے۔ جسکو دیکھیے اداس ملول وغمگین جس سے ملیے دلگیر۔ سراپا غم کی تصویر۔ حیران و پریشان۔ مین اگرچہ ابتک زندہ ہون لیکن مردہ سے بدتر ہو رہا ہون۔ میری دلگرفتگی کی یہ کیفیت ہے کہ ربیع الثانی کی دسوین تاریخ اور چہارشنبہ کی قیامت خیز رات۔ رات کے دو بجے تھے کہ والدہ صاحبہ کو

تسلی اور تسلی کے ساتھ استفراغ ہوا صرف ۲۱ گھنٹہ بیمار رہ کر پنجشنبہ کی رات کو گیارہ بجے سے کچھ پہلے اس دارِ ناپائدار سے ہمیشہ کے لیے انتقال فرمایا ہائے۔ ؎

ہین سنُون اور اپنے کانون سے ۔۔۔ وہ کرین اور انتقال دریغ

اس جگر فگار حادثے نے میرے بطن دل مین لازوال بےچینی پیدا کردی اور مسرت وانبساط کے سبزہ زار پر رنج وغم۔ درد والم اور حسرت و یاس کی ظلمت گھٹا مین چھا گئین ہین۔ برق الم نے خرمن شادمانی کو خاکستر بنا دیا ہے اور فرط غم سے دل و دماغ بیکار ہو گئے ہین۔ زندگی کا لطف باقی نہین رہا۔ اور جینے کا مزہ جاتا رہا۔ دل بےچین ہو کر پہلو سے نکلا جاتا ہے اور جگر خون ہو کر بہنے کے لیے مستعد ہے۔ حواس منتشر اور دماغ پریشان دل بےکل ہے اور جگر بےچین۔ دل ہے اور افسردگی۔ جگر ہے اور بےقراری۔ آنکھین ہین اور اشکباری ؎

اُنکے مرنیکا شہیدی حادثہ ایسا نہین ۔۔۔ کچھ نہ روئے آہ گر ہم عمر بھر رویا کیے

علی اصغر

معتمد الملک سید محمد خان صاحب بہادر ناظم پرگنہ نیاہیڑہ کے نام

ٹونک۔ ۱۹ جولائی ۱۹۰۴ء

غمخوار میرے۔ شاید جون کا مہینہ تھا کہ آپکا مہربانی نامہ میرے مسیح کی عیادت مین آیا تھا۔ آپ نے لکھا تھا اور میرا بھی خیال تھا کہ مرض کے افاقہ سے طبیعت کو کچھ سکون ہو تو خط کے جواب مین مزاج کی کیفیت لکھون۔ لیکن دوا کا اور دعا کا۔ گوناگون تدبیرون مین رات دن کی مصروفیت کا اور پانچ مہینے کامل تیمارداری کا انجام یہ ہوا کہ

جمادی الاول سنہ ۱۳۳۷ ہجری کی پہلی اور جولائی سنہ ۱۹۱۹ء کی سترھوین تاریخ تھی شنبہ کا قیامت خیز دن تھا اور دن کا ۴ بجا تھا کہ بوئے گل سے پیاری روح نے جسم سے انتقال کیا ؎

اُنکی صورت دیکھکر جیتے تھے تم تو اے جلیل
اب کہو کیا دل پہ گزری اُنکی میت دیکھکر

خدا بخشے مرنے والے کے ساتھ میرے دیوانہ دلکو جو غیر معمولی تعلقات تھے وہ سب نہین تو کچھ آپ بھی جانتے ہین بس اُنھین پر اس اندوہناک حادثہ کے جانگداز صدمہ کا قیاس کر لیجیے۔ دل کو اور طرف متوجہ کرتا ہون لیکن نہین ہوتا۔ طبیعت کو ہر چند بہلاتا ہون مگر نہین بہلتی۔ حیرت نے آنکھون پر قبضہ کر لیا ہے اور افسردہ دل یاسونکا مرکز بنا ہوا ہے ؎

ہائے وہ دل جو خوشی کا گھر تھا
آج مدفن ہے تمناؤن کا

شوریدہ سر علی اصغر

مولوی سید سلیمان صاحب کے نام

ٹونک۔ ۲۲ محرم

ہمدردِ میرے جس بیمار کی عیادت مین آپ نے عنایت نامہ لکھا ہے۔ اُس کا مزاج مختلف امراض کے متواتر حملون سے مغلوب ہو کر اعتدال کی حد سے متجاوز ہو گیا تھا۔ تجربہ کار ڈاکٹرون کی عقل گم تھی، طبیب علاج کرتے کرتے عاجز آ گئے تھے اور تیماردار سراسیمہ تھے۔

انجام یہ ہوا کہ گرمیون کا موسم تھا۔ محرم کی آٹھوین تاریخ جمعرات کا دن تھا اور دن کا

ایک بجا تھا کہ بیمار نے ورم جگر، یرقان، اور سرسام وغیرہ کی بیماریوں میں تین مہینے کے قریب مبتلا رہ کر فنا ہونے والی دنیا سے ہمیشہ کے لیے انتقال کیا۔ اب میں ہوں اور افسردہ طبیعت۔ میں ہوں اور مضطرب دل۔ دن ہے اور بیقراری انیس۔ رات ہے اور اختر شماری کا مشغلہ۔ موت اور وہ بھی رفیق زندگی۔ ایک انیس زندگی کی موت۔ اسکا فراق اور وہ بھی دائمی۔ ہمیشہ کی مایوسی اور زندگی بھر کی بےچینی ؎

شب غم اور ستم ہائے شب غم فقط گزنا ہے باقی آسمان کا

علی اصغر

ایک حبیب کے نام

علی گڑھ۔ ۱۷ فروری سنہ ۱۹۰۲ء

یہ بتاتا تو وہاں اسکو نگر لے جذبۂ دل
اُسے جانے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

جان اصغر۔ تمھارا بھیجا ہوا خط مجھے ملا۔ اور میں نے کئی بار پڑھا۔ نمک بھی چھڑکا اور مرہم بھی بنا

نرم باتیں کہیں نزاکت سے
گرم فقرے کہیں شرارت سے
دل چسپے سے رنگین چٹکی بھی
کچھ تسلی بھی کچھ تشفی بھی

خط کے دیکھنے سے کبھی کا گزرا ہوا زمانہ نظروں میں پھر گیا۔ اور تمہاری بھولی بھولی باتیں اور پیاری پیاری ادائیں یاد آ آ کر بیقرار دل کو اور بھی بےچین کر گئیں ؎

کبھی کچھ جھینکے وہ کچھ آنکھیں ملا کر کہنا
کبھی کچھ کہہ کے وہ خود آپ ہی شرما جانا۔

مین جس حال مین ہون شکر ہے اچھا ہون ۔ تمھاری مفارقت غم والم کی انتہا ہی کیا ہر - درد وکاوش ۔ رنج وقلق اضطرابی اور بیچینی ۔ تڑپ اور اُلجھن کسی کی بھی کمی نہین ہے

غم محبت ودردِ فراق رشکِ رقیب ۔ ہجوم آفت واکت جان ہزار دریغ

تحمل اور استقلال کا دامن میرے ضعیف دل کے کمزور ہاتھون سے چھوٹ گیا ہے ۔ ضبط کی تاب نہین صبر رخصت ہو چکا ہے ۔ بیچارہ صبر بھی کب تک نباہ کرے انتظار کی بھی آخر کوئی حد ہے

سحر بھی ہوتی ہر چلتے ہین لے اجل ہم بھی
اب اُن سے آنیکا ہم کو بھی انتظار نہین
ریاض

وصل و ملاقات سب تمھارے بس کی بات ہر تم چاہو تو سب آسان ہے اب بھی آجاؤ گے تو مجھے جلا لوگے ۔ نہین تو میری جان پر بُری بنے گی ۔ پھر آئے تو کیا ۔ پچھتاؤ گے اور سوا ئے مٹی کے ڈھیر کے اور کچھ نہ پاؤ گے ۔

آرزو ہے بہت زیارت کی
تھوڑے دعوے پہ ناز کی کے بہت
مین ہوا ہون مکلف خدمت

اب نہین تاب درد فرقت کی
جان کر تم کو دلنواز بہت
ورنہ میری بھی نہین عادت

خط کا جواب ذرا جلد بھیجئے اور بات صاف لکھنا ۔ مجھے انتظار رہیگا ۔

شوریدہ سر

صفدر



اُنھیں کے نام

علی گڈھ۔ ۱۷ اپریل سنہ ۱۹۰۲ء

دکھاتے ہیں تماشہ برقِ رخسارِ درخشاں کا
ٹھہر اے بیقراری ہم تری تدبیر کرتے ہیں

جانِ صغریٰ شرابِ اُلفت کا ساغر، محبت کے پھولوں کا گلدستہ یعنے تمھارا شوخیوں بھرا خط۔ پندرہویں اکتوبر کا لکھا ہوا۔ بڑے کا فر دل دکھانے والے انتظار کے بعد۔ پرسوں کی ڈاک میں مجھے ملا۔ خط کے ملنے سے میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور تمھارا احسان مانا کہ ابھی میری جھوٹی سچی یاد سے تمھارے دل کو تھوڑا بہت تعلق ہے غنیمت ہے۔ مگر میں کیا بتاؤں کہ میرا کیا حال ہے۔ محبت کا تو نام ہی بُرا ہے۔ یقین مانو تمھاری یاد دل سے اور دھیان خیال سے کسی وقت میں بھی جدا نہیں ہوتا۔ خدا جانے کیا ہو گیا ہے کہ میں ہر گھڑی ہر لحظہ تمھارے ہی تصور میں محو رہتا ہوں ؎

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

تمھارے وصل و ملاقات کا ذوق و شوق اور تم سے ملنے کے ارمان، تمنائیں دل و دماغ پر مسلط ہیں۔ اور یہی رہ رہ کر دل سے دماغ میں اور دماغ سے دل میں چکر لگایا کرتی ہیں۔ دن کو اضطرابی و بےچینی سے کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ اور بیکلی اور بیقراری مجھ سے رات بھر پہلو بدلواتی رہی ہے۔ دن کا ایک ایک منٹ ایک ایک گھڑی ایک ایک دن سے زیادہ معلوم ہوتے ہیں جدائی کی پہاڑ سی راتیں ایسی کٹھن ہیں کہ کسی طرح کاٹے نہیں کٹتیں ؎

کیا اندھیرا ہے شب ہجر کہ دم گھٹتا ہے
تم جو آ جاؤ یہی رات سہانی ہو جائے

اگرچہ دنیا کے مکروہات سے مجھے دم لینے کی فرصت نہین۔ اور سرکاری کامونکے ہجوم نے مجھے اندنون معمول سے کچھ زیادہ عدیم الفرصت کر رکھا ہے۔ لیکن طبیعت کے اصرار اور دل کے اشتیاق اور سب پر مستزاد تمھارے تقاضہ کی تاکید سے بے بس ہو کر مین نے ارادہ کیا ہے کہ اسی مہینہ کی کسی تاریخ کو علی گڈھ سے چلکر ٹونک آؤنگا۔ یہ میرا ارادہ ہے تم بھی دعا کرو کہ پورا پڑے

اصغر شوریدہ سر

ایک محبوب کے نام

سرونج ۔ مالوہ ۔ ۲۵ نومبر ۱۹۰۶ء

دل مین نے دیا تھا جسے دلدار سمجھکر
کیون تم وہی معشوق ہو یا مجکو گمان ہے

او ظالم! ستم کے بانی۔ کبھی تو خط لکھا کر۔ یہان خط کا انتظار موت کا مزہ چکھا رہا ہے اور تجھے ناز سوجھتے ہین۔ حیف! یہ تم اور بے اعتنائی۔ اسقدر غفلت شعاری اور یہ بیخبری۔ یون دیکھنے مین تو بڑے نرم۔ بڑے نازک بدن۔ مگر واللہ حقیقت مین بہت سخت اور سنگدل ہو۔

تجھسے ملنے پر بت بیدرد یہ عقدہ کھلا
بھولی بھالی شکل والے ہوتے ہین چالاک بھی

کیون صاحب ۔ انصاف شرط ہے۔ ذرا سچ کہنا۔ کیا یہی اقرار تھا۔ اسی کا نام الفت ہے۔ بھلا یہ بھی کچھ منصفی کی ہین باتین کبھی تم میرے دلکی حالت نہ پوچھو کہنے کو اور بہت کچھ ہے۔ مگر تجھ مین جو نک لگنا معلوم اثر کرے تو یہ بھی بہت ہے

طوفان نوح لانے سے اے چشم فائدہ　　دو اشک بھی بہت ہیں اگر کچھ اثر کریں

شوریدہ سر اصغر

فقیر سید افتخار الدین صاحب پولیٹکل ایجنٹ کابل کے نام

ٹونک - ۱۳ مارچ سنہ ۱۹۰۸ء

جناب اقدس - نامۂ توقیر افزا آپ کا [illegible]

کیا خدا گواہ اور عقیدت شاہد ہے کہ طبیعت کی غیر معمولی [illegible]

سے قاصر رکھا ورنہ پاؤں کا کام سر سے لیتا اور حاضر ہوتا [illegible]

نیازمند ہوں اور سے

شکوہ ہوتا ہے خود پسندوں سے

کیا شکایت نیازمندوں سے

زیارت حاصل کرنے کا شوق حد سے گزرتا جاتا ہے اور [illegible]

ساتھ اب جگر بھی بیتاب ہے۔ مگر زمانے کے مکروہات سے [illegible]

تو کبھی نہ کبھی یہ تمنا بھی نکل جائیگی ورنہ خیر جہان دنیا میں حسرتیں [illegible]

گر بماندیم زندہ بر دوزیم　　دامنے کز فراق چاک شدہ

ور بمردیم عذر ما بپذیر　　اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

نیازمند

علی اصغر



حضرت آرشد تھانوی کا خط
مؤلف کے نام

بھوپال۔ ۳۰ مارچ سنہ ۱۹۱۵ء

ظالم الظلم، جور و ستم کی انتہا ہوگئی، کتاب تیار کی یا تیر و نشتروں میں چھپا دیئے جب کوئی چیز تعریف کی حد سے گزر جاتی ہے تو مجبوراً مذمت سے کام لینا پڑتا ہے میں بھی یہی کرونگا۔ کیسے کیسے خط جمع کیے ہیں، میں تو حیران رہ گیا۔ اگر دو ہی ایک اپنی قسم کی پہلی اور لاجواب تھے ہو، اخراجات کی تو شکایت کرتے ہو، مگر صوری و معنوی دلکشیوں کا کریڈٹ حاصل کرنے پر جو سرور دفتر ملا اُسکا شکریہ ادا نہیں کرتے، یہ گویا کسر نفسی ہے، اے سبحان اللہ، ایسے ہی بھولے ہیں۔ اس سادگی کے قربان نہ جائیے تو اور کیا کیجئے، ریویو عنقریب لکھونگا اور مفصل، آپکی عاید کردہ شرائط سے مشروط، قیمت کے بارہ میں مجھے نحوی صاحب سے اتفاق نہیں ایک روپیہ بالکل ٹھیک ہے کم نہ زیادہ اب رہی اشاعت اسکی ترکیب شاکر صاحب سے پوچھیے، اخباروں میں اشتہار دیجیے، آپ کثیر الاحباب ہیں اپنے احباب سے جسطرح ہو سکے اپنے خرچ کے پیسے دام لیجیے۔ مزا تو اُڑائیں سب اور خرچ پڑے حضرت آپ پر، یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ والسلام

ارشد تھانوی



جناب مرزا محمد جعفر صاحب اوج خلف اکبر مرزا دبیر مرحوم کا خط
قاضی محمد خلیل صاحب حیرت رئیس اعظم بریلی کے نام

لکھنؤ

مخدومی و معظمی دام مجدکم العالی۔ تسلیم میر سلام و سلامتی بیخواہم۔ عنایت نامہ گلدستہ تحسین موصول ہوا۔ بہ دریافت خیریت مزاج گرامی شکر الٰہی بجا لایا۔

فرق آرین صاحب کے پاس خط بھیجنے میں جو کوشش فرمائی گئی کمال ممنون فرمایا خانہ احسان آباد باد۔ واقعی آپ نے بڑی زحمت فرمائی، اور بغیر اس زحمت کے خط کا پہنچنا ممکن نہ تھا۔

انشاء اللہ وقت فرصت اور سلام بھی بھیجوں گا۔ بالفعل یہ سلام مرسل ہے۔

جمال عارض سرور اگر نہ کو رہو جاتا
تجلی وادی ایمن پہ شمع طور ہو جاتا

نوٹ:۔ افسوس کہ اور اشعار اس سلام کے مؤلف کتاب نے اس خیال سے نقل نہیں کیے کہ معراج الکلام مرتبہ حضرت تجیر لکھنوی میں مرزا صاحب مرحوم کا یہ سلام ہوگا۔ مگر جب میں نے لکھتے وقت معراج الکلام میں تلاش کیا تو نہ مل سکا۔

مؤلف



سید محمد اعظم صاحب اعظمؔ لکھنوی کا خط مؤلف کے نام

لکھنؤ۔ ۱۵ جون سنہ ۱۹۳۳ء

مکرمی محترمی زید اللہ فصاحت کلامکم۔ تسلیم۔ محبت نامہ معہ رقعۂ شادی موصول ہوا سبحان اللہ کیا بات ہے، تمام اشعار دُرِّ فرید کی لڑیاں ہیں، جدت مضامین۔ نشست الفاظ بے ساختہ پن جو طبع عالی کا خاص شیوہ ہے کس کس بات کی تعریف کی جائے۔ بہرحال رقعہ نہایت لطیف ہے اور ہر قسم کے محاسن نے مل ملا کر نظم میں چار چاند لگا دیئے ہیں۔ جنکے لیے رقعہ تصنیف ہوا ہے وہ داد دیں یا نہ دیں لیکن اس ممنون سیٹ کی زبان مدح سرائی میں لال ہے۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

خاکسار محمد اعظم



جناب محمد لعل خان صاحب ادیب کنڈیولی کا خط مؤلف کے نام

کوہی مقام، شہر نیل گری ۱۳ / اکتوبر ۱۹۱۷ء

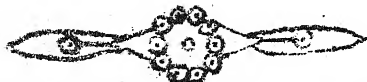
یکس بیدرد کو دل کی تڑپ کا حال لکھتا ہوں

زبان کلک پر ہر حرف جیا یا نہ آتا ہے

میرے قبلہ، میرے کعبہ، میرے استاد آداب" لیجیے ایک سانس میں آداب القاب سب ختم جسے میں نے زیب عنوان کیا ہے کیا حضور ہی کا شعر ہے؟ بندہ پرور آخر یہ کیا ادا ہے اپنے چاہنے والوں سے یہ بے رخی یہ بیزاری اتنا تغافل۔ کوئی خط یہ خط لکھیے آپ جواب ہی نہ دیں ہائے رے شوق کہ دن کاٹے ہیں گن گن کر آج آتا ہے نہ کل خط کا جواب آتا ہے ہاں آپ کو حسینان معانی کے بناؤ سنگار سے اتنی فرصت کہاں کہ غریب ادیب کے مزخرفانہ کا جواب لکھنے کو بیٹھیں تو آپ اور کسی بات کا جواب دیجیے یا نہ دیجیے مگر یہ تو فرمائیے کہ مرقع کا دوسرا حصہ کب تک آپکے گن بھرے ہاتھوں سے سنور کر بازار میں یوسف ثانی بن کر آجائیگا۔ میں آپکی وجہ سے ستایا جا رہا ہوں۔ کل احباب مجھی سے پوچھتے ہیں خط پر خط آتے ہیں کہ مرقع کا دوسرا حصہ تیار ہو تو بھجوا دیجئے۔ آپکے پر لطف اشعار واللہ کیا کہیں پڑھے۔ واللہ ایک ایک شعر کو یاد نہیں کے بار پڑھا اچھے کو برا کون کہہ سکتا ہے اللہ کرے حسن قلم اور زیادہ "

فقط

برائے نام ادیب



حکیم برہم صاحب ایڈیٹر اخبار مشرق گورکھپور
کا خط مؤلف کے نام

گورکھپور - یکم اپریل ۱۹۱۶ء

مکرمی تسلیم - کتاب "اصلاح زبان اُردو" کی ایک جلد موصول ہوئی مؤلف نے دعویٰ کیا ہے کہ ناسخ و آتش کے عہد سے اسوقت تک جتنے الفاظ اردو زبان میں متروک ہوئے ہیں اُن سب کو اِس رسالہ میں جمع کر دیا ہے اِس تصنیف کے متعلق میری یہ رائے ہے کہ - یہ رسالہ اپنے مقصد میں بالکل ناقص بلکہ عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالنے والا ہے مؤلف کا منشا محض اساتذۂ اردو پر اعتراض کرنا پایا جاتا ہے کیونکہ متروک الفاظ تو تھوڑے ہی سے بتائے گئے زیادہ تر نیرو گذاشت شعرا کی گرفت کی گئی ہے مثلاً آتش نے المضاعف کو المضاف باندھ دیا ہے۔ داغ نے ناپید کو ناپیدا کہا ہے امیر نے طرفدار کو فارسی ترکیب سے کہا ہے ذوق نے نقش مدون کیا ہے۔ غالب نے جگہ کھودنا لکھا ہے وغیرہ

یہ کام وہ شخص کر سکتا ہے جو زبان کا ماہر اور تمام اصطلاحات شعرا پر حاوی ہو۔ مؤلف کا تو یہ حال ہے کہ اُردو عبارت بھی صحیح نہیں لکھ سکتے - دیباچہ کا پہلا فقرہ یہ ہے کہ "خدا کی حمد زبان اور بیان سے باہر ہے" "زبان سے باہر غلط" "اردو زبان کی تحفظ" "تحفظ کر رہے" "اُس گدڑی میں خوش ہے جو اُسے ناسخ و آتش نے پہنا یا تھا" پہنائی تھی کہنا چاہیے " سخنوران سخن بتا گئے تھے" "سخنوران سخن کے کچھ معنی نہیں ہیں" "بہت سے الفاظ غلط طور پر استعمال ہوئے ہیں" "کون کون الفاظ"

فصحا نے چھوڑ دیے ہیں" کون کون سے الفاظ ہونا چاہیے" غرض اسی طرح چند صفحے کے مضمون میں بیسیوں غلطیاں نظر آتی ہیں۔

اساتذہ کے جو اشعار اس رسالہ میں نقل کیے گئے ہیں اُن میں سے شاید ہی کوئی شعر صحیح ہو۔

اصلاح

(۱) ابتدا میں لکھتے ہیں "احبابوں، اشعاروں، اغیاروں، جواہرات، وجوہات وغیرہ جمع الجمع ہونے سے غلط ہیں"

احبابوں اشعاروں وغیرہ تو کوئی ذی فہم نہیں کہتا البتہ جواہرات بکثرت مستعمل ہے۔ اب اسکو داخل زبان سمجھنا چاہیے۔ علیٰ ہذا القیاس مؤلف نے "نابیدار" کو بھی غلط بتایا ہے۔ یہ لفظ بھی زبان سے اب جدا نہیں ہو سکتا۔ احتیاط کرنے کا ہر شخص کو اختیار ہے جسکو تقویٰ کہتے ہیں مگر ترک پر فتویٰ دینا بہت دشوار ہے۔

(۲) "آفتاب تیز داغ سے شام ہونے تو دو چلے جانا + ہے ابھی آفتاب تیز بہت آفتاب کے لیے تیز بمعنی گرم قابل احتیاط ہے"

آفتاب کی حدت اور تیزی زبان زد ہے اور تیز بمعنی گرم بالکل صحیح ہے۔ آتش شوق تیز تر گرد

(۳) اُچکی ہوئی تقدیر۔ داغ سے

گر رسائی چاہتی ہے اور تو اپنا عروج ￼ اے دعا مل جا کسی اُچکی ہوئی تقدیر سے

اُچکی ہوئی تقدیر دیکھا نہیں گیا۔ اُچکی ہوئی[1] بمعنی بلند بہت فصیح اور مستعمل ہے۔

اندنوں اُچکی ہوئی ہے کچھ اپنی تقدیر ￼ دے آتے ہیں نظر صورت انجم مجھکو

(۴) اس طرح سے داغ۔

[1] اچکی ہوئی بمعنی بلند معلوم نہیں کس معنی میں ہے شعر کے مصنف کا نام لکھنا ضروری تھا۔ (ایڈیٹر)

[illegible] تو وہ مجھکو چھپائے مرے آگے ۔۔۔ اسطرح سے آئے کہ نہ آئے مرے آگے

[illegible] اب متروک ہو اس طرح کہنا چاہیے۔

[illegible] اگرچہ [illegible] زبان سے علیحدہ نہین اور جبکہ داغ اور اُن کی اتباع کرنیوالے بکثرت استعمال

[illegible] متروک کہنے کی کیا صورت ہی۔ متروک تو اُسکو کہتے ہین جسکو سبھون نے چھوڑ دیا ہو

[illegible]

مجنون ہے نہ وامق ہی نہ فرہاد ۔۔۔ مرے سب آشناؤن نے قضا کی

[illegible] نے وہ [illegible] معنی پر بکثرت استعمال کیا ہی مگر بول چال مین عموماً اطلاق اسکا ناجائز تعلق

[illegible] اسیلئے قابل احتیاط ہی۔

[illegible] آشنا کا لفظ قابل احتیاط بتایا جاتا ہی جو ثقات کی عمدہ زبان اور شاعری

کی جان ہی [illegible] کہ مولف عالم آشنا اور صورت آشنا کی جگہ کیا استعمال کرتے ہین

[illegible] کہ آپ اردو زبان سے محض نا آشنا ہین۔

[illegible] ۔۔۔ فیصلہ ہو چکا ہے یہ کب کا

[illegible] ۔۔۔ جیسے جب اپنی رو مین پھر کیے آشنا ٹھہرے

[illegible] ۔۔۔ آج تک صورت آشنا نہ ہوا

[illegible] ۔۔۔ اک آشنا تھا اسکو بھی بیگانہ کر دیا

[illegible]

[illegible] پردہ ۔۔۔ او در وار کتے ہو پردے مین پھر آنا دل کا

[illegible]

[illegible] متروک [illegible] اور [illegible] بےتکلف جائز رکھا ہی۔

داغ ؎ عرصۂ حشر میں اسد کرے گُم مجکو | اور پھر ڈھونڈتے گھبرائے ہوئے تم مجکو
تعشق ؎ حسن اور عشق سے کیا چاہیئے قسمت اچھی | نیک نام آپ ہیں شہرہ مری رسوائی کا

(۷) "انکھڑیاں" جلال ؎

اپنی شوخ انکھڑیوں میں کچھ تو حجاب آنے دو | راہ پر آئیں ہو یہ خانہ خراب آنے دو

انکھڑیاں اب تو بول چال میں نہیں ہیں

انکھڑیاں متروک نہیں ہیں چشم معشوق کو کہتے ہیں۔ دیکھیے آمیر اللغات اور گلشن فیض مولفہ جلال

بحر ؎ دو چار کو جو قتل کریں اُسکی انکھڑیاں | شیریں سے بھی زیادہ غزالوں کی دھاک ہو
آتش ؎ ان انکھڑیوں میں اگر نشہ شراب آیا | سلام جھک کے کرون گا جو پھر حجاب آیا

(۸) "اندر باہر لگے ہوئے ہیں"۔ امیر ؎

کیا حالِ دل سناؤں جاسوس اُس پری کے | اندر لگے ہوئے ہیں باہر لگے ہوئے ہیں

ذم کا پہلو ہے احتیاط چاہیئے۔

اندر باہر لگے ہوئے ہیں ثقات کی زبان ہے۔ مؤلف کو "لگے ہوئے" کھٹکتا ہو گا۔ حالانکہ اس سے کوئی کلام اور کوئی تقریر خالی نہیں ہے "بستر لگے ہوئے ہیں"، پنکھے لگے ہوئے ہیں، آنے لگا، کہنے لگا، بُرا لگے، بھلا لگے، وغیرہ کیونکر زبان سے جدا ہو سکتے ہیں ؎

کیا شاخ گل پہ پھول کے بیٹھی ہے عندلیب | ڈرتا ہوں میں نہ چشم فلک کو برا لگے

(۹) آبادی۔ امیر ؎

بادہ خواروں کا زمانہ سے جدا عالم ہے | بھٹیاں ہوتی ہیں آبادی سے باہر اکثر

آبادی کی (ی)، کا تقطیع سے گرنا خلاف ہے"

شعرا کا اصول ہے کہ فارسی کی ی، اگر کسی ترکیب کے ساتھ وابستہ ہو تو اُس کو

گرانا جائز نہیں رکھتے۔ جیسے جشنِ شاہی، غم و شادی وغیرہ۔ لیکن مفرد لفظ کی (ی) گرنا جائز رکھا ہے۔ مثلاً

داغ ؎ وہ بت کرے خدائی کی باتیں خدا کی شان
جو حرف پڑھ سکے نہ کلام مجید کا

رند ؎ اجاڑا موسمِ گل ہی میں آشیاں میرا
الٰہی ٹوٹ پڑے تجھ پہ آسمان صیاد

ناسخ ؎ صبحِ فراق میں ہوئی قدرِ شبِ وصال
آیا ہے یاد پیری میں عالم شباب کا

ذوق ؎ عجب نہیں ہے کہ آرائشِ زمانہ سے
خدائی پنجے ہوں تاکِ چاند و بید الجبر

جلال ؎ وہ مجھکو وصل میں کیا رونمائی میں دیتا
کہ اسکے دل سے اک ارماں تک نہ نکل سکا

(۱۰) اُس نے ہنس دیا بمعنی ؎

دیکھ اشکِ لالہ گوں رقیب اُسنے ہنس دیا
دیکھا نہ میرے دیدۂ خونبار کی طرف

غیر فصیح بلکہ غیر صحیح ہے۔ اُسے ہنسی آگئی (وہ ہنس دیا) بولتے ہیں کیونکہ ہنس دینا مصدر لازم ہے وہ ہنس دیا اگرچہ ترجیح رکھتا ہے مگر اُس نے ہنس دیا بھی غلط نہیں ہے کیونکہ دیا فعل متعدی ہے دونوں طرح استعمال کر سکتے ہیں۔

(۱۱) بل بے۔ ناسخ

بل بے طولِ شبِ فرقت نہ ہوئی اب تک صبح
ہو گئے آہ مرے موئے سیہ فام سفید

داغ ؎ اللہ رے تیری بے خبری بل بے تغافل
اب بھی تو نہ آیا کہ دم بازپسیں تھا

بل بے اب متروک ہو چلا ہے گو وہ تعجب یا حسرت کا استعمال بلحاظ موقع ہو سکتا ہے۔ اہلِ لکھنؤ اب اگر استعمال نہیں کرتے تو اس سے متروک نہیں ہو سکتا جس حالت میں کہ داغ کے کلام میں ہے اور اہلِ دہلی کی زبان پر موجود ہے۔

(۱۲) بھلا۔ داغ ؎

مجال کس کی ہے اے ستمگر سنائے تجکو جو چار باتین　　بھلا کیا اعتبار تو نے ہزار منھ مین ہزار باتین

"بھلا متروک ہے۔ ایسے موقع پر اچھا کہنا چاہیئے۔

"بھلا" متروک نہین ہے اور اس شعر مین خاص محل پر استعمال ہوا ہے جسکو اہل زبان ہی سمجھ سکتے ہین اور یہ ظاہر ہے کہ داغ کی گویائی معترض کی زبان سے بدرجہا مستند ہے۔

(۱۳) بو کرنا ۔ آمیر سے

مین بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کی ہون　　سونگھین نہ گل حسین مری مٹی کی بو کرین

"بو کرنا۔ بمعنی سونگھنا غیر فصیح اور غلط ہے"۔

آمیر ہوسے یا مرزا غالب چونکہ فارسی گوئی مین بھی ان حضرات کو انہماک تھا جیسا کہ ہے بعض فارسی محاورات کا ترجمہ موزون کر گئے ہین مثلاً جگر کاوی کا ترجمہ جگر کھودنا اور "گذاشت" بمعنی اجازت اور "نہ داد" کا ترجمہ نہ چھوڑا اردو مین باندھا ہے۔

غالبؔ　پھر جگر کھودنے لگا ناخن　　آمد فصل لالہ کاری ہے

چھوڑا نہ رشک نے کہ ترے گھر کا نام لون　　ہر اک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

اسی طرح آمیر کے یہان بھی "بوئیدن" کا ترجمہ بو کرنا اور خواب کردن کا ترجمہ خواب کرنا کیا گیا ہے جو قابل لحاظ نہین ہے اور نہ خلاف محاورہ ہے گو یہ عیب نہین بلکہ قادر الکلامی اور اُستادی کی خاص ادا ہے سودا و میر نے بھی باندھا ایسا ہے جو اکثر اساتذہ کے کلام مین موجود ہے

(۱۴) بغل مین مار کے لیجانا ۔ آتش سے

دل کو بغل مین مار کے لے تو چلے ہو چوک　　کہتی ہے کیا نگاہ خریدار دیکھیے

"مار کے لیجانا غیر فصیح اور متروک ہے (دبا کے لیجانا) فصیح ہے"

بغل مین مارنا بغل مین لینے کے معنی مین اب بھی مستعمل ہی۔

(۱۵) "پہ" امیر ؎

سر سے اُٹھا کے ہاتھ ہوا سرفراز مین　　دنیا پہ لات مار کے پامردہ ہو گیا

داغ ؎ ہم پہ ہی کیوں یہ غصہ مرتے ہین کے اجل ہم　　دشمن پہ ہو جو ہر گز قائل نہیں قضا کا

جلال ؎ دل کسکو دیا لاکھ یہ پوچھا کیے احباب　　دل ہی مین رہا لب پہ ترا نام نہ آیا

"پہ کا استعمال اب اکثر فصحا نے ترک کر دیا ہی اسکے بدلے پر بولتے ہین۔ آخر مین داغ و جلال نے ترک کر دیا تھا"

کسی نے ترک نہین کیا اور نہ کوئی شاعری اس سے خالی ہو سکتی ہی۔ داغ کے آخر دیوان مین صدہا جگہ پہ بندھا ہوا ہی۔

داغ ؎ نہ چھوڑی خاک تک مجھکو وہ شوق پائمالی ہے　　ترے قدمون پہ جو آئی وہ اپنے سر پہ ڈالی ہے

تعشق ؎ کیا جنون ننگ پہ ہی آپکے سودائی کا　　طور سر داغ مین ہی لالہ صحرائی کا

تسلیم ؎ جب سوتے ہین جو باغ مین ہم باد صبا کو　　بالین پہ کبھی دوڑ کے چلنے نہین دیتے

اور خود مؤلف بھی "ادیب" فروری ۱۹۱۳ء مین لکھتے ہین۔

پڑ گئے سب پہ قدامت کے کچھ ایسے پردے　　کہ نظر تک نہین آتے ہین کسی کے آثار

درحقیقت ہین زمانے مین یہی خوش تقدیر　　نام مرنے پہ بھی مٹتا نہین جن کا زنہار

(۱۶) "پر" داغ ؎

مشتاق بہت ہین ترے کشتے کے پلے داغ　　یہ وقت ہی ایسا کہ مین کچھ کہہ نہین سکتا

"لیکن کے معنون مین پر کا استعمال اب فصحا نے ترک کر دیا ہی، آخر مین جلال اور داغ نے بھی ترک کر دیا تھا"

پر کا استعمال لیکن کے معنی پر بکثرت ہو اگرچہ لوگ نہین کہتے تو اس سے متروک نہین ہو سکتا۔ امیر نے آخر تک اسکو جائز رکھا ہو اور دیگر شعرا بھی استعمال کرتے ہیں

(۱۷) پسینہ جھاڑنا۔ ناسخ ؎

پسینہ اپنے ماتھے کا نہین جھاڑا ہو انگلی سے ۔۔۔ یہ اُس بیقدری نے توڑا ہو سلک درِ مکنون کو

"پسینہ جھاڑنا نہین سنا گیا۔ پسینہ پونچھنا بولتے ہین"

یہ کوئی محاورہ نہین ہو۔ پسینہ الگ ہو۔ جھاڑنا الگ ہو۔ یعنے پسینہ پونچھ کے جھاڑ دیا۔

(۱۸) پکارے۔ امیر ؎

ہون وہ میکش جو کرون رُخ در توبہ کی طرف ۔۔۔ بہکے جاتے ہو پکارے دہن خم مجھکو

"پکارے بجائے پکار کر کہنے کے غیر فصیح ہے"

پکار کر کہنے کی ایک ہی کہی۔ اتنی خبر نہین کہ پکارنا مستقل مصدر ہو اور روزمرہ کی بول چال ہے۔

بلد عشق ؎ پائنچے ناز سے جو اُسنے اُٹھائے ۔۔۔ مین پکارا خدا اُکو بچائے

طور پر حضرتِ موسیٰ جو گرے غش کھاکر ۔۔۔ جلوۂ یار پکارا ابھی دیکھا کیا ہو

آتش ؎ شیرین بان ہوئی ہو فرہاد کے دہن مین ۔۔۔ لیلی پکارتی ہو مجنون کے پیرہن مین

امیر ؎ یون پکارے ہین مجھے کوچۂ جانان والے ۔۔۔ ادھر آبے ابے او چاک گریبان والے

جلال ؎ کسی کے خواب مین کیون کوئی نا صبور آیا ۔۔۔ پکار ہو کہ مری نیند مین فتور آیا

(۱۹) پیری۔ ناسخ ؎

صبحِ فراق مین ہوئی قدرِ شبِ وصال ۔۔۔ آیا ہے یاد پیری مین عالم شباب کا

پیری کی (ی) کا تقطیع سے گرانا جائز نہیں۔

اس کا جواب نمبر (۹) میں دیا جا چکا ہے۔

(۲۰) حضور۔ آمیر سے

کیا حقیقت دو جہاں کی وسعت دل کے حضور | لامکاں اک مختصر گوشہ ہے اس تعمیر کا
ناسخ سے دل کیا ہیں مری آہ کی تاثیر کے حضور | دم بھر میں کرے قطرۂ خوں ہر شرار کو

حضور سامنے کے معنوں اردو میں نہیں یہاں (سامنے) فصیح ہوتا ہے۔

عبارت غلط ہے معنوں کے بعد "میں" اور "ہوتا ہے" کی جگہ سمجھا جانا چاہیے۔ حضور لیا عربی کا ہے اگر بول چال میں نہیں ہے تو نہ ہو شعر سے خارج نہیں ہو سکتا۔

(۲۱) خوش۔ ناسخ سے

خلوت میں دل مرا خوش ہے | ساقی سیم ساق دمہوش ہے
ہمسفر وہ ہے جس سے جی خوش ہے | دشت غربت مقام اش اش ہے

خوش کا قافیہ مہوش کے ساتھ جائز نہیں"

خوش کا قافیہ مہوش کے ساتھ اور خود کا قافیہ بد کے ساتھ صحیح ہے۔ فارسی میں اس کا معمول ہے اور اردو فارسی کی تتبع ہے۔

سعدی سے پس پردہ بیند عملہائے بد | ہموں پردہ پوشد بآلائے خود
حافظ سے صوفی ما کہ ز ورد سحری مست شدے | شامگاہش نگران باش کہ سرخوش باشد

یہ غزل غش۔ مہوش کے قافیہ کی ہے۔

(۲۲) خونخواری۔ ناسخ سے

شب وصل میں بھی ہاتھ سے تلوار نہ چھوٹی | خونخواری کی عادت ہے جو لے یار نہ چھوٹی

فصحائے حال کے نزدیک فارسی ((ی)) کا تقطیع سے گرانا جائز نہیں،
جائز ہے۔ دیکھیے نمبر (۹)

(۲۳) خون جگر کھالیا۔ داغ ؎

کھالیا ہم نے شب ہجر میں سب خون جگر روز فرقت نہیں اب صاف گزر جائے گا

خون جگر کھالینا نہیں بولتے (پی لینا) بولتے ہیں۔

خون جگر کھالینا بالکل صحیح ہے اور یہی فصحا کی زبان ہے

(۲۴) دینی۔ ناسخ ؎

اگر دیار چھوڑنے کی تجھے تعزیر دینی ہے ہمارے ہاتھ بندھوا اپنے دروازے کے بازو سے

(تعزیر دینی) یعنی تعزیر دینا ہے یا روٹی کھانی۔ مٹھائی لانی ہے اسی طرح کے وہ تمام الفاظ
جن کی مصدری علامت بدلکر مصدر کے معنی لیے جائیں فصحائے حال کے نزدیک
ناجائز ہے، روٹی کھانا تھی، تعزیر دینا تھی، مٹھائی لانا تھی، بولنا چاہیے اگر دہلی کے فصحا
اسکو جائز رکھتے ہیں"

تعزیر دینی اہل لکھنؤ کی بھی عمدہ زبان ہے بلکہ اسکو تعزیر دینا پر ترجیح ہے

جلال ؎ خیال عمر ہے آپکو باتیں جو کرنی تھیں جگہ دی ہے بلا کر یہ ہمیں بیکار پہلو میں

امیر ؎ آنکھ اسکو کھولنی بھی دشوار ہو گئی ہے چلیے چمن میں نرگس بیمار ہو گئی ہے

امیر ؎ شاید اُس قاتل خونریز کا کوچہ ہے یہی راہ چلنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

(۲۵) دانت جھڑنا۔ ذوق ؎

مالے گر مسی وہ زلف پُر عرق جھڑپڑیں دندان دہان یار سے

(جھڑپڑیں دندان) شاید قدمائے دہلی کا محاورہ ہو، لیکن اب فصحا گر پڑیں بولتے ہیں۔

ایسے موقع پر دانت جھڑنا اب بھی فصحا بولتے ہیں۔

(۲۶) دھرنا۔ امیر ؎

نہ کی کسی نے انھیں خبر کہ گیا جہاں سے کوئی گزر　　اسی آرزو میں کئی پہر مری لاش در پہ دھری رہی

دھرنا متروک ہی، رکھنا بولنا چاہیے"

غضب ہے دھرنا روزمرّہ کی زبان ہی۔ اُسکو متروک کہا جاتا ہے۔

اسیر ؎ کیا دھری کہ مردۂ عاشق ہی گور میں　　اک ہاتھ دلبر ایک جگر پر دھرے ہوئے

داغ ؎ کہا تجھکو سودائے زلفِ پری ہی　　یہ اُٹھتی نہیں ایسی تہمت دھری ہے

(۲۷) دم ہو چکا۔ داغ ؎

بحرِ اُلفت سے نکالیں آشنا　　تھک گیا میں مجھمیں دم بس ہو چکا

دم ہو چکا غیر فصیح ہی (دم آ چکا) کہنا چاہیے"

دم ہو چکا یعنی دم ختم ہو گیا بہت فصیح ہے۔

(۲۸) دون کی لینا۔ امیر ؎

بس بس زبان روک لو اتنا نہ بڑھ چلو　　ہم چپ ہیں آپ دون کی سو بار لیجیے

دون کی لینا عامیانہ محاورہ غیر فصیح ہی"

دون کی لینا یعنے لا ثانی لغات کا روزمرہ ہے۔ معلوم نہیں مؤلف کا خیال کس

طبقہ سے وابستہ ہی۔ دیکھیے گلشن فیض

جلال ؎

دون کی آپ سے دمساز لیا کرتے ہیں

لحن داؤد کو تانوں میں دبا لیتے ہیں

(باقی آیندہ)

جناب باسط بسوانی کا خط
مؤلف کے نام

بسوان۔ یکم ستمبر ۱۹۱۵ء

بھائی صفدر۔ سلام مسنون۔ آپ کا خط ملا تھا۔ جواب مین تاخیر ہوئی۔ پہلے سرگذشت سُن لیجیے پھر خفا ہو جیے۔ پرسون شب کو کھانا کھا کر عشار کی نماز پڑھ کر جو بستر پر دراز ہوئے برسات کی پیاری رات کالی کالی گھنگھور گھٹائین دیکھکر طبیعت جو مزے مین آئی تو اپنی پرانی غزل کا ایک شعر حسب حال گنگنانے لگا ؎

رات برسات کی ہے اور دہ پہلو مین نہین ۔۔۔ خوب برسینگے مرے دیدۂ تر آج کی رات

اس کا گنگنانا تھا کہ غضب ہو گیا۔ کہین بادل خان جو دن ہی سے فلک مینائی پر اپنی فوج کا پرا جمائے ہوئے تھے اُنکے کانون مین بھی یہ صدا پہونچگئی۔ پھر کیا تھا کڑک کر بول اُٹھے "دیکھین آپکے دیدۂ تر کیسے برستے ہین" مین کمبخت کیا سمجھا تھا کہ یہ ظالم سُن رہا ہوگا۔ مین تو اس دھوکہ مین تھا ؎

نالہ اس زور سے کیون میرا دُہائی دیتا ۔۔۔ اے فلک گر تجھے اونچا نہ سُنائی دیتا

شامت اعمال مجھے بھی انکے یون برس پڑتے پر ضد ہا گیا دو ایک شعر اپنی پرانی غزل کے پڑھکر سنائے۔

برق مضطر جب نہ ٹھیرے قلب مضطر کا جواب ۔۔۔ ابر باران ہو سکے کیا دیدۂ تر کا جواب
گوہر غلطان کی صورت بہہ رہے ہین اشک غم ۔۔۔ ابر نیسان کیا ہو مرے دیدۂ تر کا جواب

یہ حضرت داغ کی مشہور زمین ہے جس کا مطلع ہے

نامہ بر کہتا ہے اب لاتا ہون دلبر کا جواب　　سُن چکا ہون چار دن پہلے مقدر کا جواب

کمبختی ہی کیا کم تھی کہ مین نے اس زمین مین فکر کی اور یہ نتیجہ جواب بھگتنا پڑا شاید اُسی کا خمیازہ ہو زحمت نہ ہو تو دو ایک شعر اور سُن لیجئے۔ آمدم بر سر مطلب ہان تو مین اس فلک ناہنجار پر چوٹ کرتے ہوئے بس یہ کہہ اٹھا ؎

ہمنشین مین تجھسے کیا طوفانِ اشکِ غم کہون　　گھر کی دیوارین ہوئین ہین بستر در کا جواب

کمبخت نے کہا کہ اچھا دیکھو تم تو صرف خیالی پلاؤ پکار رہے ہو ہم دو دیواروں کو در کا جواب بنائے دیتے ہین" بس بھائی پھر کیا تھا۔ اللہ دے بندہ لے۔ برس پڑا رات گذری۔ دن ہوا پھر رات ہوئی۔ غرضکہ یون ہی دن رات ہوتے رہے اور یہ حضرت اپنی جان کو روتے رہے۔ وہ دہما چوکڑی مچائی کہ الا مان۔ تمام قصبہ عالم آب نظر آتا تھا۔ اڑا اڑرا دھڑیم، اڑا اڑرا دھڑیم کی ہولناک صداؤن سے کانون کے پردے پھٹے جاتے تھے۔ کچے تو کچے پکے مکان بھی ٹھیک ہنڈ کرتے ہوئے زمین پر آگئے۔

حضرت کہین یہ نہ خیال فرمائیگا کہ یہ اشعار کے چلتے ہوئے جادو کا اثر ہے کہ بانسون چلنے پر راجپوتانہ مین مجھسے ان اشعار کے ذریعہ سے پانی برسانے کو کہا جائے اور نہ برسے تو میری جان پر ستم ڈھایا جائے نا بھیا نا۔ اتفاق کی بات کہتا ہون۔ حکم خدا تائے نبھی۔ خانمان بربادون کی اچھی خاصی تعداد ہوگئی۔ آج سُنا کچھ بھانڈ طبلہ سارنگی چھوڑ برساتی تھاپ کی چوٹ دلوتین سیئے ہیئے رون، رون کے بجائے اللہ توبہ یا اللہ توبہ کی راگنی دل سے چھیڑتے ہوئے معہ عیال و اطفال جامع مسجد کی کوٹھریون مین۔ مقبرون مین۔ خانقاہون مین جا بسے۔ مین تو انکی اُپج کو مانتا ہون خوب سمجھی کہ اگر اللہ میان تم نہین مانتے تو ہم تمھارے ہی گھر مین بستر لگاتے ہین

جی چاہے اسے بھی گرا دو اگر پرسش ہوئی تو کہہ دینگے کہ مرے تو تیرے ہی گھر مین خواہ جنت مین بھیج خواہ دوزخ مین جگہ دے۔ ہان اسکا افسوس ضرور ہر وقت کی بات کہ میری ضد کا نہ سارے قصبے پر گرا۔ آج سے کان پکڑے۔ اب مین شب ہجر کو نہ روؤنگا۔ اور اگر رویا بھی تو اس ظالم آسمان کو مخاطب نہ بناؤن گا۔

بھائی صفدر خطا معاف یہ تو پھر کہونگا کہ اگر رونے پر آؤن تو مین خود تو ڈوب ہی جاؤن گا مگر اس ظالم کو بھی لے ڈوبون، یار سمجھکر نہیں دشمن ناہنجار سمجھکر خلق خدا کا پاس ہے ورنہ ہم تو جان سے جاتے مگر اس ستم ایجاد کو بھی مزہ چکھاتے۔ واللہ آپ اسے شاعرانہ تخیل کی بلند پروازی نہ سمجھیے گا کچھ ہمین پر یہ مبالغہ شاعری نہیں منحصر ہے اساتذہ قدیم و جدید سب کہہ گئے ہین شیخ ناسخ کہتے ہین ؎

شبِ فرقت مین جو رونیکو مین کل بیٹھ گیا
ارا را کر مینہ مین گردون کا محل بیٹھ گیا

سید بندہ کاظم جاوید یون گہر فشان ہین ؎

جس طرف دیکھو نظر آتا ہے پانی پانی
میرے رونے سے تو برسات ہوئی جاتی ہے

کیا ان بزرگون کی زبان مین اثر نہ تھا آخر اس ظالم نے ہم سے کیون ضد کی۔ اسکول کا وقت قریب آگیا لہذا رخصت۔

خادم
باسط بسوانی



جناب بشیر احمد صاحب سب انسپکٹر کا خط مؤلف کے نام

از پولیس پاٹودہ۔ ڈاکخانہ لچھمن گڈھ۔ ۷، نومبر ۱۹۱۹ء

ہم دشت نوردون مین ابھی ذکر ہوا تھا
خوب آئے خضر عمر تمھاری بھی بڑی ہے

حضرت صفدر زاد لطفہ۔ تسلیم مزاج لطیف آپکا محبت بھرا خط رقمزدہ ۲۶۔ اکتوبر معہ نشاط سخن ایک ساتھ وصول ہوکر مسرت افزائے خاطر انتظار ہوا آپکے مہربانی نامہ کے دلپذیر فقرون اور دلنشین جملون نے وفور شوق مین یہ حالت کردی ہے

خط کسی کا جب سے آیا ہے مین ہون اس شغل مین
گاہ پڑھنے کو اُٹھایا گاہ پڑھ کر رکھدیا

پیارے صفدر۔ آپکے انداز تحریر نے دلکو تڑپا دیا۔ خط پڑھ کر دونون ہاتھو نسے کلیجہ تھام لیا۔ آپکی سادگی مین بھی قیامت کی ادائین ہین۔ غرضکہ آپکی دلکش طرز تحریر نے جسقدر دلکو لبھایا اُسکا عشر عشیر بھی ضبط تحریر مین آنا نا ممکن۔ بقول جناب ۔ ع
یہ ممکن ہے کہ بہتا ہو مگر ہم سے نہین بہتا یہ فقرہ آپکا کہ "جو نظم ادیب مین شایع ہوئی وہ جوانی کی تھی" اب طبیعت مین وہ شوخی کہان" واہ کیا خوب لکھا۔ آپکی سی رنگین اور دلفریب طبیعت اور اس سے شوخی نکل جائے یہ ممکن نہین ہے (ع) ضعیفی مین بھی اے ظالم تری شوخی نہین جاتی۔ کہنہ مشقی وہ چیز ہے کہ جس پر ہزار نو مشقی نثار۔ لاکھ نوجوان طبیعتین قربان۔ نو آموزی و نو مشقی حسن و قبح کہنہ مشقی اپنے تجربہ اور مجاہدہ سے صاف کردیتی ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ طبیعت مین وہ جوہر بے بہا پیدا ہو جاتے ہین جو جوانی مین میسر نہین ہوتے۔ اسوقت

جو نظم و نثر زیب قرطاس ہوگی وہ حقیقت مین موتیون کی لڑی ہوگی - الغرض زمانہ پیری مین شعر گوئی کا شباب آتا ہی جسکی تائید مین جناب قیصر بھوپالی کا یہ مقولہ ملاحظہ ہو ؎

قیصر اس بات کے شاہد ہین غزلہائے یاض　　کہ بڑھاپے مین طبیعت پہ شباب آتا ہی

یہ آپکا فرمانا کہ خیر اب نظم تو بالکل نہین کہتا اور نہین آتا جس شوخ مزاج کی اک عمر چلبلاہٹ مین بسر ہوئی ہو اُسکا ایسے علمی مشغلے سے تارک ہونا بعید از قیاس ہی ؎

ضعف زم اور عزم حرم ہا نون کیطرح　　حضرت کی ذات سے تو نہایت بعید ہے

میری فرمایش پر آپنے اپنا تازہ کلام دل آویز مرحمت فرمایا اسکا شکریہ مین کس زبان و قلم سے ادا کرون - آپکے اشعار نے میرے دل پر جو تیر و نشتر کا کام کیا وہ کچھ میرا ہی جی جانتا ہے ؎

امیر اس ناز سے ظالم نے دیکھا　　نگاہین بولی اُٹھین وہ لے لیا دل

اس لذت آشنا خلش سے دل و جگر دونون نے مزے لوٹے، زبان نے چاشنیٔ فصاحت کے الگ چٹخارے لیئے - تمام اشعار اپنی خوبی مین بے مثل و لاجواب ہین - مطلع اول مطلع خورشید ہی، مقطع مین غضب کی نازک خیالی ہی - چراغ مزار، اور شمع مزار کی ادائے دلسوز نے جو فقیر بشیر کے دل پر بجلیان گرائین اُس کا اندازہ ناممکن الوقوع - ہائے

دامن اُٹھا کے چلنے سے بدنامیان ہوئین　　ہستی ہی کیا تھی ورنہ چراغ مزار کی

ہائے اس شعر مین پہلے مصرعہ کے لگانے کی کیا تعریف ہو سکے - اہل نظر ہی ان نزاکتون کو دیکھ سکتے ہین - کیا خوب فرمایا مجھے بیحد پسند آیا "دل در زلف" کے مضمون کا شعر بھی جسمین اختیار قافیہ نے عجب دلکش ہی - بے اختیار دل پھڑک گیا - یہ شعر آپ کی صفائی کلام اور شستگی زبان کا آئینہ ہی - کیون نہ ہو غزل مین چوٹی کا شعر ہے -

لسان الملک حضرت ریاضؔ خیرآبادی!!

زبان پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا — کہ میری نطق نے بوسے مری زبان کے لیے

ظالم صفدر، ستم ایجاد صفدر، بے رحم صفدر نے حضرت ریاضؔ کا کلام بھیجکر میرے دل پر کٹاری اور برچھی کے وار کیے ہیں۔ مگر ان کے ان ظالمانہ برتاؤ میں شیر کا مزہ آ رہا ہے۔ اسکو اس قسم کے جور و ستم میں دلچسپی ہی نہیں بلکہ محبت ازلی ہے۔ مجھے حضرت کے کلام سے وہی محبت ہے جو قیس کو لیلیٰ کے ساتھ اور فرہاد کو شیرین کے ساتھ تھی۔ مجھی پر کیا منحصر ایک زمانہ ان کے تیغ قلم کا قتیل ہے۔ چنانچہ خود ایک غزل کے مقطع میں فرماتے ہیں۔

ہیں یوں تو ریاضؔ اور بھی دنیا میں سخنور — مشکل ہے تمھاری سی طبیعت ہو کسی کی

اکثر اشعار حضرت کے میری زبان پر ہیں۔ آپ کا کلام خاص طور پر دلنشین و دلپذیر ہوتا ہے ؎

کھوئے ہوئے سے ہیں شاہد معنی کی دھن میں ہم — یہ بھی طفیل ایک جنون ہے شباب کا

یہ معلوم کر کے زیادہ مسرت ہوئی کہ حضرت سے آپکا خاص تعلق ہے جو سفر و حضر میں آپکو سایہ کی طرح ساتھ رکھتے ہیں۔ یہ آپکی خوش قسمتی ہے۔ ریاضؔ جیسے صاحب کمال کی میں تعریف کیا کروں چھوٹا منھ بڑی بات ہے کوئی اس پایہ کا ہو تو کچھ لکھے پڑھے (ع) اُسکے ایوان کی ہے عرش سے اونچی کرسی۔ ہاں آپکو زیبا ہے "سرخاب کا پر" ذرات کا ذرہ ان دونوں اشعار نے قریب بیس منٹ مجھ پر وجدانی کیفیت طاری رکھی ہائے کیا کہا "سہمے ہوئے بیٹھے ہیں کھوئے ہوئے بیٹھے ہیں" ان الفاظ کی ندرت دیکھیے برات کے ارمان تھے اس رات کا ڈر دیکھا ان الفاظ کی شوکت کسی استاد کامل سے پوچھیے شعر ہے یا سحر سامری کا چلتا ہوا جادو ہے ؎ جو موج اُبھرتی ہے شوخی سے الخ۔

اِس شعر مین جو معنوی خوبیان بھری ہین اسکو وہی نکتہ بین نظرین اندازہ کرسکتی ہین جو بحر سخن کے عمق تک پہونچکر موتی نکال لاتی ہین عجیب و غریب شعر ہے۔ یہ ذہانت اور طباعی خداداد ہے۔ آبرو خواس و حافظ شیرازی کے رنگ مین کسی دوسرے کا قلم اُٹھانا تحصیل حاصل ہے۔ اِس شعر مین اپنی نازک خیالیون سے دونون کے قلم توڑ دیے۔ میری طرف سے حضرت کی خدمت مین خاص طور پر تسلیم نیازمندانہ عرض کر دیجیے گر قبول اُفتد زہے عز و شرف۔ حضرت نہ مین اہل زبان نہ زباندان ایک ایسے ویرانہ مقام پر ہون جہان سوائے خس و خاشاک یا ریت کے ٹیلوں کے نہ کوئی ناظم نہ ناثر۔ اسلیے میرے اِس ہذیان پر آپ ہنسیے گا نہین۔ یہ لکھنؤ یا دہلی نہین ہے جہان بچے بچے ہین ایک کوردیہ مقام ہے پھر (۶) لائین کہان سے حضرت صفدر کی بول چال۔ ذرا اس دل دیوانہ کی وارفتگی تو ملاحظہ ہو کہ لکھنے کیا بیٹھا تھا اور لکھ کیا گیا۔ خیر آمدم بر سر مطلب آپکی کتاب مشاطۂ سخن کی نسبت جہان بڑے بڑے علما و فضلا رطب اللسان ثناخوان ہین وہان میرا کیا شمار مگر اتنا کہے بغیر نہین رہ سکتا کہ واقعی آپکو علمی مشاغل سے دلی اُنس ہے آپکے دل و دماغ سے جو بات نکلتی ہے وہ دل و دماغ مین رکھنے کی ہوتی ہے۔ ایجاد و اختراع تو آپکے قبضۂ قدرت مین ہین جس باب مین آپ قلم اُٹھائین گے گلستان نظر آئیگا اور جس موضوع پر آپکا قلم شوخی دکھائیگا۔ دیکھنے والون کو اتنی اجازت بھی نہ دیگا کہ غریب دونون ہاتھون سے دلکو تو سنبھال سکین ؎

پھر نہ سعدی کی حکایت اور نہ آتش کو فروغ جب ہوا پیش نظر باب گلستان صفیر

واقعہ یہ ہے کہ اس کتاب کی ترتیب و تالیف مین آپ نے غیر معمولی جد و جہد سے کام لیا ہے آپکی جگر کاوی آپکی سرگرمی آپکی عرق ریزی، آپکی جانفشانی ...

گلزار سخن مین گُل کھلائے ہین اُنکی نگہت عنبر بیز سے جوانان چمن کے دل و دماغ معطر ہو رہے ہین۔ آپ نے اِن چھوٹے چھوٹے الماسی ٹکڑون کو۔ خوشنما موتیون کو جب اپنے کلک جواہر سلک سے عروس مشاطہ کے جڑاؤ زیور مین جڑے ہونگے اسوقت آپکے فکر فلک پیا کا کیا رنگ ہوگا۔ کھوٹے کھرے کی نقادی کس درجہ ملحوظ خاطر ہو گی ؎

ساقی ترا مستی سے کیا حال ہوا ہوگا جب تو نے یہ مے ظالم شیشہ مین بھری ہوگی

غرضکہ یہ علمی بے بہا مجموعہ اپنی نوعیت و جامعیت کے لحاظ سے دنیائے ادب مین سبق آموز ثابت ہوگا ع یہ سخن وہ ہر کہ رکھین گے سخندان دلین۔ آپکی نکتہ سنجی و دقیقہ رسی کا اک زمانہ قائل ہی۔ درصل آپ شاہد سخن کے اعلیٰ درجہ کے نقاد اور سخن شناس ہین۔ اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔ آخر مین بکمال ادب ملتجی ہون کہ آپ اپنے و نیز حضرت ریاض کے تازہ بتازہ و نو بنو کلام سے اسی طرح محظوظ و مسرور کرتے رہین گے۔

نیاز کیش فقیر بشیر

جناب محمد اسحاق صاحب بصیر بریلوی کا خط

حضرت بسمل کے نام

محبت نامہ باعث تشکر ہوا۔ آپکو کیا معلوم کہ آپکے بصیر پر اِس گذشتہ زمانہ مین کیا گذری لطف غم مین آپ کیون شریک ہوتے۔

بارہا دیکھی ہین اُن کی رنجشین پر کچھ اُنکی سرگرانی اور ہے

آزردہ خاطر آپکے گلے کا باسی ہار

بصیر

جناب افضل حسین صاحب ثابت مؤلف حیات دبیر کا خط مؤلف کے نام

ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ - ۱۹ ر نومبر ۱۹۱۶ء

میدان سخنوری کے صفدر۔ تسلیم۔ لیجئے ایک مصرع مین القاب آداب سب آگیا۔ آپکی عطیہ کتاب مرقع ادب اور کارڈ مورخہ ۹ ر نومبر ۱۹۱۶ء شرف صدور لایا۔ تمام رقعات وخطوط کو چشم دل سے دیکھا۔ سبحان اللہ جتنے پھول ہین اُتنے نہین بلکہ اُس سے دہ چند رنگ ہین۔ ایک منشی مبتدی کو یہ کتاب منشی کامل بناتی ہے اداے مطلب کا ڈھنگ سکھاتی ہے۔ ایک کم علم کو صحیح وغلط الفاظ بتاتی ہے۔ کوئی رقعہ ایسا ہے کہ جسکو پڑھ کر بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے ابھی بیٹھے بیٹھے دم کے دم مین کشمیر کے زعفران زار مین پہونچ گئے۔

کہین بزم مشاعرہ کا نظارہ ہے اور مشاعرہ کی غزل پر تنقید و تقریظ ہے اور وہ بھی نئے ڈھنگ کی صفحہ ۱۰۷ پر حکیم فضل علی صاحب موہانی کی غزل کا شعر ؎

ساقیا پیش نظر ہے جو مرے روز حساب لسلیئے آپ کے پیتا ہون مین پیلنے سے

پھر اس پر تنقید "نرالی تنقید" جی ہان شراب کیا ہے ڈاکٹری سیرپ ہے۔ اسی حساب سے مالک جہنم آتشی تھرما میٹر بھی لگائین گے" عجیب لطف دیا ہے۔ کہین کسی لفظ کی تحقیق ہے تو وہ اعلیٰ درجہ کی۔ کہین کسی کے رنگ پر کسی کی زبان پر کوئی صاحب ہنس رہے ہین کسی لفظ یا ترکیب کو بُرا جانتے ہین اور اسکے ساتھ زیادہ تر لکھنؤ والون کا تکیہ کلام فرماتے ہین۔ یہ سچ ہو یا جھوٹ مگر ہمکو اس مین بھی مزہ آتا ہے۔ آخر مین مولوی نظر الحق صاحب

کا خط صفحہ ۱۴۲ پر شروع ہوا ہی جو تعزیت کا طریقہ سکھاتا ہے مصیبت بھی کسکی لکھتا ہے ۔ سید الصابرین سید الشہدا امام حسین علیہ السلام روحی فداہ کی مرثیہ کا پہلو بھی موجود ہی۔ آپکا کمال یہ ہی کہ اسی خط پر آپ نے کتاب ختم کر دی ہے کسی کا مقبول و مشہور شعر ہے ؎

درپس ہر گریہ آخر خندہ ایست مرد آخر بین مبارک بندہ ایست

اگر کمی ہے تو حسب ذیل باتون کی۔

(۱) جہان جہان غیر مانوس محاورے اور الفاظ آگئے ہین انکے متعلق اگر حاشیہ پر نوٹ لکھدیا جاتا تو اہل لکھنو یا اہل دہلی یا دونون ایسے تحریرین پڑھتے ہین تو ادبی دنیا سے دور تر ہو جاتا یعنی لوگوں کو ایسی ہدایت ہوتی جسکا نام ایصال الی المطلوب ہی مگر اسکے ساتھ ہی شاید ان کاتبان خط کو ملال بھی ہوتا پس اس ہونے سے نہ ہونا ہی بہتر ہی۔

(۲) جا بجا کتابت کی غلطیاں ہین مگر مجھے یہ دیکھکر کچھ صبر آگیا کیونکہ جو کتاب حیات دبیر جلد دوم ہین چھپا ہوت اُسمین بھی ایسی ہی کثرت سے غلطیاں ہین۔ آپ میرے ہمدرد ہین آپکو تالیف و تصنیف کی قدر ہے آپ اس کو کندن و کاہ برآوردن سے واقف ہین جو مصنفون اور مولفون کو مصیبتین پیش آتی ہین۔ آپ نے جو حیات دبیر کی مدح فرمائی میری محنت کی داد دی اُسکا دل سے شکریہ ادا کرتا ہون۔ اصلاحی الفاظ کی توجیہ ضرور لکھئے مگر ایسے ملایم الفاظ مین جو مختلف الرائے دیکھے اُنکی دلشکنی نہو ورنہ ملک مین مفت کی لڑائی چھڑ جائیگی اور حاصل کچھ نہ ہوگا۔

ایک اہم مسئلہ ترک الفاظ تعقید کا ہی جو ایسا ثقیل ہی کہ اسکا کبھی تصفیہ نہین ہو سکتا مصحفی کے پیرو زبان کی توسیع کے حامی ہین اور ناسخ کے ماننے والے اسکے مخالف ہین۔

فرصت مین اصلاحین تلاش کرکے بھیجون گا - آجکل تو بجز میرے سارا گھر مبتلائے امراض ہی اُمیدوار دعا ہون - آپ یہ نہ کہیے کہ مرقع ادب کی صرف تعریف ہی پر ٹالا لیجیے ایک خریدار بھی لیجیے

ریاست کوٹہ ملک راجپوتانہ - سید محمود حسن صاحب ثاقب دہلوی وکیل کے نام وی پی ایک جلد مرقع ادب بھیجدیجیے -

لکھنؤ مین آپ سے ملکر بہت خوش ہوا - آپ کا کلام یون تو نہایت ہی رنگین اور دلغریب ہی مگر آپکی اِس غزل کے اشعار

اور ہی عالم ہی اِس کافر کا عالم دیکھکر ہمکو اب مرنا پڑا دشمن کا ماتم دیکھکر

بھولنے کی چیز نہین خصوصاً یہ شعر تو مجھے ورد ہو گیا ہے - بار بار پڑھ کر دل ہی دل مین مزے لیتا ہون -

طور پر اُن کی نگاہ گرم تھی بجلی نہ تھی کچھ نہ بولے ہم مزاجِ یار برہم دیکھکر

دیکھیے اب کب ملاقات میسر آئے -

بندہ فضل حسین ثابت



شاعر نازک خیال حضرت جلال لکھنوی کا خط حضرت وصل بلگرامی کے نام

جلال نواز سلامت۔

سلام شوق کے بعد مدعا نگار ہون کہ مین بفضل الٰہی اسوقت تک مع متعلقین بخیر و عافیت ہون اور آپکی خیریت و صحت کا ہر وقت درگاہ باری سے خواستگار۔ واقعی آپ سے مجکو نیاز حاصل ہو چکا ہے مین نے خوب آپ کو پہچانا۔ قصیدہ آپکے اُستاد کا مین نے دیکھا واقعی بہت بے مثل قصیدہ فرمایا ہے کیا کہنا ہے۔ پانچ جلدین قصیدہ کی جو سوا میرے اور برخوردار حکیم سید محمد مہدی کمال سلمہ اللہ تعالےٰ کی جلد کے ارسال فرمائی تہین وہ یہانکے اور شعرا کو تقسیم کر دین حکیم سید محمد مہدی کمال سلمہ اللہ المتعال کی جلد میرے پاس رکھی ہے اسواسطے کہ وہ بالفعل لکھنؤ مین نہین ہین ایک ریاست ہے تردا نام ضلع فرخ آباد مین ہین بلکہ وہانکے راجہ کے طبیبون مین ملازم ہین۔ آپ چاہیے اُن کو ایک تحریر اپنے اُستاد کے دیوان کی تاریخ کے بارہ مین بہ نشان مذکور بصدر ارسال فرما دیجیے تو انسب ہے اور حضرت یاس کا پتہ یہ ہے۔ لکھنؤ میدان ایلچ خان میرزا ذاکر حسین صاحب یاس کے مطالعہ مین حوالہ ہو۔ اب ایک امر مین بھی آپکو تکلیف دیتا ہون اور وہ یہ ہے کہ میرا غزلیات کا دیوان چہارم موسوم بہ اسم تاریخی نظم نگارین و اسم غیر تاریخی حسن مقال کہ بالفعل معرض طبع مین ہے خدا نے چاہا تو عنقریب چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ پس آپکو اور آپکے ذکر فرمانے پر اور جس جس کو دیوان کی خریداری منظور ہو اور جسقدر نسخے چاہیے ہون اُن کی قیمت بطور

پیشگی جلد ترا رسال فرما دیجئے تو عین عنایت ہو۔ قیمت پیشگی اُسکی ایک روپیہ ہے
بعد طبع ہو جانے مضاعف ہو جائے تو عجب نہیں فقط والسلام

بیکمال

جلال

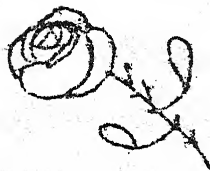
جناب سید بندہ کاظم صاحب جاوید لکھنوی کا خط

سید مجاور حسین تمنا لکھنوی کے نام

نور العین سید مجاور حسین سلمہٗ۔ بعد دعائے ترقی عمر و اقبال واضح ہو کہ خط عدم کے رہنے والوں کو ملا۔ لحد کے سونے والے کروٹیں بدلنے کے قابل ہوئے تن بیجان میں اسقدر جان آنا بھی قابل تشکر ہے۔ اُسوقت کی روئی ہوئی آنکھیں سوائے خدا کے اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا۔ صدہا شاگردوں میں ایک پر محنت کرکے جسے اپنا جانشین بنایا اُسنے ساتھ چھوڑ دیا اور یوں چھوڑا کہ جیسے دشمن کو چھوڑتے ہیں چھنگا صاحب نے جب تعداد قیام کو حد محشر سے ملایا تو نشان قبر کے ہونے کی امید بھی دل سے بیتابانہ رخصت ہوئی۔

راقم

سید محمد کاظم جاوید عفی عنہ



نواب فصاحت جنگ جلیل القدر حضرت جلیل جانشین امیر مینائی رح کے خطوط حضرت دل شاہجہانپوری کے نام

مُحبی و مشفقی تسلیم - نامہائے عنایت صادر ہو کر باعث منت پذیری ہوئے آج خدا خدا کر کے آپکی غزل ملاحظہ سے گذری جسے ہمراہ رقیمہ نیاز بھیجتا ہوں - آپ شاگرد ایسے شخص کے ہوئے جو تمام عالم کا اُستاد ہو - پھر کیونکر اصلاح میں تاخیر نہ ہو - اصلاح طلب کلام کے بستے کے بستے پڑے ہیں - میری جانب سے آپکی تعمیل ارشاد میں مطلق تساہل نہیں ہوتا اور نہ کبھی ہو گا - دوسری غزل بعد کو روانہ کیجائیگی - ابھی اُسکا وقت بھی دور ہے - آپکی تاریخ داخل دیوان ہو گئی - چار مصرع رکھے گئے ہیں -

میرے اُستاد کا پہلا دیوان تھا بلاغت کے چمن کا گلِ تر

اِسکی تاریخ یہ لکھدے اے دل اب فصاحت کا چھپا ہے دفتر

اور سُرخی یہ ہے محمد ضمیر حسن خان دل شاہجہانپوری - شاگردی کی اضافت کسی نام کے ساتھ نہیں رکھی گئی اور چار مصرعوں سے زیادہ کوئی قطعہ تاریخ نہیں ہے - سوا حضرت داغ کے - صدہا تاریخیں آئی تھیں - مگر چُن کر انتخاب الانتخاب لکھی گئیں - باقی حضرت نے واپس کر دیں - حضرت قبلہ و کعبہ آپ کو بہت بہت دعا کہتے ہیں اور سب سلام رسان ہیں ۳۰ مارچ ۱۸۹۶ء

آپکا نیازمند جلیل ذلیل

دلنواز تسلیم - تذکرہ میں جو مضامین مطلوب ہیں وہ یہ ہیں - نام تخلص - باپ کا نام مع وطن - اگر کوئی شرف خاندانی ہو تو اسکا دو ایک جملوں میں اظہار - زمانہ شاگردی -

تصانیف کا ذکر۔ استعداد علم۔ عہدہ۔ بس یہی باتیں اختصار کے ساتھ لکھی جائینگی۔ کلام منتخب مختصر یعنی یا ایک متوسط غزل کے یا ایک منتخب غزل اور زیادہ کی گنجایش نہین ہی۔ آپ کو جو کچھ بھیجنا ہے جلد بھیجئے۔ جناب قبلہ و کعبہ کی طرف سے دعا۔ شاہجہانپور مین جو جو صاحب قبلہ و کعبہ کے شاگرد ہون اُن سے بھی حال و کلام بھجوائیے۔

جلیل حسن، رامپور۔ دفتر امیر اللغات

۵ ستمبر ۱۸۹۶ء

مولوی عبد الغفور صاحب شہرؔ کے نام

دلنواز۔ سلام شوقین۔ دو تاریخین آپکی انشاء اللہ درج ہونگی۔ "فیض عظیم" اور "شاعر حجم" حضرت کوثرؔ کی خدمت مین نیاز نامہ بھیجا گیا ہی۔ انکی تاریخین بھی آئی ہین۔ دیوان کی قیمت ابھی تجویز نہین ہوئی ہے۔

آپکے سوالات کا جواب

ہمکو ففرو دیا، ہم سے ففرو کیا۔ دونون طرح مستعمل ہی۔ آپ نے جو مطلع لکھا ہی وہ مطلع درست ہی۔ سنک جہان تک زبان نہین ہی۔ سنک کا لفظ بمعنی خبط مستعمل ہی۔ جیسے اُن مین ایک قسم کی سنک ہی یا سنک پیدا ہوگئی ہے۔

مجھے سخت خجالت ہی کہ آپ ایسے دوستون کی خدمت گذاری سے قاصر رہتا ہون۔ خط لکھنے کی بھی نوبت نہین آتی۔ مجھے ایسی پریشان خاطری ہی کہ کوئی بات نہین بن پڑتی۔ آپ اپنی خیریت سے مسرور کرتے رہین۔ صدیق بخیریت ہی۔ سلام عرض کرتا ہی۔

جلیل حسن کان اللہ۔ ۹ ماہ مبارک ۱۳۳۱ھ

حیدرآباد دکن - ۳ محرم الحرام ۱۳۳۵ھ

دلنواز - سلام مسنون - آپکی تاریخ بہت اچھی ہو - مگر دیوان چھپ جانیکے بعد آئی - بہت افسوس ہوا - ایک غزل دیکھکر بھیجتا ہون باقی پھر انشاء اللہ تعالےٰ -

حضرت امیر کے اس شعر مین

آنکھ وقتِ ذبح پھر کر چشمِ قربانی ہوئی　　کشتیٔ عمرِ رواں چکرا کے طوفانی ہوئی

چشم قربانی کے معنی قربانی کی آنکھ ہو یعنے جو فدیہ ذبح ہو چکا ہو اُسکی آنکھ سے قائل نے اپنی ہم آنکھ کو تشبیہ دی -

غالب مرحوم کے اس شعر مین

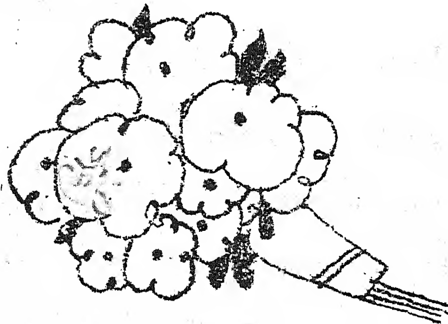
نظر لگے نہ کہین اُنکے دست و بازو کو　　یہ لوگ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین

کوئی باریکی نہین ہو - عاشق کا زخم جگر جو کہ معشوق کے دست و بازو کی گلکاری ہو - لہذا اِس زخم کے دیکھنے سے اندیشہ ہو کہ معشوق کے دست و بازو کو نظر نہ لگ جائے -

جلیل کان اللہ لہٗ

نوٹ :- اِسی قافیہ مین حضرت نظام کا شعر بھی نذر ناظرین ہو ملاحظہ ہو -

یہ آپ ہی کی نظر نے تو گل کھلائے ہین　　پھر آپ کیون مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہین



مولانا سید جمیل احمد صاحب جمیل سہسوانی شاعر دربار بھوپال کا خط

مؤلف کے نام

دوست کس دل سے لکھوں، مگر اخوت اسلامی سب سے بڑی نسبت ہے
اس نسبت کے لحاظ سے ابتدا - السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپکا تحفہ شاط سخن
عبدالغفار کے ذریعہ سے مجھے ملا۔ نفسانیت جو خاصہ بشری ہے اُسپر ریویو لکھنے کی
اجازت نہیں دیتی تھی مگر انصاف نے دامن پکڑا۔ اور کچھ نہ کچھ لکھنے پر مجبور کیا
حق کہے بغیر نہ رہونگا - جو دل میں ہے وہی زبان قلم سے نکلے گا۔ یہ تالیف آپ ہی کا
حصہ تھی۔ کسی زبان میں اسکا نظیر مسموع و مشاہد نہیں۔ فجزاکم اللہ خیرالجزا۔ اسمیں نے
جو کچھ اسپر خامہ فرسائی کی ہے انصافاً کی ہے۔ وہ دوسرے ورق پر ملاحظہ ہونگی سید امین
تاریخ گوئی کی وجہ سے اگر کوئی لغزش ہو تو قابلِ معافی ہے۔ ہاں جناب یہ تو فرمائیے
آپ نے تسلیم مرحوم کو پیمبر اور مجھے اُستی جائز التقصیر کیوں تسلیم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے
ان بعض الظن اثم۔ اگر حقیقت حال آپکو معلوم ہوتی تو شوخی تحریر سے مجکو معاف رکھکر
شاید برخلاف اُسکے اپنا خیال قایم فرماتے۔ والسلام خیرالسلام ماموں سید
عابد حسین صاحب عابد سے ملاقات ہو تو میرا سلام فرما دیجیے گا۔

المتکلف
سید جمیل احمد سہوانی غفراللہ

شاط سخن کی تاریخیں

ہوالله الغنی الوسیع
۱۳۳۶ھ

نازِ جمالِ حُسن یہ شاطۂ سخن ، کیا خوب ہے بنی ٹھنی پاکیزہ اک دُلہن
۱۳ھ ۱۳۳۶ ۱۲ھ ۳۶ ۳۶

(فقرات تاریخی)

جمیل یہ مشاعرۂ سخن ہی یا دلاویز دلہن — مسرت کی انجمن ہی یا کامرانی کا چمن
یا مرکتاب ہی یا اسلوب اصلاح کی راہبر ہی — اس نہج مین مجدد کا لاجواب سمرا ہی سمری ہی
اوستادان سخن کی محبوب ہے — مستفیدان مستعد کی مطلوب
کمال قدردانی شعرا کی سزاوار — تحسین کملاے عالی قدر کی امیدوار
اگر آئینۂ کمال طبع صفدر کہون تو بجا — یا پایۂ آگاہی نقص و حسن سمجھون تو روا
یہ نامہ پسندیدہ لایق دید ارباب سخن ہی — عرق ریزی مولف قابل قدردانی اہل فن ہی
رب کریم اسکو پیرایۂ قبول عطا فرمائے — مولف ہمہ دان کی محنت ٹھکانے لگائے
دعا از منت دوزگیہان تمراشج — نا آشنائے فن سخن جمیل

میرے مکرم۔ تسلیم۔ عنایت نامہ کیا آیا سب شکایتون کو مٹایا۔ الحمد للہ اب

نہ آپکو کوئی گلہ نہ مجکو شکوہ ہے جمیل

دلون کے میل فنا کردیے صفائی نے — جلا سے صاف ہوئے زنگ خوردہ آئینے

مین آپکے کریمانہ الفاظ کا تہ دل سے شکر گزار ہون۔ رب العالمین آپ کے
مقاصد دارین بر لاوے آمین۔ آمین۔ مشاعرۂ سخن کو دیکھتے دیکھتے صفحہ ۵ پر ادہر کا
یہ شعر نظر پڑا ؎

روزی گرے پڑون کو پہونچتی ہی اسکے گھر — ہی میرے آبلون کا نمونہ نقش پا

منشی صاحب نے اس شعر کی تعریف فرمائی اور کچھ اصلاح نہ دی۔ لیکن میرا
خیال ہے کہ آبلون مین جو نہین ہوتا پانی ہوتا ہی۔ معلوم نہین جناب منشی صاحب کی نظر
سے کیونکر رہ گیا۔ اسکو سوائے سہو نظر کے اور کیا کہون عدلیۂ سابق کی روانگی کے بعد

دو فقرے تاریخی اور ذہن مین آگئے اُن کو بھی اور نیز ایک قطعہ تاریخ کو تقریظ رسالہ مین مناسب موقع پر اضافہ فرمادیجئے۔

ماشاءاللہ غزل کا ہر شعر دلنشین ہے۔ مدت مین یہ زبان گوش آشنا ہوئی دو شعر تو حصے کے ہین۔ اچھوتا رنگ ہے۔ آپکا شاگرد عبدالغفار تسلیم عرض کرتا ہے اور محمد فاروق اثر کو سلام عرض کرتا ہے والسلام

سید جمیل احمد عفی عنہ

دونون فقرے اور قطعہ درج ذیل ہے

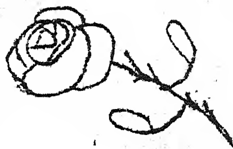
مصلحین کی بامزہ اصلاح قابل تعریف ۔۔۔ اصلاح کے مفید فواید عمدہ مقاصد تالیف

قطعہ

لاریب یہ ترنم ارباب ذوق ہے ۔۔۔ مشاطۂ سخن ہے نئی چیز بامزہ
مضمون جمیل اسکے بدون قند یا شکر ۔۔۔ تقصیر لطف پاتا ہون تازہ نیا مزہ

نوٹ:- پیارے محترم دوست حضرت جمیل کو تاریخ گوئی مین جو کمال حاصل ہے اسکا اندازہ ناظرین اُن کے دونون خطون سے کرسکتے ہین۔ ایک مادہ تاریخ نکالنے مین جو زحمت ہوتی ہے وہ وہی حضرات سمجھ سکتے ہین جن کو اس فن تاریخ سے مناسبت ہے۔ نہ کہ ہر فقرہ مین تاریخ۔ یہ اُن کے کمال تاریخ گوئی کی عینی شہادت ہے۔ اللہم زد فزد۔

مؤلف



سید جالب صاحب ایڈیٹر اخبار ہمدم لکھنؤ کے خطوط مؤلف کے نام

دفتر اخبار ہمدم۔ لکھنؤ۔ ۱۴ نومبر ۱۹۲۱ء۔ دو شنبہ

مخدومی و مکرمی۔ تسلیم نیاز۔ چونکہ خان بہادر شمس العلما مولوی محمد یوسف صاحب جعفری رنجور عظیم آبادی سابق ہیڈ مولوی بورڈ آف اگزامینیشن کلکتہ جنھوں نے قابل قدر تالیف و تصنیف کے علاوہ اعلیٰ طبقہ حکام مین زبان اردو کی اشاعت کر کے ملک و قوم کی بیش بہا خدمت سرانجام دی ہو حسن اتفاق سے ان دنون لکھنؤ تشریف لائے ہین لہذا یہان کے منتخب حضرات سخنور اور اپنے مخصوص کرمفرماؤن کو مولوی صاحب موصوف سے متعارف کرنے کی غرض سے زیر اہتمام خاکسار واقع دھرم سالہ مہاراجہ درگھے سنگھ آنجہانی نمبر ۱۳۳ ایبٹ روڈ متصل تاکہینڈ لہ مین آیندہ یکشنبہ واقع ۲۰ ماہ نومبر ۱۹۲۱ء کو بعد از مغرب ایک مختصر بزم سخن منعقد ہونے والی ہی۔ خاکسار کو آنجناب کی دیرینہ عنایت سے توقع ہی کہ وقت مقررہ پر خاکسار کے قیام گاہ واقع دفتر ہمدم تک قدم رنجہ فرمائین اور مصرعہ طرح ذیل پر اپنے نتائج افکار گوہربار سے شرکائے بزم کو مستفیض فرمانے کے ساتھ مجھے منت پذیر بنائین ؎

شرکت بزم سے بڑھ جائیگی عزت میری ‌‌ ‌‌ میرے گھر آئین قدم آپکے قسمت میری

مصرع طرح: ملا چاک گریبان اپنا آکر چاک دامن سے۔ دامن، گلشن قافیہ ـ سے ردیف

خاکسار

سید جالب دہلوی ایڈیٹر روزنامہ ہمدم لکھنؤ

دفتر ہمدم لکھنؤ ۔ ۲۹ر دسمبر سنہ ۱۹۱۷ء

تسلیم بالتکریم ۔ مجھے تحفظ زبان اُردو کے مسئلہ پر جناب سے کچھ گفتگو کرنا ہے اور بقدر امکان قلمے ، سخنے امداد کی اُمید ہے ۔ لہذا ملتجی ہوں کہ ۲ر جنوری کے بعد کوئی دن معہ وقت مقرر فرمائیں کہ میں حاضر ہو کر اس مسئلہ پر مشورہ کروں۔

اُمیدوار جواب نیازمند

سید جالب ایڈیٹر ہمدم



لفظ بُوٹا کی تحقیق

تین مسلم الثبوت اساتذہ حضرت جلال و داغ کی تحریرین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شعرائے محقق اور فصحائے زبان اردو کی خدمت مین التماس ہو کر اِس بارے مین اپنی رائے ظاہر کرکے مرہون منت فرمائین کہ لفظ بوٹا بواو معروف کے کیا معنے ہین اور عام اشجار پر اِس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہین مثلاً آم کا بوٹا - املی کا بوٹا - تاڑ کا بوٹا وغیرہ اور دہلی و لکھنؤ مین اسکے معنون مین کوئی فرق ہے یا نہین. فقط

خاکسار وصل بلگرامی

بوٹا اصل مین فارسی زبان کا لفظ بوتہ واو معروف اور تائے قرشت کے ساتھ ہے جسکے معنی چھوٹا درخت جو بہت بلند نہ ہو اُسی کی تے کو تائے ہندی اور آخر کی ہائے مختفیہ کو الف سے تبدیل کرکے بوٹا لفظ ہندی بنا لیا ہے معنون مین کوئی فرق نہین اردو مین چھوٹے درخت کو بوٹا کہتے ہین جیسا کہ جناب تجر مرحوم کے اس شعر مین توضیح کے ساتھ موجود ہے

راستی چاہیئے خُردی و بزرگی کیسی ۔ بڑھ گیا سرو سے قد یار کا بوٹا ہو کر

اسی وجہ سے اکثر پھول کے درخت پر اِس لفظ کا اطلاق ہو سکتا ہے جیسا کہ

امانت مرحوم نے کہا ہے

چمن کے کوئی گُل کا بوٹا ہے تو ۔ ستارہ دیابن کے بوٹا ہے تو

اور تصغیر ہی کے لحاظ سے چھوٹے خوشنما قد کو بوٹا سا قد کہتے ہین جیسے آتش مغفور

گڑ گئے رنگین تر سے بوٹا سا قد کو دیکھکر   تھا کیف گل مین جو ذرہ گویا فنا ہو گیا

اور نیز بہ لحاظ خردی پودے کو بھی کہہ سکتے ہین جیسا کہ بحر مرحوم کے اس شعر سے مترشح ہوتا ہے ؎

سیر کے قابل ہے اب باغ جوانی یار کا   بیل زلفون کی چلی قامت کا بوٹا بڑھ گیا

اور گل برگ وغیرہ کی تصویر کو بھی بوٹا کہتے ہین جو کسی چیز پر بنی یا چھپی ہو جیسے بحر مرحوم کے اس شعر مین ؎

اپنی بہار خاک دکھائین غریب لوگ   بوٹی نہ چھینٹ کی ہے نہ بوٹا ہے شال کا

انھین معنون مین برعایت معنی مذکورہ بالا اس شعر مین فرماتے ہین ؎

عجب بہار ہے بیلوٹنکی اور بوٹونکی   پری دوپٹہ ترا غیرت چمن کیا خوب
رنگین کفن بھی چاہیے مین رنگین مزاج تھا   نیچے کفن کے بوٹے ہون اوپر کفن پہ پھول

اب رہا یہ سوال کہ ہر درخت کو چاہے کتنا ہی بڑا کیون نہ ہو بوٹا کہہ سکتے ہین یا نہین مثلاً آم کا بوٹا۔ املی کا بوٹا۔ تاڑ کا بوٹا وغیرہ ایسا نہ تو اصل فارسی بوتہ کے معنی سے مفہوم ہوتا ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا اور نہ محاورہ اردو مین فصحاے لکھنؤ کی زبان سے سُنا نہ اُن کے کلام مین نظر سے گزرا۔ دہلی کے قدماے محققین کے کلام مین بھی جہان تک دیکھنے کا اتفاق ہوا سوا معانی مذکورہ کے ان معنون مین ہونے کا خیال نہین۔ میرے نزدیک تو کسی بہت بڑے درخت کو بوٹا نہ کہنا چاہیے فقط واللہ اعلم۔

خادم الشعرا
محمد محمود صمد لکھنوی

بوٹا کا اطلاق محض درخت گل یعنے گلبن پر کیا جاتا ہے اور کسی درخت کو نہین کہہ سکتے۔

جلال بیگمال

بوٹا چھوٹے خوبصورت درخت کو جو خلقت مین چھوٹا ہو یعنے پودے کو کہتے ہین اور گلبن کو بھی کہتے ہین۔ آم کا بوٹا، تاڑ کا بوٹا، املی کا بوٹا مین نہین جانتا۔ متوسط اور موزون اور خوبصورت قد کو بوٹا سا قد کہتے ہین۔

نصیح الملک داغ دہلوی



جناب مولینا الطاف حسین حالی کا خط

جناب قاضی محمد اسمٰعیل خلیل صاحب حیرآن بریلوی کے نام

پانی پت - ۲ر مارچ ۱۹۱۰ئ

جناب قاضی صاحب مخدوم و مکرم دام مجدکم - تسلیم - اُمید ہی کہ جناب مع الخیر بریلی پہونچگئے ہون گے - باعث تصدیعہ یہ ہی کہ جس عزیز کے علاج کے واسطے خاکسار بریلی حاضر ہوا تھا وہ بدستور علیل ہی اسکے لیے بزمانہ قیام بریلی بندہ جناب شاہ معین الدین صاحب عرف ننھے میان خان صاحب کی خدمت مین جو حضرت مولینا نیاز احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہین حاضر ہوا تھا - جناب ممدوح نے بکمال شفقت عزیز مذکور کے واسطے ایک دوا ابتائی تھی جسکا نام آسرول ہی اور عظیم آباد کے علاقہ مین دستیاب ہوتی ہی اور یہ فرمایا تھا کہ یہ دوا جنون اور نیز مرگی کے واسطے نہایت مجرب ہی چنانچہ وہ دوا میرے ایک معزز دوست نے جو عظیم آباد کے رئیس ہین بہت تجسس و تلاش سے بہم پہنچا کر بہت دن ہوئے میرے پاس بھیجدی تھی مگر اب تک اُسکا استعمال نہین ہوا تھا چونکہ مرض بدستور چلا جاتا ہے اسلیے ارادہ ہو کہ جناب ممدوح کے ارشاد کے موافق اسکا استعمال شروع کرایا جائے - آسرول کے استعمال کی جو ترکیب جناب ممدوح نے لکھوائی تھی وہ میرے پاس موجود ہے مگر چند باتین دریافت طلب ہین - اُسمین لکھا ہی کہ پانچ خوراکین پلائی جائینگی اور ہر دوسری خوراک پہلی خوراک سے دو روز بعد دیجائے - اسمین یہ شبہہ رہتا ہے کہ تیسرے - روز دی جائے یا چوتھے روز، دوسرے یہ کہ آسرول اور سیاہ مرچ ہر ایک کے ساتھ

کتنا پانی پلایا جائے اور تیسرے کھانے مین کسی چیز کا پرہیز ہے یا نہین اور ہو تو کتنے دنون تک پرہیز کرنا چاہیئے چوتھے یہ کہ مریض کو یہ خیال ہو کہ اسکے استعمال سے کوئی سخت حالت یا تکلیف نہ پیدا ہو جائے۔ اگر کوئی حالت ایسی پیش آوے تو کچھ اسکا اندیشہ تو نہین ہے۔ پانچوین یہ کہ دوا جنون اور مرگی دونون کے واسطے ہے یا صرف جنون کے لیئے ہے۔ مریض کا حال یہ ہے کہ جب دورہ ہوتا ہے تو ایک سخت آواز نکلتی ہے اگر کوئی سنبھالے نہین تو فوراً بیہوش ہو کر گر پڑتا ہے جھاگ وغیرہ کچھ مُنھ سے نہین نکلتا۔ البتہ ہاتھ پاؤن مین تشنج دیر تک رہتا ہے اور اکثر دورہ کے بعد دیر تک بیخبر پڑا رہتا ہے، معلوم ہوتا ہے بیخبر پڑا سوتا ہے۔

جنون کا یہ عالم ہے کہ کوئی بات اپنے مزاج اور خواہش کے خلاف نہین سُننا چاہتا اکثر ذرا ذرا سی بات پر ناراض ہو کر گھر سے نکل جاتا ہے اور سخت سردی یا سخت دھوپ مین کپڑے اُتار کر پھینک دیتا ہے، تین تین چار چار وقت کھانا نہین کھاتا ہے۔ پاکی اور ناپاکی کا خیال جنون کے درجہ تک پہنچ گیا ہے۔ بات بات مین توہم، شک اور ہر ایک بات کے لیئے بے انتہا اضطراب اور جلدی کرتا ہے۔ کپڑے اور جوتے وغیرہ بے ضرورت بنوا کر رکھتا ہے اور پہنتا نہین اسی طرح کی اور باتین ہین جن سے خلل دماغ معلوم ہوتا ہے۔

آپکی خدمت مین التماس ہے کہ اس تحریر کو کسی ذریعہ سے حضرت شاہ صاحب کے ملاحظہ سے گذران کر جو جواب وہ عنایت فرمائین ازراہ عنایت بہت جلد آپ لکھوا کر بھیجدین مین نہایت ہی ممنون ہونگا۔

خاکسار

الطاف حسین حالی

سید حافظ حسین صبا الہ آبادی کے خطوط

مولف کے نام

پیارے صفدر۔ سلام شوق۔ تمھاری شکایت بجا میرے سر آنکھوں پر۔ پیارے صبا مرحوم کی خبر انتقال اخباروں میں پڑھ کر کے ایسے غائب ہوئے تم کہ اب نظر آئے ہو۔ تم نے صبا کا جنازہ بھی نہ اُٹھایا۔ پھول میں بھی نہ شریک ہوئے حالانکہ وہ شیفتہ رنگ اخبار جہان تھے اور تم قدیم رازدار۔ اسلئے تمھیں ایسا تغافل سزاوار نہ تھا۔ ہم بھی قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں کیا امید تم سے کی جا سکتی ہے۔ لہذا زندگی کے پُرلطف باتوں تک شاید آپ کا ساتھ ہو مرنے کے بعد بھول کر کبھی فاتحہ سے بھی نہ یاد کروگے بقول ریاض ؒ سے

لحد پہ آنے لگا کیوں یہ فنا کوئی　　مٹے ہوؤں کا کسکو خیال کیا ہوگا

ہماری موت زندگی کیا ایک شخص ناکارہ۔ تم جم جم جیو۔ اردو علم ادب پر تم احسان عظیم کر رہے ہو۔ مرقع ادب تمھاری لیاقت کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے حصہ دوم انشاء اللہ بجید دلچسپ ہوگا۔ قدردانی سے دلمیں شوق اور طبیعت میں اُمنگ پیدا ہوتی ہے۔ جسکا صلہ ملک کے ہر گوشہ سے تمکو مل رہا ہے مولینا شرر کی تنقید ختم جواب ہے جو کچھ مولینا نے مرقع ادب کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ تمھارے لیے باعث فخر ہے ؎

خدا کے فضل سے یوسف جمال کہلائے
اب اور چاہتے کیا ہو پیمبری ہو جائے

تم اگر ٹیکمگڑھ پہنچ جاؤ تو زمانے اور مردان نے خطوط کا ڈھیر لگا دو۔ جج صاحب قبلہ مدظلہ و
بھائی صاحب مرحوم جیسا اور نہ آپ کے صدہا خطوط ہیں۔ ان میں بیشتر نہایت مفید اور پُرلطف
بغیر تمہارے آئے ہوئے ایک خط بھی نہ دونگا۔ تمہارا بیحد مشتاق ہوں لکھنؤ سے ہمیر پور بہت
قریب ہے تم بآسانی آسکتے ہو لہذا ضرور آؤ ضرور آؤ۔ ریل مودھا تک جاری ہوگئی۔ سفر میں اب
زحمت کسی قسم کی نہیں ہے۔ میں اپنے مصائب کا اظہار فضول سمجھتا ہوں تین ماہ نائب تحصیلدار
تعلقہ میں رہا۔ اپریل، مئی، جون، بندیل کھنڈ کی گرمیاں، دیہات کا دورہ، دھوپ کی شدت
موت کا ذائقہ زبان پر آگیا۔ اب راحت و لطف کا دور شروع ہوا تھا کہ پھر یکم اگست سے
نائب تحصیلدار ہمیر پور خاص ہو گیا۔ مالگزاری باقی پڑی ہوئی ہے دیکھوں کیا حشر ہوتا ہے
مرقع ادب کے متعلق میں اپنے خیالات حقیقتاً ظاہر نہ کر سکا۔ میرے خیالات کا تعلق تمہاری
ذات تک محدود رہے تو خیر وہ اس قابل نہیں کہ تنقیدوں کے ذیل میں اُس کو جگہ دی جائے
اور میں مولانا نشتر مدظلہ سے مشہور انشاپرداز کے پہلو بہ پہلو نظر آؤں یہ بے ادبی مجھ سے
نہ ہوگی یہ وعدہ کرو کہ تم شایع نہ کروگے تو لکھوں۔

میرے دوست مسٹر والا قدر صدر قانون گو جنکو مذاق سخن اعلیٰ درجہ کا ہے حُسنِ اتفاق
سے دورہ میں ایک مقام پر مل گئے اُس زمانے میں مرقع ادب ہر وقت میرے پیش نظر رہتا تھا
یا پہلو میں کسی شوخ حسین کی طرح اُسکی جگہ تھی اُسکو دیکھکر وہ بیحد محظوظ و مسرور ہوئے
اور قلم برداشتہ انھوں نے اظہار خیالات کیا اسکو دیکھکر تم نہایت خوش ہوگے۔ مسودہ آنکو
تو یہ سب پیش کیا جائے تاریخ اور وقت آمد مجھ سے دریافت کر دو دیکھو نہ آئے تو اچھا
نہ ہوگا ۔ میں بلاتا تو ہوں اُنکو مگر اے جذبۂ دل ۔ اُنپہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

سید حامد حسین
ہمیر پور۔ ۲۹ اگست ۱۹۱۶ء

پیارے صفدر - پیارے تمہاری ضیافت شوق کے خیال سے مرقع ادب کی تنقید انتظاماً ایسے موقع سے روانہ کی گئی تھی کہ افطار کا لطف دوبالا ہو۔ لکھنؤ کی مشہور اور پر لطف افطاری کے ساتھ غذائے روحی کا بھی سامان ہو قفلی اور برف،کوزہ نبات اور شربت قند سے اگر حرارت خارجی کم نہ ہو تو مرقع ادب کی تنقید لطیف سے دل ٹھنڈا ہونا نازک اور باریک ککڑیوں سے اگر مجنون کی پسلیون اور لیلیٰ کی انگلیوں کی یاد تازہ ہوتی ہو تو نقاد کے بلند خیالات سے غالب کی روح پیش نظر ہو جائے سنگترہ کی قاشوں کے ذائقہ سے اگر زبان لطف نا آشنا ہو رہی ہو تو نقاد کے حسین اور دل آویز فقرے کسی مہوش کا سیب زنخدان پیش کر دیں۔

ہم نے تمہارے مذاق شاعرانہ کے لحاظ سے ایسے پاکیزہ اور لطیف خیال کو دل میں جگہ دے رکھی تھی اور امید تھی کہ تم اُن نکات کو سمجھکر کمال محظوظ ہو گے کیا خبر تھی کہ جناب کا وقت افطار ٹل جائیگا روزہ گندہ اور مکروہ ہو جائیگا اور برادر صفدر شاکی ہوں گے۔ بھائی جان روزہ وقت پر خود کھل جاتا ہے لکھنؤ میں رہ کر مسائل افطار سے ناواقف ہونا تعجب انگیز ہے۔

دولت کدہ مشرف الآقدر پر تمہارا نیاز مند مقیم ہے۔ کیا لطف سے بسر ہو رہی ہے علمی مشاغل و مباحث میں زیادہ وقت کٹتا ہے۔ تمہارا نامۂ محبت گرامی والآقدر صاحب کی موجودگی میں صادر ہوا نہایت ذوق و شوق سے دو پڑھا گیا۔ اشعار پر جب نوبت پہونچی کلیجہ تھام تھام لیا۔ دل اسقدر ضعیف ہو گیا ہے کہ وہ ایسے دردناک اور چبھتے ہوئے اشعار سُننے کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ اس شعر کو پڑھکر دل کو بیحد تکلیف پہونچی۔ ؎

ہمارے جینے سے کیا یاس ہو گئی اُنکو — اٹھا کے نبض سے کیوں ہاتھ رکھ لیا دل پر

خدا جانے کیا کیا مناظر پیش نظر ہو گئے۔ صفدر خدا کے لئے ایسے شعر نہ کہا کرو۔ تمام رات کروٹین لیتے رہے۔ کسی کا غم تازہ ہو گیا۔ بخدا تمام غزل مرصع ہے اور مقطع تو بیمثل ہے مین لکھ نہین سکتا ہون۔ قائم مقامی کا زمانہ، مقام تحریر مین جنبش نہین کر سکتا۔ فی الجملہ تم آزاد ہو۔ اس لئے تمہین کو یہ تکلیف گوارا کرنی چاہئے پتہ کیا دریافت کرتے ہو مسٹر والا قدر صدر قانون گو ہمیر پور۔

سید حافظ حسین

۱۷ اگست ۱۹۱۵ء

پیارے صفدر۔ پیار۔ سلام شوق بصد ذوق۔ نامۂ محبت کہون یا پیرہن یوسف معاف کرنا، نظر پڑتے ہی فوارۂ نور آنکھون سے جاری ہوا دل و دماغ روشن ہو گئے وفور انبساط سے شیروانی جسم پر تنگ ہو گئی۔ چٹ چٹ دو بٹن ٹوٹ گئے۔ اطبا بھی اگر ہوتے ہنس پڑتے۔ قلب کی عجیب کیفیت ہوئی۔ اسکی حرکت اعتدال سے زیادہ بڑھ گئی اور چند ساعت کے لئے مین دوسرے عالم مین جا پہونچا۔ تمام کوائف گذشتہ موجود فی الذہن اور میرے خیال نے اُس انجمن کی تصویر پیش نظر کردی جسکو مدت ہوئی چرخ گردون درہم برہم کر چکا تھا صدقے اس انجمن اور نثار اس انجمن آرا کے۔

دل مین ایک درد اٹھا آنکھون مین آنسو بھر آے
بیٹھے بیٹھے مین کیا جانے کیا یاد آیا

پیارے صفدر کی ہفت رنگ طبیعت کی جولانی۔ خان مرحوم کی تان سین سے بڑھی ہوئی گلے بازی۔ مزید برآن مرحوم کی خوش طبعی و ظرافت۔ گلشیا کے اکھوا رستیان کے بہترا ستیان سچے مین ...... رہے

صبا کی رنگین بیانی۔ بے ساختگی۔ برجستگی۔ خوش آوازی۔ کس کس بات کو یاد کرون ہائے مرحوم نے آخر خط میں لکھا تھا کہ فقیر کالبد کے دفت محبت کا ایک جزو اعتدال سے زیادہ عطا کیا گیا ہی۔ اسی افراط کا ممنون ہون جس نے میری تحریر کو آپکے دل مین بار نبار رکھا ہے۔ اسی محبت کی ایک فقند راخجگاری نے میرے سینے مین آگ لگا رکھی ہو اکثر اوقات دہوان اٹھنے لگتا ہو جس سے دم گھٹ گھٹ کر رہ جاتا ہو۔ باوجود مرور زمانہ معتد بہ اب تک یہ کیفیت ہے" حیف صد حیف ایسے زندہ دل احباب چل بسین اور حافظ زندہ رہے بقول اکبر الہ آبادی سہ

ہم نشین اٹھ گئے اس بزم سے تم بھی اکبر ..... باندھو اب جلد کمر

نہ وہ جلسے ہی رہے اور نہ وہ صورتین رہی ..... کیا ہی جینے کا مزا

احباب کا کافی ماتم کر چکا۔ ثواب فاتحہ سے انکی روحون کو شاد کرکے اب جواب نامہ لکھتا ہون۔ لیکن دل نہایت متاثر ہے اور سینہ سے بے اختیار آہ نکل رہی ہو۔ حلقہ غم میں اب تک سر بزانو بیٹھا ہون۔

پیارے صفدر۔ بندیل کھنڈ مین ۲۲ سال ہو گئے۔ نہ زبان پر قدرت رہی نہ کسی قسم کا مذاق باقی رہا۔ بجز افسردہ سے بر تر ہون خندہ در گور سمجھنا بالکل بیجا نہ ہوگا کسی قسم کا حس باقی نہیں شدید انتظار موت ہے۔ عروس مرگ شربت وصال سے دیکھئے کب شاد کام کرتی ہے۔ اُف! افسوس ہمکو اور تمکو پیارے کہنے اور لکھنے والا اب کوئی باقی نہیں رہا۔ پرانے دوستون مین ایک لنگوٹیا یار تم باقی ہو۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے۔ اور بے تکلف جسکو پیارے کہہ سکتا ہون اور لکھ سکتا ہون لیکن جیسا معلوم ہوتی ہے۔ بوڑھے چونچلے جنازے کے ساتھ یہ حرکت بھی

عجیب ہے۔ بال تمام سر اور داڑھی اور مونچھ کے سفید ہو گئے۔ دو داڑھیں گر گئیں۔ اُن میں ایک عقل داڑھ تھی۔ سامنے کے دو دانت ہل رہے ہیں اُن کی بھی زندگی دو ماہ سے زیادہ نظر نہیں آتی۔ تم اگر پیارے لکھو گے تو لوگ کیا کہیں گے جو جس کا جی چاہے کہے اب اسکا کیا غم ہے حافظ صفدر کو پیارے صفدر کہے گا اور لکھے گا۔ دنیا ہے جو جس کا جی چاہے سمجھے۔ میں جانتا ہوں تمہاری حالت مجھ سے زیادہ خراب ہو گئی ہے۔

پیارے صفدر تم مجھکو اخبار اور رسالوں میں اکثر نظر آجاتے ہو۔ لیکن میں کسی شکل میں تمکو دکھائی نہیں دیتا۔ افسوس بخدا اللہ کس میں صفدر کا نام نظر آیا اور دل لوٹ گیا۔ سب سے پہلے نگاہوں نے تمہیں اور تمہاری غزل کو ڈھونڈھ نکالا۔ اور جھوم جھوم کر شعر پڑھنا شروع کر دیا۔ واللہ عجیب ذوق و شوق سے تمہارا کلام پڑھتا ہوں جو حالت قلب کی ہوتی ہے۔ اُسکا اظہار لفظوں میں ناممکن ہے۔ اکثر شعروں پر سر دھنتا ہوں اور مہینوں وہ نوک زبان رہتے ہیں ہر صحبت میں تمہارا ذکر ہر موقع پر تمہارا تذکرہ اور تمہارے شعروں سے لطف۔ غرضکہ حافظ کے دل سے تمہاری یاد اس وقت تک نہیں گئی۔ ماشاء اللہ اب تم نہایت بلند پایہ شاعر ہو گئے ہو۔ لکھنؤ کے قیام اور وہاں کی صحبتوں سے تمہاری شاعری میں چار چاند لگ گئے اور تم ترقی کے اُس زینہ پر پہنچے۔ جہاں تمہارے پہونچنے کا خیال بھی نہ تھا۔ اساتذہ کی غزلوں میں بھی عام طور سے دو چار شعر اچھے ہوتے ہیں۔ ظالم تیری غزل مرصع ہوتی ہے اللّٰھم زد فزد

صفدر مرزا پوری نے ہندوستان میں کافی شہرت حاصل کر لی ہے۔ ماشاء اللہ ہندوستان کے مشاہیر شعرا کی صف اول میں ہیں۔ صفدر کی بھی کرسی ہے۔ باغپت کے مشاعرے کی غزل بھولنے کی چیز نہیں یوں تو ساری غزل مرصع ہے۔ مگر یہ شعر حافظ

کے دل سے کبھی محو نہین ہو سکتا ہے   محبت ہی بُری شئے دور کیون جاؤ ہمین دیکھو
ہمین نے بار ہا سر رکھدیا ہے پاے دشمن پر

بھائی۔ زمانہ قدر دانون سے ہمیشہ خالی رہا۔ اردو کے شعرا اگر خوشحال زندگی بسر کرتے ہوتے اگر انکو انکی محنت کا معاوضہ ملتا ہوتا تو اردو کی شاعری ہر زبان کی شاعری سے فوق لیجاتی اور صفدر کو زمانہ کی ناقدر دانی کا گلہ نہ ہوتا اور صفدر یہ گوندہ ایسے کورہیہ مقام پر حشر پر اپنی قیمتی زندگی نہ خراب کرتے تاریخ شاعری شاہد عینی ہی۔ آپ حیات جسکی زندہ مثال موجود ہے۔ خیال کرو شعر مندرجہ ذیل کس مرتبہ کے شاعر کا ہے سُن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہین۔ اور دل ہل جاتا ہی ۔ ؎

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکھیلیان سوجھی ہین ہم بیزار بیٹھے ہین

تمہارے حالات مصائب کسی کسی سے سُنے ہین تفصیل سے بیخبر ہون۔ یون سُنا تھا کہ کوٹھے سے گرے ہو سمجھا کر بام دلآرام ہوگا خوف کی وجہ سے کود پڑے ہوگے یا کسی رقیب روسیاہ نے ڈھکیل دیا ہوگا معمولی چوٹ آگئی ہوگی مین نے نہین سُنا کہ تمہارا انگوٹھا کاٹ ڈالا گیا۔ تم نے یہ نہ لکھا کہ ایسا کیون ہوا خیر اسکا جو سبب بھی ہو۔ روحی صدمہ ہوا۔

صفدر۔ معاف کرنا۔ شان خط مین ذرہ برابر فرق نہین آیا وہی چمک وار روشن تحریر آنکھونکو نور آگین کرنے والی ہی تمہارے حالات مجھے یہان تک معلوم ہین کہ تم حاکم خزانہ لکھنؤ کے اجلاس مین اہلمد فوجداری تھے اور شاید تمہین نے مجھے یہ لکھا تھا کہ اسی انگوٹھی کے قصے مین اہلمدی بھی رخصت ہو گئی۔ اب تمہارے کئے بیٹھے ہین۔ میری کہان ہے تفصیلی حالات لکھو مین تمہین اپنے حالات زندگی لکھکر کیا معلوم کردون ؎

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را۔ کیا حاصل بہر حال تمہیں واقف کرنے کے لئے مختصر لکھتا ہوں
عالب تم نے سنا ہوگا کہ بھائی صاحب اور جج صاحب کا انتقال ہوگیا۔ بہن کا انتقال
پہلے ہوچکا تھا بھائی صاحب کی لڑکی کے شوہر مرزا مظفر حسین سب انسپکٹر کا لکھنؤ
میں حرکت قلب بند ہوجانے کی وجہ سے دفعتاً انتقال ہوگیا۔ بھائی صاحب کی بیوہ
لڑکی مع دو بچوں کے موجود ہے دو لڑکیاں ہیں دونوں قابل شادی ہیں۔ بھاوج
صاحبہ موجود ہیں۔ ان پے درپے حوادث نے مجھے کسی کام کا نہ رکھا۔

زندگی زندہ دلی کا ہے نام مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

تمام خاندان کا بار عظیم حافظ کی ذات واحد پر پڑ گیا۔ گردن دوتا ہوگئی، تمہیں معلوم
تھا کہ خاندان میں سب سے خورد میں تھا یا اسوقت بزرگ خاندان ہوں اور اسوجہ
سے مخزن افکار پریشانی بنا رہتا ہوں میری تنخواہ یا آمدنی کافی نہیں ہوتی پریشان
رہتا ہوں زمانہ پنشن قریب ہے مسائل تخفیف کی وجہ سے روح لرزاں رہتی ہے
اندیشہ تخفیف حد سے زیادہ پریشان کن ہے۔ آئندہ زندگی خدا جانے کیسے بسر ہو
میرے پانچ بچے ہیں۔ عارف حسین پہلی بیوی سے ہے وہ جبلپور میں ای، آئی ریلوے
میں ملازم ہے۔ اُس سے چھوٹا لڑکا آصف حسین وہ الہ آباد میں پڑھتا ہے۔ امسال
انٹرنس کا امتحان دیگا ۱۵ سال کی عمر ہے، ماشاءاللہ خوب پڑھتا ہے۔ مصارف
تعلیم نے ادھ موا کر دیا ہے دو لڑکے چھوٹے ہیں۔ واصف حسین کی عمر ۹ سال
ثاقب حسین کی عمر ۳ سال کی ہے ایک لڑکی حافظہ خاتون عمر ۱۱ سال ہے اسکی
بلوغیت اور تکلف ہے۔ کچھ سامان شادی ابھی تک بہم نہ ہوسکا بہر حال توکلت علی اللہ
اب درد دکھ کی کہانی چھوڑ کر دوسری جانب متوجہ ہوتا ہوں۔

سیاسی مشاعرے اس تحصیل مین بھی ہوئے پہلی طرح یہ تھی،

۶ - اسم لوگ دشمن ہے امن و امان کا"

حکماً ہر اہلکار تحصیل کو کہنا پڑا مین نے بھی جھک مارا ؎

بنایا ہے ترکون کو سب نے برادر ملایا ہو رشتہ کہان تخم خمان کا

آئین، بائین، شائین بک کر نجات حاصل کی مگر ستم یہ ہوا کہ محمد علی خان صاحب متخلص بہ آزاد شاگرد داغ مرحوم اور علی اختر صاحب نائب تحصیلدار نے سیاسی رنگ کو چھوڑ کر اصلی رنگ مین مشاعرے شروع کر دئے تحصیل کے چپراسی پولیس کے کانسٹبل گردن پر سوار ہین کشان کشان مشاعرہ مین لئے جاتے ہین عجیب مصیبت مین جان تھی نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن عجیب بلا مین پھنس گیا اور وہ گت بنی کہ بیٹھے بیٹھے شاعر بن گیا مگر خیال کرو کہ جس شخص کو شباب اور عنفوان شباب مین باوجود ہر قسم کے سامان شاعری موجود ہونے کے ذوق و شوق پیدا نہین ہوا وہ اس بڑھاپے مین کیسے شاعر ہو سکتا ہے بوڑھے طوطے کہین پڑھتے ہین لیکن ٹین ٹین کچھ کرنے لگا ہوں مین نے اپنی کمزوریوں پر نظر کرتے ہوئے کسی کو غزل دکھانے کی جرأت نہین کی۔ چاہتا تھا کسی ایسے دوست کو غزل دکھاؤں جو میری کم مائگی اور ہیچ مدانی سے واقف ہو بھائی مظفر حسین قمر الہ آبادی کو مین نے منتخب کیا اور ایک غزل اصلاح کے لیے مین نے بھیجی انھون نے وہ غزل نواب جعفر علی خان صاحب اثر لکھنوی کو دکھلائی جو الہ آباد مین ڈپٹی کلکٹر ہین ممدوح نے زیور اصلاح سے اسکو آراستہ کر دیا اور بھائی صاحب نے واپس فرمائی اور بجد اصرار کے ساتھ تاکید کی کہ آئندہ غزل اثر صاحب کے حضور مین روانہ کرو مجھے یہ رویہ پسند نہ آیا ذوق سخن مجھے ہمیشہ سے ملے تم جانتے ہو کہ مجھے اپنی بادہ گوئی

اور نفویات سے ایسے بڑے شخص کو باخبر کرنے کی کسی طرح ہمت نہ ہوئی۔ مین اپنے عزیز دوست سے مشورہ اور اصلاح چاہتا ہون اسی خلجان مین مبتلا تھا کہ تمہارا نامۂ محبت ملا دل خوش ہوا اور سارا خیال کھنچکر تمہاری طرف جا پہونچا اب تم اس زحمت کو گوارا کرو اور بے تکلف بار کر اصلاح دو۔ وہ غزل بھی بھیجتا ہون جسکی اصلاح آفر صاحب نے فرمائی ہے کچھ شک نہین کہ مکمل اصلاح ہے۔ اور مین دل سے اس اصلاح کو پسند کرتا ہون۔ لیکن مین اپنے کو شاعر نہین سمجھتا اسلئے بصیغۂ راز اپنے عزیز اور بے تکلف دوست سے صرف اصلاح چاہتا ہون جسکے لئے تم سے بہتر شخص نگاہ مین نہین ہے اور جو پوری کر سکتے ہو لہذا چند غزلین ارسال ہین اپنی رائے سے اطلاع دو۔ والسلام ایک مشاعرہ کے بعد سے یہان برابر مشاعرے ہوتے ہین۔ زبردستی مین بھی شاعر بنا ہون آٹھ دس مشاعرون مین شریک ہو چکا ہون اب مجھے بھی کچھ دلچسپی سی ہو گئی ہے۔ قصد ہے کہ اب سے اپنی غزل بنظر اصلاح بھیجدیا کرون بشرطیکہ جناب کو زحمت نہ ہو اس مرتبہ یہ غزل بھیجتا ہون۔

سید حافظ حسین

یکم جولائی سنہ ۱۹۲۳ء

پیارے صفدر۔ پیار۔ یہ ردان فقرہ بیساختہ زبان قلم سے نکل گیا۔ کہان استاد کہان یہ پیار۔ توبہ توبہ بظاہر کچھ ہرج نہین معلوم ہوتا اگر استاد کی دُم کو بالکل نکال کر یہ لفظ بڑھا دیا جائے اور اگر ہم اپنے دوست قدیم کو پیارے استاد کہین تو کیا اسمین قباحت لازم آویگی ہمارے پرانے راز و نیاز بھی قائم رہینگے اور تمہاری استادی کا طرۂ امتیاز بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے گا۔ لطف مین ہمارے تمہارے

کی نہ ہوگی، کہین لطف کہین چھیڑ کہین مذاق کہین پھبتی ہو موقع ادب جہان ...
مودب دو زانو بیٹھے نظر آینگے غرضکہ ہر دو طریقے لطف سے خالی نہین ہین ...
کا پہلو بھی ہاتھ سے نہ جانے پائیگا۔ کیون استاد کیسی کہی۔ ہاتھ ... والا۔

ماشاء اللہ کیا شاگرد ہے ۵۰ سال کا بڈھا کھوسٹ شعر و سخن کا بڑھاپے ...
شوق سخت زحمت تمکو ہوگی، اسپر طرہ اصلاح ایسی نہین ایسی ہو۔

۶- "برین عقل و دانش بباید گریست"

کیون مفقدر۔ اگر تمہارے ساتھ ساتھ میری شاعری نے بھی نشو و نما پایا ہوتا تو کیا
مین ایسا ہی کورا ہوتا جیسا آج ہون، اسی لئے تم تم تم! استادی کے لئے تجویز ...
ہو کہ نکتہ چینی سے محفوظ رہون اور استاد کو بے تکلف تم اور تو جو جی چاہے لکھو ...
خط اور غزل اصلاح شدہ پہونچی، دونون کا علیحدہ علیحدہ شکریہ قبول کرو ...
ہونے کے تم نے میری قابلیت کا اندازہ نہین کیا۔ میرا کوئی مضمون کسی ...
رسالہ مین تم نے دیکھا ہے جو مجھ سے مضمون کے خواہان ہو۔

اصلاح فی الجملہ غنیمت ہے۔ لیکن مجھے زیادہ پسند نہین ہے۔ میرے شعر ...
تم نے تبدیل کر دیا ہے رد و بدل الفاظ سے تم نے شعر کا پایہ تو بلند کیا ...
کہدیا۔ بعض بعض اصلاحین مجھے بہت پسند آئین۔

تمہارا اصلاح شدہ شعر یہ ہے میرا شعر تھا۔

چمن مین پھول لاکھون ہین مگر تشبیہ کیا ان سے
ترے رخسار کو جانان ہی نسبت کیا گل ...

تمہارا اصلاح شدہ شعر یہ ہے۔

چمن مین پھول لاکھون ہین مگر تشبیہ کیا دیتا   گل رخسار جانان کو ہی نسبت کیا گل تر سے

یہ پاکیزہ اصلاح ہے صرف دو لفظون کے رد و بدل سے شعر کہان پہونچ گیا۔ میرے مطلب کو پیارے استاد تم سمجھے۔ میرے مفہوم کو احمق استاد تم نے جانا۔ یون دو اصلاح جناب استاد صاحب قبلہ۔

مشاعرہ مین مین نے غزل پڑھی۔ اینجانب کی دھوم تھی۔ حیرت سے میرا منہ لوگ تکتے تھے۔ یار پڑھنا نہین آتا جھینپتا ہون۔ حبیب دور ہونے کی کیا تدبیر ہے کوئی نسخہ عنایت ہو۔

سید حافظ حسین

۱۷ر جولائی سنہ ۱۹۲۳ع

پیارے صفدر۔ سلام شوق بصد ذوق۔ تم نے اپنے نیاز مند قدیم کی کم مائگی اور ہیچمدانی کو غلبۂ محبت مین بالکل نظر انداز کر دیا یا اسکو ایسی خدمت پر مامور کیا جس کا وہ کسی طرح اہل نہین ہے۔ تم میرے لنگوٹیا یار ہو کر ایسی ناواقفیت اور نادانی کا اظہار کرو یہ سخت تعجب ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے تم میرے علمی مذاق اور جوہر ذاتی سے ناآشنائے محض ہو یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہے ہو۔ جہان تک مین خیال کرتا ہون علمی صحبتون مین میرا تمہارا ساتھ نہین رہا۔ صرف لطف کی صحبتون تک میرے مذاق مین تم شریک رہے وہ کامیاب صحبتین تمہین اب تک یاد ہین۔ میری وہ خوش بیانی نظر لطافت کیسی تھین پیشانی پر بل ڈالدینے والی بذلہ سنجی تم اب تک نہین بھولے۔

پیارے صفدر اب انکو بھول جاؤ ؎ "اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے"۔ وہ دو بانت اور ظرافت محض جوش شباب کے اثر سے تھی۔ اور وہ حرکت بالکل نیچرل تھی

موجودہ حالت سے اُسکا مقابلہ ہرگز نہین ہوسکتا نہ وہ جوش و جذبات ہین نہ وہ دل ہو نہ وہ طبیعت ہو اور نہ وہ صحبت ہے نہ وہ ہم ہین

۶۔ "یاد اُس ویرانہ کی آتی ہو آبادی مجھے"

مین نے تمکو بارہا لکھا ہو کہ ذوق شاعری اگر ابتدائی عمر سے مجھے ہوتا تو نہایت اچھے مواقع شاعری کے فروغ کے تھے اکبر الہ آبادی جس کا عزیز قریب منشی باقر حسین ذبیح جسکا برادر حقیقی اور وہ ایسا جاہل کندہ ناتراش ہو مجھے زیادہ محجوب و شرمسار نہ کرے۔ میری موجودہ قابلیت مجھے نہایت نادم اور شرمندہ کرتی ہے تمہاری اور میری حالت کا مقابلہ نہین ہوسکتا۔ مین ملازمت کے جال مین پھنس گیا اور شبانہ روز جہلا کی صحبت میں جو کچھ جانتا تھا وہ بھی بھول گیا خلاف اسکے تمہارا صرف ایک شغل شاعری رہا اُسمین ماشاءاللہ تم نے ایسی ترقی کی کہ آج حافظ کے اُستاد ہو بیٹھے۔ اور آج دنیائے شاعری مین صفدر مرزا پوری کی دہوم ہے لکھنؤ کی صحبتون نے اور جلا دیدی، لکھنؤ کی بولی نے چار چاند لگا کر تمہین بام عرش تک پہونچا دیا یہ تمکو ایسا اچھا موقع ملا جس کا نہایت متانت اور سچائی سے تمکو اعتراف کرنا چاہیئے۔

صفدر! تمکو کیا ہوگیا ہے کون تمہاری عقل زائل ہوگی ہے۔ تم نے میدان سُخن کا مجھے پہلوان سمجھا ہے اور مین اپنی قوت کا اندازہ کرتے ہوئے ایک مور ضعیف سے بھی بدتر ہون ۲۵ سال بندیل کھنڈ مین ہوگئے صحیح محاورات بھول گیا زبان مین اگلی سی شستگی و رفتگی نہ رہی۔ دہقانیون کی صحبت، گنوار ٹھواریون سے تعلق نو دس زمیندار کاشتکار سے واسطہ۔

یہ ہیں اور تنقید ۔۔۔۔ وہ آلات حرب کہاں سے لاؤں جن کی ایسے موقع پر ضرورت ہوتی ہے ذخیرہ علمی کہاں، کیا مصیبت میں جان ہے، خدا معذور سمجھے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں، "بخیر، دامن و آستین تک تو خیر غنیمت۔ دامن کو پونچھو دیدۂ تر سے، اے احمق الذی دامن کو دیدۂ تر سے نہیں پونچھا جاتا۔ بلکہ دامن سے دیدۂ تر پونچھا جاتا ہے" واہ استاد خوب سمجھے اور خوب مطلب گڑھا دامن کو دیدۂ تر سے کس مسخرہ نے پونچھا ہے اور پونچھنے کا ذکر کہاں ہے! بیوقوف، اس پونچھو دیدۂ تر سے ہے۔ بوقت اصلاح ذرا آنکھیں کھول لیا کرو۔ ذرا القلم ہوشیاری سے اٹھایا کیجئے ذی علم استاد صاحب ورنہ شامت آجائیگی۔ شاگرد بہت تند مزاج اور چابک دست ہے۔ واضح رہے۔

مجھے مطلق آگاہی نہ تھی اُستاد کندۂ ناتراش، چوب خشک، ہیزم سوختہ ہے پچاس برس کے سن میں اُستاد بھی ملا تو صفات مذکورہ بالا سے متصف۔ واہ رے تقدیر۔ آسمان ٹوٹ پڑے کمند۔ مزاج شریف کیسے اصلاح کا پھل پایا۔ ایسے اونا شاگرد دشمنوں سے نصیب ہوتے ہیں۔

محرم کی وجہ سے فوراً جواب نہ دے سکا معاف کرنا۔ آج عشرہ ختم ہوا خط لکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ رات زیادہ آگئی ہے یعنی گیارہ بج گئے نیند کا غلبہ ہے لہذا رخصت۔ والسلام علیک۔ یقیناً اصلاح کے متعلق پھر خبر لی جائے گی۔

خادم دیرینہ شاگرد لو

حافظ حسین عفی عنہ

۲۶ اگست سنہ ۱۹۲۳ء

مولوی حمیدالدین صاحب حمید اعظم گڈھی کا خط مؤلف کے نام

جونپور، ۲۲ر فروری ۱۹۱۸ء

حضرت سخنو۔ صفدر۔ تسلیم۔ صحیفۂ گرامی پرسون مجھے بنارس مین ملا۔ چونکہ اسی دن مجھے جونپور آنا تھا۔ ہنوز سفر مین تھا۔ جواب حوالۂ قلم نہ کرسکا۔ مشاعرہ کی کیفیت اور آپ کے اشعار کی داد جن حضرات سخن سنج نے دی معلوم ہوئی۔ ان اشعار کو پڑھکر مجھے بھی وجد آگیا۔ بالخصوص "کوئی دیوانہ بنائے کوئی دیوانہ بنے"

اس مصرعہ نے تو قیامت ہی کردی اور وہ لطف پیدا کیا۔ جسکا اظہار ناممکن ہے سرور صہبائے سخن نے مجھے اب تک مست کر رکھا ہے اور غالباً یہ کیف بہت دن قائم رہیگا۔ آپکی رسائی طبیعت۔ زبان کی نزاکت۔ مضمون کی لطافت۔ بندش الفاظ کی داد تو وہی دے جو آپ جیسا سخنگو، سخن فہم ہو۔ میرے پاس وہ الفاظ نہین ہین جن سے آپ کے اس شعر کی داد دے سکون۔

ع "خاموشی از ثنائے تو حدِ ثنائے تست"

بزم خیال کا پارسل اب تک میرے پاس نہین پہونچا۔ آج میرا ارادہ دیہات جانیکا ہے وہان سے واپسی پر اطلاع دونگا۔ تو دو جلدین بزم خیال کی میرے نام بھیجدیجئے گا اُنکی قیمت بذریعہ منی آرڈر پیشگی ارسال خدمت کردونگا۔

خیر طلب حمید

جناب مولوی محمود الرب صاحب خالد بنگالی کے خطوط

ڈاکٹر محمد عبد الغفور صاحب بریلوی بسمل کے نام

۲۲ اکتوبر ۱۹۱۹ء

بندہ نواز ۔ طویل انتظار کے بعد آج آپ کا دلنواز نامہ آیا ۔

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی جیسی محبت کی پرستش کیجائے وہ تو بسمل کے حصہ کی چیز ہے میں کہان سے لاؤن ۔ کاش آپ خالد ہوتے اور مین بسمل ۔ آپ کا تخلص لائق رشک ہے ......

فرما دیجئے اجل نہ جائیگا تخلص ناشناس کی قدر انتہائے خلوص کا نتیجہ ہے ۔

ممنون محبت ہون ہر ہون نوازش ہون

آسمان چپ تھا ۔ مدت کی بیتابیون کے بعد ۔ میری امید دلگیر کی شکل مین بر آئی تھی آخر ظالم سے ضبط نہ ہو سکا اور

۔ پھر گئی تقدیر میرے سامنے آئی ہوئی

طوفان نمونۂ قہر الہی تھا ۔ کائنات رو بعدم معلوم ہو رہی تھی ۔ اسے احباب کی دعا کا اثر سمجھئے ۔ یا محض لطف خداوندی جانئے بچ رہین اور مین مع متعلقین خیریت سے ہون ۔

محبت کی لذت ریز بیتابی اُف مصرع خدا بھلا کرے آزار دینے والونکا

بھائی بسمل یہ کیا لکھ دیا کہ خط کا جواب لکھنے کو جی نہین چاہتا ۔ آپکی ہمدردی غمون سے نجات کا باعث ہوگی ۔ بندۂ احسان ہون ۔

آپکا خالد ۔

۱۵ / نومبر ۱۹۱۹ء۔ مخلصی۔ شکریہ توجہات۔ آپ شاد ہین اور شاد کی ہستی مخمور ہوتی ہے، یہ ظلم کہ آپ اپنے کو مغموم ہستی خیال فرماتے ہین بارگاہ فطرت مین آپکا یہ جرم ناقابل معافی ہے، ماشاءاللہ ابھی آپ نوجوان ہین پاک ارمانون سے بھرا ہوا دل پہلو مین موجود ہے یا نہین۔ خود زندگی آپ کی محتاج ہو نہ یہ کہ آپ محتاج زندگی کدھر خیال گیا کیا خیال کر بیٹھے، آپ کو خبر نہین۔ خود ذرّات کائنات آپکو اپنا مقصد حیات سمجھتے ہین پھر آپ کی طبیعت اس قدر ٹھوس نہ ہونی چاہیے جس مین یاس آگین ارمانون پر فریب ناکامیون کی گنجائش بھی ہو سکے۔ زندگی کے آخری لمحے نہین معلوم کس کہنہ مین مدفون ہین۔ عرصہ حیات کو ابھی مدتون تک آپکے نقش قدم سے زینت حاصل کرنا ہے۔

بھائی تسمیل۔ خدارا ایسی باتین نہ کیجئے جن کو مین ایک سفاک قاتل کی زبان سے بھی اپنی نسبت سننا نہین چاہتا۔ جواب لکھنے مین آپ جناب دلگیر کی غربت کا تتبع فرمائین مین اپنے حسب معمول حاضر ہوا کرونگا۔ آپ کے احباب اختصر کے لئے مضطرب ہین۔ ؎ شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم۔

میری وجہ سے آپ ستائے جا رہے ہین۔ ذرا سا جملہ اور اک جہان تاثیر۔ کاش آپ کی وجہ سے مین ستایا جاؤن اور مین پھر آپ سے کہون

؎ "تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر"

بدستور

خالد

بنام شاہ نظام الدین صاحب دلگیر اکبر آبادی ایڈیٹر نقاد کے خطوط

مؤلف کے نام

دفتر نقاد آگرہ، ۲۴ اگست ۱۹۱۴ء

اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ
اسقدر دشمنِ ارباب وفا ہو جانا

کیا آپ کی مہر خاموشی کا توڑنا میرے خط ارسال کرنے پر منحصر تھا؟ یہ صحیح ہے تو مین جواب کا منتظر رہونگا۔ معلوم ہوا کہ آپ میری غیر معمولی خاموشی کا (جو بمجبوری وقوع پذیر ہوئی) بدلہ لے رہے ہین۔ اچھا لیجیے خدا جزائے خیر دے۔

اگر آپ مرقع ادب پر ریویو کرانا چاہتے ہین۔ تو جواب اور تاوان سکوت دیجیے ورنہ مجھ سے نقد کی توقع نہ رکھیے۔ مرقع ادب کو مین نے "اپنی پر لطف تنہائیون" مین کہین کہین سے پڑھا۔ اب تفصیلی نظر ڈال رہا ہون، اسکی نسبت کیا رائے قائم کی، یہ آپ کے بہ منت اصرار پر بتاؤنگا۔ ابھی صرف جلانا مقصود ہے۔ دفتر الناظر چوک مین آنا مبارک ہو۔

آپکا دلگیر

دفتر نقاد آگرہ ۔ ۲۰ اگست ۱۹۱۵ء

پیارے صفدر۔ خدا خدا کر کے تمہارا خط ملا تسکین دل زار کا باعث ہوا یاد رکھیے مجھے آپکا ایک خط بھی جس کا ذکر آپ اس خط مین کر رہے ہین نہین ملا ورنہ ممکن نہ تھا کہ جواب نہ دیتا سخت تعجب و افسوس ہے کہ آپ کے خطوط کیا ہوئے

میری ڈاک کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

مرقع آدب پر "صلائے عام" میں ریویو دیکھا اس سے بہتر تو شاید نہ لکھ سکوں لیکن ہاں کچھ لکھوں گا، اگر آپ کے توقعات اُس سے پورے نہ ہوئے تو معاف کرنا کیونکہ آجکل دل و دماغ ٹھیک نہیں ہے آگرہ کی گرمی بلائے جان ہو رہی ہے۔

مرقع آدب اردو کلاس میں ملئے جانے سے مجھے واقعی مسرت ہوئی، خدا کرے ہمارا سرشتۂ تعلیم بھی اُسکی قدر افزائی کرے جس کا وہ ہر طرح مستحق ہے۔ اور جسکی تحریک "مشرق" نے بھی کی ہے۔

محوی کا خط بھوپال سے مجھے ملا تھا۔ آج اُنکو بھی جواب لکھا ہے، نقاد انشاء اللہ تعالیٰ آدائیل ستمبر میں شایع ہو جائیگا۔ نقاد کا تازہ نمبر قابل دید ہوگا۔ اگست کا النظر مجھے اب تک نہیں ملا۔ اگر ممکن و مناسب ہو تو ارسال فرما دیجئے۔

"زمانہ" کے تازہ نمبروں میں آپ نے شاکر کے متعلق نظر لکھنوی کا مضمون دیکھا۔ اُس نے تو بیچارے شاکر کی رہی سہی لُٹیا ڈبو دی۔ شاکر کی اس بیوقری پر مجھے کمال ہمدردی اور افسوس ہے۔ کیا ان اعتراضات کا کچھ جواب ہو سکتا ہے مسٹر اسحاق علی آج کل کہاں ہیں۔؟

آپ کا

دلگیر

دفتر نقاد آگرہ ۲۰ ستمبر ۱۹۱۵ء

مطلب کی کہی نہ ایک ظالم،
کیا بات ہی تیری گفتگو کی،

پیارے صفدر۔ پرسون آپ کا لفافہ اور آج ستمبر کا النّاظر ملا۔ اس بات کا قایل ہون کہ طویل صفحات مین بھی حرف مطلب زبان قلم سے نہ ادا ہو سکا۔ اور جواب طلب امور لا جواب لیے ہے۔ جن کو پھر نمبر وار لکھتا ہون اگر ابکی بھی اُن کا جواب دیا تو خط و کتابت بند سمجھیے۔

(۱) کسی کے امر خاص مین آپ مجھ سے مشورہ کرنا چاہتے ہین؟

(۲) مسٹر اسحاق علی ایڈیٹر النّاظر آجکل کہان ہین؟

(۳) جون اور اگست کا النّاظر جلد بھیج دیجیے۔ صرف لکھیے نہین کہ بھیجدیا بلکہ واقعی بھیج دیجیے۔

حضرت ریاض کا حال آپ کے خط سے معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ شاکر کی حالت افسوسناک ہے۔ کیا العصر نکلیگا؟

بارش کا حال پڑھکر سخت افسوس ہوا۔ طوفان نوح اپنی آنکھوں سے آپنے دیکھ لیا النّاظر مین "ہم کوئی درماندگی مین نالہ سے ناچار ہے" بغور دیکھا مجھے تو انداز تحریر سے یہ مضمون آپکا لکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کیا میرا خیال صحیح ہے۔ اگر صحیح ہے تو مین ایڈیٹر زمانہ اور ایڈیٹر العصر کے متعلق جو فقرے آپ نے لکھے ہین انکی خاص طور پر داد دیتا ہون۔

عنوان مضمون بھی مجھے پسند آیا اسکی سحریت کہہ رہی ہے کہ مدیر خصوصی

کے دماغ کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔

نقاد اگرچہ دیر میں نکلیگا لیکن ایسا نکلیگا کہ اہل نظر دیکھکے تڑپ جائینگے اس پرچہ کی ترتیب میں خاص مضامین نظم و نثر کے مہیا کیے گئے ہین جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتے ہین۔ میرے چند صفحے بھی آپ کے پڑھنے کے قابل ہین۔

شاہ دلگیر

دفتر نقاد آگرہ۔ ۱۲ ار نومبر ۱۹۱۵ء

پیارے سخت آشوب چشم مین مبتلا ہون۔ آپ کا خط دیکھنے کے لیے آنکھین ترس رہی تھین اور دل بیتاب ہو رہا تھا۔ مگر خط کس وقت ملا جب "دل گیا اور آگئین آنکھین" مختصر نویسی کو معاف کرنا اسلیے کہ معذور و معطل ہو رہا ہون۔

آپ کو شاکر اور مجوی وغیرہ سے دریافت کیا کہ کہان ہین لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ اسلیے خاموش ہو رہا۔ بہر حال آپ نے مجھ پر احسان کیا کہ خیریت سے مطلع کیا۔ آپ کی حالت قابل رحم ہے خدا صبر دے۔ برا نہ مانو تو ایک بات کہون۔ اس افسردگی کے انقطاع کا شرعی علاج حاصل ہے۔ اگر جی چاہتا ہو تو کہین اور سلسلہ کر لو اور جلد خوش ہوا کہ آپ کا تعلق مشرق سے ہو گیا وہان آپ خوش رہینگے۔ آگرہ آؤ تو فقیر کی مسرت کا کیا اندازہ ہو سکتا ہے۔

دو نون مطلعے نہایت پاکیزہ ہین خصوصاً اس مطلع کی بے ساختگی تو مارے ڈالتی ہے

گیا اب آفتاب حشر کا بھی جلوہ گر ہونا
شب فرقت ہماری ہے یہ کیا جانے سحر ہونا

یہ کیا جانے سحر ہونا، یہ ٹکڑا قیامت کا ہے جس سے آپکی کہنہ مشقی اور نازک خیالی کا ثبوت مل رہا ہے میری غزل تو نقاد مین دیکھی ہوگی شاید پسند نہ آئی نقاد انشاء اللہ تعالے جلد شایع ہوگا۔ دلگیر

آگرہ، ۲۲؍ستمبر ۱۹۲۶ء

با مروّت صفدر - نوازشی کارڈ اور حسنِ ادب دونون ملے کس کس کا شکریہ ادا کرون ؟ اگر مین مولوی انعام اللہ خان صاحب عارف سے آپکی بے اعتنائی کی شکایت نہ کرتا تو یہ دونون مجھے نہ ملتے بہر حال مین آپکی یاد آوری کا ممنون ہون - مرقعِ ادب کی ترتیب پر مبارکباد دیتا ہون - میرے خط اس مین سے نکال دیجئے اُنکی اشاعت موزون نہین - خدا جانے وہ مین نے کہان اور کس حالت مین لکھے ہون مجھے رسوا کرنے سے کیا فایدہ ؟

بیدی کے خط مجھسے ہوش بلگرامی نے منگوا لئے - وہ انکے خطوط کا مجموعہ شایع کرنے والے ہین - یہ مِس مریم کون ہین - پورا پتہ دیجئے -

حُسنِ ادب دیکھا رئیس التحریر نیاز کے جواب مین ملک التحریر شوکت خوب ہے بشرط فرصت اسمین کچھ لکھونگا -

حضرت ریاض کا یہ مطلع ؎ بھول جائین گے خدائی کا خدا میرے بعد
یاد آئیگا بتون کو بھی خدا میرے بعد

اس سے قبل مشرق مین پڑھ چکا تھا - لاجواب کہا ہے - میری طرف سے داد دیجئے آجکل کہان ہین گورکھپور مین یا کہین اور - محوی مدت سے لاپتہ ہین آپ کو کچھ خبر ہو تو بتایئے - محبوب سے ملاقات ہو تو میرا سلام شوق کہیئے - برابر یاد فرماتے رہیئے -

بدستور
دلگیر

ڈاکٹر محمد عبد الغفور صاحب بسمل بریلوی کے نام

آگرہ - ۸ - جولائی

پیارے بسمل - آپ کا عنایت نامہ ۲۸ - جون کو مجھے مل گیا تھا - جواب آج دیتا ہوں - کیا بتاؤں موسم نے کسقدر پریشان رکھا - اب بھی حواس ٹھکانے نہیں - گرمی کا پارہ ۹۹ درجہ تک چڑھا ہوا ہے - دل سے شعلے نکل رہے ہیں - جیسا جی چاہتا ہے شائد جواب ویسا نہ لکھا جائے معاف کرنا کہ دل محزون میرے قابو میں نہیں -

روز دن کے اضحلال اور دل کی افسردگی نے آپ کو اسٹیشن پہنچکر رخصت نہ کرانے دیا جسکا آج تک ملال ہے - ہائے اے مجبوری - افسوس ہوا کہ آپ متالم رہے اور ہیں - خدا شادکامی کے سامان پیدا کرے - دلگیر ہمیشہ غمزدوں کا شریک حال ہے - وہ زمانہ کا ہم مشرب نہیں - اس لئے - ع

آ عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں

دلگیر

آگرہ - ۱۰ - نومبر ۱۹۲۲ء

عزیز بسمل - انتظار کے بعد محبت نامہ ملا مسرت ہوئی - بریلی میں آپ بہت مشغول و منہمک ہیں کسقدر مسرت ہے -؟

کل ۹ - کو یاران نجد کے ساتھ سینما دیکھنے گیا تھا شکنتلا کا فلم تھا - اسٹیج اسطرح بھرا ہوا تھا جسطرح کسی حرمان نصیب عاشق کے دل میں حسرت و ارمان کا ہجوم بسمل

یقین کرو کہ سارا کافرستان ٹوٹ پڑا تھا۔ ہائے یہ اجتماع رنگ و بو بھولنے کی چیز نہیں ساریاں قوس قزح کے رنگ میں ڈوبی ہوئی۔ جہاں ہم جا کر بیٹھے وہاں ایک سترہ برس کی دوشیزہ کی برق نظر نگاہوں کو خیرہ کئے دیتی تھی۔ یہ کلی کشمیری گلاب کی تھی جس کی بھینی بھینی خوشبو نے یارانِ نجد کی حالت تباہ کر دی۔ سب کی نگاہیں اسی برق حسن کی طرف سمٹ آئیں۔ پسیل یا ورکر وہاری شکنتلا بھی تھی۔ جو ہمارے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ تم اسکے شباب کا قرشباب کا عالم دیکھتے تو زندہ نہ رہ سکتے۔ تماشے کے اختتام کے بعد اہل تماشا نے کئی زندہ لاشیں باہر نکلتی ہوئی دیکھیں، تم جان گئے ہو گے کہ وہ لاشیں کس کی تھیں۔ میں اس کافری آنکھوں کے شبنمی سیل کو دیکھتا تھا اور بار بار محمد کو یہ شعر سناتا تھا۔

مستی سے اس نگاہ کی اے محتسب خبر دنیا تمام بزم خرابات ہو گئی

یہ شعر مستانہ لب و لہجہ میں پڑھ پڑھ کر میں نے کائنات کی آنکھوں میں نیند طاری کر دی۔ سارا اسٹیج سو رہا تھا اور پیاری شکنتلا (آہ) کے سوا کوئی بیدار نہ تھا۔ اس خواب کو آنکھیں ہمیشہ یاد رکھیں گی۔

آج دیوالی کی رات ہے شہر میں چراغاں ہوگا اور پریاں سیر کرنے باہر نکلیں گی۔ یارانِ نجد بھی گشت کرنے کے لئے تیار ہیں۔ آج دیکھئے کتنی بلاؤں کا سامنا ہوتا ہے۔ فسانۂ شب بعد کو لکھوں گا، ہمیشہ یہ رات اپنی ایک مستقل یادگار چھوڑ جاتی ہے۔ الف لیلہ کی طرح اگر میں چاہوں تو دیوالی کی راتیں لکھ سکتا ہوں۔ ع

اس کی ہر رات سے ہے ایک کہانی پیدا

مژدہ ہو! نقاد انشاء اللہ تعالیٰ نومبر میں شائع ہو جائے گا اور نئے سامان [illegible]

کے ساتھ۔

آپ کبتک آگرہ تشریف لائینگے۔ ملنے کے لئے بیچین ہون۔

بدستور آپ کا

دلگیر

آگرہ۔ ۲۵۔ نومبر ۱۹۲۲ء

عزیزی۔ محبت نامہ اور مخزن دونون ملے شکریہ توجہات

وصل کی شب کی رازہی کا لطف آپ کیا جانین؟ ابھی آپ کی جوانی معصوم ہے

اس بلائے کامرانی کو زندان بلاکش سے پوچھئے۔ میرے ہذیانات کی آپنے قدر کی۔ مرحبا

فسانۂ شب دلگیر آپ سے نہ سنا جائے گا۔ آہ! حسن موٹرون مین تھا حسن ...

مین تھا۔ حسن فتنون مین تھا!! یاران تجد ساتھ تھے۔ ایک بازار سے "محمل" گزرا نگاہین

جذب ہوکر رہ گئین۔ یہ نہ پوچھئے اس مین کیا تھا؟ کون تھا؟

آغاز عشق عشق کا انجام ہوگیا

پہلی نظر ہی مین اُنکی مرا کام ہوگیا

ایک سرو زرین گربلا کی چم خم۔ قیامت کی توڑ جوڑ در کشیدہ قامتی وہ لہرین لینے والی کمر؛

اُف اُف آسمانی ساری مگر زمین والون کے لئے بلائے ناگہانی۔ سر کھلا، سر کا ایک ایک

بال کھلا۔ چوٹی کھلی اور اُس کا ہر ہر پیچ و خم کھلا۔ گردن کھلی، اور اُسکی رگون کا ہر جال

کھلا۔ سینہ کھلا اور اُس حد تک کھلا کہ اگر اسکے آگے ذرا اور کھلجائے تو دیکھنے والی نگاہین

شرما کے خود آپ ہی جھک جائین۔ یہ بھی اسوقت تک کا حال ہے ... اسیری آنکھ

نظر چار نہین ہوئی کیونکہ تصادم نگاہ کے بعد کس کا فرکو یہ ہوش رہا ہوگا کہ ہم کہین ... بھی

نہین بسمل تھا تو اُن کا فریفتہ ہون مین شمشیر بسمل مگر سوز آتشم طوفان - مین تو اُسی مین غرق ہو کر رہ گیا - فنا ہو گیا - ع

کھو گئے خود ہی ترے جلوون کا کسکو ہوش ہے

زندہ لاشون کا سلام قبول کیجیے جو دیوالی کی رات کے بعد بالکل مردہ ہین - مخزن دیکھا تنقید بالکل لغو اور جہالت کی نمایش ہے - ہرگز اُسکا جواب نہ دینا چاہیے -

آجکل مسٹر حبیب الشکور آگرہ آئے ہوئے ہین - مجھ سے دو بار مل چکے ہین - ابھی دو ایک روز اور قیام کرینگے - مجھ سے ملنے کا ارادہ ہے - آج صبح کی ملاقات مین وہ مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ کناری بازار مین ایک صاحب تسخیر درویش شمس الدین نامی رہتے ہین جن سے بسمل صاحب نے میرا تعارف پہلے کرایا تھا آپ کو معلوم ہے کہان رہتے ہین؟ سوائے اسکے کہ مین ان درویش سے اپنی لاعلمی ظاہر کرون اور کیا جواب دے سکتا تھا - آپ نے مجھے ان درویش سے نہین ملایا - آفتاب کو چھپایا غضب کیا شمسی دور مین یہ اندھیر!

تمھارا پرستار - دلگیر

آگرہ - ۱۲ - دسمبر ۲۶ء

عزیز بسمل - خدا خدا کرکے آپ کا خط ملا - یہ کہیے کلیر شریف لیگئے تھے پھر بیمار ہو کر کیون نہ آتے بیجا اون سے ملنے کا نتیجہ یہی ہے - سنتا ہون سارا پنجاب اُمنڈ آیا تھا تعجب ہے کہ اس ہجوم مین آپ کھوئے نہین گئے میرا تو پتہ بھی نہ لگتا - آہ! یہ کیا کہہ گیا - ع

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

آپکی امید آخر، کیا مین دریافت کرسکتا ہون ؟؟ میرے خط کا کچھ جواب نہین -

صرف اتنا ہی لکھ کر ٹال دیا۔ وہ آپ کے طلسم ادب کی سحر کاریوں پر ایمان لے آیا ہے۔ آپ اختصار کا جواب میں بھی مختصر نویسی سے دیتا ہوں ورنہ خدا جانے ادھر کیا کیا لکھتا۔ یارانِ نجد کا جگت ٹوٹ گیا۔ مقدس لکھنؤ سدھارے۔

آپ یہ سنکر خوش ہوں گے۔ سال نو سے اختر نکل رہا ہے۔ گتھنے کے لئے میرے پاس آیا ہے۔ نقاد بھی انشاء اللہ تعالیٰ ۲۰۔ دسمبر تک شائع ہو جائے گا۔ اس کے لئے ابھی سے تیار رہیے۔

خالد کو خط لکھئے۔ اب جواب دینگے۔ اختر کے لئے کوئی نظم ضرور لکھئے اور جلد بھیج دیجئے۔ محمود شامِ چمن پہ نظم معرا لکھ رہے ہیں۔ آپ صبح آنگاہ لکھئے۔ کہیں ایک رات کی فرصت نکال لیجئے۔

خراب محبت

دیگر

آگرہ۔ ۲۲۔ دسمبر ۱۹۱۲ء

عجب حسن اتفاق ہوا۔ کل آپ کا خط اور ننھے بسمل کے چھوٹے بھائی کا ایک ساتھ ملا۔ مسرت ناقابل اظہار ہے شادی کا افسانہ اور فلسفہ دونوں معلوم ہوئے۔ نہ بلانے کی شکایت بدستور قائم رہی۔ میں سمجھا تھا کہ یہ عقد بندیلکھنڈ (!) میں ہوا ہوگا لیکن۔ ع

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

رفیق بسمل، کا یہ حسن سلوک کہ وہ آپ کو کبھی تنہا نہ چھوڑیں آپ کی "وحشت کی حیرہ دستیوں" کا (معاذ اللہ) بہترین علاج ہے!!

کچھ نہ تجھے خدا کرے بسمل

حزین بنارس کی خاک پاک میں آلودہ ہے۔ غیرت عشق نے گوارا نہ کیا کہ دلگیر کا

سرشوریدہ گنگا جی کی بیتاب موجون کی نذر ہو۔

کہین سے ایک خط آیا ہے جی نہین چاہتا کہ اُس کے لطف مین بھین نہ شریک کرنا نہ چاہے بجنسہٖ نقل روانہ کرتا ہون۔ اُس طرف دیکھئے۔

شاد جی!

مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

آخر عدالت کی طلعت ریزیان محبت سوز کیون ہو آنریری مجسٹریٹی کا خدم و حشم دیرینہ الطاف و کرم کیون محو کرے غرور و ناز آپ کا جب بجا ہو سکتا ہے جس روز آپ کی مہر نگار کرسی کے دو طرفہ کچھ ساری باز کچھ سایہ پوش خواتین بہ ہزار ناز و عشوہ گری استغاثہ دائر کرین کہ یوہ کنرہ کے کنھیا ہمارے دل چُرا لیگئے۔ آپ دلا دیجئے اور اس شہادت مین مجھے پیش کرین پھر مزہ آئے۔ بہر حال اس عزت افزائی کی مبارکباد قبول فرمایئے۔

افق اکبر آباد پر ایک نگار آتشین رُخ عنقریب نمودار ہونے والا ہے۔ کیا مین اُمید کرون کہ نقاد کی دل آویزیان اس دوشیزہ مین نظر آوینگی۔

ظالم! تجھے خبر ہے کہ کیسی کیسی لطیف الجثہ ہستیان تیری جادو بیانی کی منتظر ہین اچھا تو ہی سپر ڈال دے اور اپنا دل دردمشت اور اپنا خامۂ خونچکان کسی کے سپرد کر دے

.... مین احسن کی ذات غنیمت ہے کبھی کبھی شام کے وقت اُسی .... دار المطالعہ مین بزم احسن منعقد ہو جاتی ہے اور دو چار مضمحل صورتین ایک کھوئی ہوئی روشنی اور ایک جلوۂ گم شدہ کے ماتم مین نالہ و شیون کر لیتی ہین۔ کاش .... کا قلم دلگیر کی خاموشی کی تلافی کر سکے۔

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

لٹریچر سے پتہ چلا کہ یہ خط کس کا ہے؟

خورشید رقم آج کل بلا وجہ مجھ سے ناراض ہوگئے ہیں اور نقاد کی کاپیاں لکھ کر نہیں دیتے اس وجہ سے نہایت افسوس ہے۔ نقاد فروری میں نہ شائع ہو سکے گا۔

خالد کے شکریے معلی میں چاند سا بنیا پیدا ہوا اور سارا جہان سے اچھوتا گیا۔ گو ذریعہ بخشش ہاتھ آیا مگر انھیں بڑا صدمہ ہے۔ فوراً خالد کو تعزیت کا خط لکھو۔ تم سے ملنے کے لئے بیچین ہوں کبھی ایک جگہ قیام کرو تو آؤں۔ برابر یاد کرتے رہو۔

ہمیشہ تمھارا ۔ دلگیر

آگرہ ۔ ۳ جنوری ۱۹۲۱ء

حبیبی

میں منتظر ہی تھا کہ آپ کا محبت بھرا خط ملا۔ وجہ دلگیری ظاہر ہے۔ مجھے بھی آپ کے جانے کا بڑا قلق ہے۔ اب کوئی غمخوار نہیں رہا۔ یہاں سے چلے جانے کے بعد یہ راز کھلا کہ یہیں سے نئی مشکلات کی ابتدا ہوتی ہے۔ آپ کی اجنبیت دور کرنے کے لئے میں اپنے عزیز دوست مولوی محمد حسین صاحب محوی لکھنوی سے آپ کا تعارف کراتا ہوں۔ یہ علیم لائبریری کے منتظم ہیں اور مدرسۃ الالٰہیات سے بھی کچھ تعلق ہے۔ اگر یہاں پتہ نہ چلے تو مولانا آزاد سبحانی سے ان کا پتہ پوچھ لیجئے۔ میرے مخلص ہیں اور نقاد کے شیدائی۔ یقین ہے کہ آپ محوی کی رنگین صحبتوں سے خوش ہوں گے اور ان سے مل کر کان پور میں مانند رہیں گے۔ میں انکو علیحدہ خط لکھتا ہوں۔ آپ سے ضرور ملیں۔ "قریب سے محل رو کرتے ہیں" ہائے اس فقرے نے دل پر بجلی گرا دی! آپ کے قتل کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ نقاد دو سال سے پتے کی لاعلمی کی وجہ سے ترسیل نقاد میں اتنی دیر ہوگئی

ورنہ کب کا تیار رکھا تھا: امید آخر، بتایئے تو مجوب عالم شاہ سے دعا کی سفارش کرون۔
...... تمام کان پور پر بجلی کی حکومت ہے ،، مجھے نہ لکھ کر یہ فقرہ برباد کردیا۔ جن کو لکھا ہے
وہ لطف بھی نہ اُٹھا سکینگے۔ کہئے قیام کہان ہے؟ سیول لائین یا کہین اور؟

حضرت اکبر بڑے اصرار سے مجھے الہ آباد بُلا رہے ہین اور مین سمجھتا ہون کہ مجھے
جانا ہی پڑے گا۔ اِسی جنوری مین واپسی مین چند گھنٹون کے لئے آپ کے پاس بھی ٹھہرونگا

دل سے نزدیک

دلگیر

آگرہ ۹ فروری ۱۹۲۱ء

میرے بسمل۔ میری عدم موجودگی مین ایک دستی لفافہ اور گتے اور کل ایک کارڈ بذریعہ
ڈاک ملا۔ مین نے ۲۸ دسمبر کو آگرہ چھوڑ دیا تھا اور کل ہی اپنے طویل سفر سے واپس آیا ہون
خبر نہین کہان کہان پھرا صرف اتنا معلوم ہے۔ ع

"اڑائے پھرتی ہے ہر سو ہوا کی رنگ وبو مجکو"

مین مجنون نہین جو دعوت شادی مین یارہائے جگر او رلختِ دل قبول کرون۔ مین تو
وہ چیز چاہتا ہون جو نظر کو فرحت اور قلب کو تازگی دے۔ آپکی غم بینر داستان کس طرح سنتا؟
آپ نے کبھی سنائی بھی؟ شریک غم کیسے ہوتا۔ جب مین غم ہی سے ناواقف رکھا گیا چپ چپاتے
شادی کرلینے کا نتیجہ یہی ہوتا ہے، مشورہ لیتے شریک کرتے تو تہیۂ طوفان کرنے کی نوبت
ہی نہ آتی۔ ع

چرا کارے کند بسمل کہ باز آید پشیمانی

خالد کو لکھ کر جواب طلب کرون گا۔ یہ مصرع آپ پڑھئے۔ ع

شاید رسید بر لب تو الفنا البم

مین سطرح پڑھ سکتا ہون یع اکثر رسید بر لب تو الفنا البم

رشک آئے تو مین ذمہ دار نہین -

اس سفر مین بنارس بھی جانا ہوا- علی الصباح گنگا جی کے درشن- اشنان کرنے والیون کی ایک ایک ادا مین قیامت سے کم نہ تھین- لب دریا وہ جھمگھٹے تھے کہ دیکھنے والونکی نگاہین محو حیرت ہو کر رہ جاتی تھین- اُف ساحل کی یہ رنگین فضا اور دل دلگیر!

اصلیت بھی ہو کچھ اسکی یا ستان ہے خواب کا

بکمل کشمکش حیات سے کبھی فرصت ملے تو کاشی جی کے کنارے یہ دلفریب نظارہ تم بھی دیکھو-

ساریان قوس قزح کے رنگ مین ڈوبی ہوئی- ساحل گنگا کی پیدا دار میرا یہ شعر ہے

اس کی رنگین صباحتون کے نثار

صبح کے وقت وہ گلاب کا رنگ

بنارس کی راتین سینما مین گزرتی تھین- یون کہئے کہ صبح مشرق مین ہوتی تھی اور رات مغرب مین-

پیارے سچ کہتا ہون تو تُت انتخاب مجروح تھی سمجھ مین نہین آتا تھا کہ رعنائی کو اپنے دل مین جگہ دون یا حسن پر تمکین کو سے

شور سے ہوتے ہین رعنائی و زیبائی مین

دل مین اس کا ہو گزر آنکھون مین گھر سکتا ہو

سینما مین ایک آنکھ دیکھی جس مین شبنمی سیل تھا- اور آپ جانتے ہین- ہمہ دا شبنم طوفان،

مین ہیجان تو ہو ہی چکا تھا - اس طوفان مین ڈوب گیا، غرق ہو کے رہ گیا!
ایک رات ایک پیکرِ رعنا کو شب خوابی کے لباس مین اس طرح دیکھا کہ تخئیل کے لئے کچھ باقی نہ رہا - اب تک وہی خواب شیرین دیکھ رہا ہون - خدا کرے حشر تک نہ جاگون!

شب ہجران کے جاگنے والے
ایسے سوئے کہ کچھ خبر نہ ہوئے

بسمل یاد کرو (بنارس مین) منزلِ عشق مین ہر ہر قدم پر مین تمھارے خیال سے وابستہ تھا گویا تم میرے ساتھ ہوتے تھے۔

نقادِ انشا، انشاء اللہ تعالیٰ آخر ماہ تک آپکے دستِ مبارک مین ہوگا - آپ بھی آئیں ہین -

دیگر

آگرہ - ۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء

قاتل بسمل -

محبت نامہ بالکل مایوس ہونے کے بعد ملا - مین سمجھ چکا تھا تم بقیدِ حیات نہین فطرت نے میرے خیال کو غلط ثابت کیا - اس ستم ظریفی کا قایل ہون - عنوان کا شعر تم نے غلط لکھا جسکے تمام الفاظ شرمندۂ معنی نہین - طویل خاموشی کا عذر - عذرِ لنگ ہے - نہ کرتے تو اچھا تھا - تبادلے مانعِ خامہ فرسائی نہین ہو سکے!

چاندنی راتون مین صحرانوردی کرتے ہوئے اکثر (!) میری یاد نے تمھاری خاطر حزین مین گدگدیان پیدا کی ہین - جھوٹ - اختر! تمھیں ایک منٹ کے لئے بھی فرصت نہین تھا غم سناؤ گے یا داستان شادی! افسانۂ شب عروسی سننے کے کان مشتاق ہین -

بسمل، افسوس بغیر مجھے شریک مسرت بنائے شادی کر بیٹھے - انجام ہی ہونا تھا جو ہوا

آپ تو خفا تھے نقاد کس طرح نکلتا۔

خالد بھی عرصہ سے کھوئے ہوئے تھے۔ تمہارے ساتھ انکا بھی پتہ لگا ہے حسن اتفاق دیکھئے دونوں کے خط ایک ساتھ مجھے ملے۔ خالد کی گل افشانی دیکھئے۔

"زندگی سے بیزار رہنے کا موقع نہیں!"

باقی ابھی ہے منظر دنیا ابھی نہ جا

اے تماشا گاہ عالم لٹ‌ئے تو، مجھے ایک نظر انکے دیکھنے کی تمنا ہے لیکن اس کی خبر نہیں خود آپ کے آئینے میں کتنے جلوے تڑپ رہے ہیں۔ آپ کی آرزو اور پوری نہو کسی طرح ممکن نہیں گریبان پر ہاتھ رکھے بیٹھا ہوں کہ ارض تاج میں پھو ٹکڑے کردوں موسم گل آیا ہی چاہتا ہے ؎

منتظر موسم گل کے ہیں ترے دیوانے

ہاتھ رکھے ہوئے بیٹھے ہیں گریبانوں پر

نقاد آہ نقاد کب تک شائع ہوگا۔ مجھے دیکھنا منظور ہو تو انتشار ادب کی روح نوازی فرمائیے اُف آپ نے ایک دنیا کو دلگیر بنا دیا۔ عزیزوں کی ہڈیاں ساحل کی نذر ہیں۔ پھر نہ کہئے گا کہ آگرہ محیط محبت نہیں "

اگر مجھے ایسی رنگین........قسم نہ دلاتے تو واللہ جواب بھی نہ پاتے۔

دل سے قریب

دلگیر





آگرہ - ۱۰ مئی ۱۹۲۲ء

بسمل پیارے - محبت نامہ عرصہ کے بعد ملا - تہنیت عید کا شکریہ کس طرح ادا کروں!
حیران ہوں - خوش ہوں کہ میری یاد ابھی تک آپکے دل میں باقی ہے - ع

لے میں قربان تری الفت کے

"آجکل نالۂ دلگیر کی وہ دھوم نہیں" خدا جانے اس مصرع کو پڑھ کر کیوں دو آنسو بے اختیار آنکھ سے نکل پڑے - خدا آپکو جزائے خیر دے -

میں جنوری میں رائے بریلی کو گیا تھا اور اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ یہیں ہیں تو بغیر ملے ہرگز واپس نہ آتا - نہ مل سکنے کا افسوس رہ گیا ؎

کبھی یاس ہوتی نہ اپنی امید
تغافل سے تیرے مگر ہو گئی

"خود بخود ہنسنے سے یہ بہتر ہے کہ دوسروں کے آنسو پونچھے" ناصر علیت آئی تو ہو نہایت پاکیزہ خیال ہے - اس ادائے بیان کا کیا کہنا - میری خیریت کیا پوچھتے ہو! ؎

کچھ حالتِ دردِ دل نہ پوچھو
زندہ ہوں کمال کر رہا ہوں

بارش شروع ہو جائے تو آگرہ آئیے یا آموں کی فصل میں مجھے رائے بریلی بلوائیے ....

میں جس طرح آپ جلوہ گر ہوئے ہیں لائق افسوس ہے؟

کافر تتوانی شد ناچار مسلماں شو

آپ کیا اپنی قدیم نگارش بھول گئے؟ صلائے عام ہیں - ایک بات بھی تھی وہاں بسمل تو تھے مگر نگار میں صرف .... یہ رجعت قہقری نہیں تو اور کیا ہے - اچھا خاصہ

انسان ہیولیٰ بنکر رہ گیا۔

بیگم نبتل کی خیریت نہیں معلوم ہوئی اب مزاج کیسا ہے؟ میرا سلام کہئے - اور جلد جلد یاد فرماتے رہیئے۔

بدستور آپکا دلگیر

لسان الملک حضرت ریاض کا خط

عالیجناب چودہری شفیق الزمان صاحب تعلقدار کے نام

مدینے کی گدائی کر کے میں خوددار ہو جاتا

کہاں کا طور گھر بیٹھے مجھے دیدار ہو جاتا

خدا توفیق دے تو سب کچھ ورنہ افلاس میں خودداری معلوم، مقدمہ کی مصیبت نے کہیں کا نہ رکھا۔

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں

اس عاشقی میں عزت سادات بھی گئی

آپ کا نوازش نامہ دیر میں ملا تجویز و مسل چودہری نعمت اللہ صاحب کی خدمت میں بھیجدی ہے، معلوم ہوا سپلیر وکلا میں عہد ہوا ہے کہ کوئی قانونی محنتانہ سے کم نہ لے، چودہری صاحب سا شریف النفس کم نہ لینے کو شائد یوں بنا ہے کہ کچھ نہ لے۔

میں نے سنا میرا پارۂ جگر وسیم صاحب کے ساتھ بیرسٹری کو فروغ دے رہا ہے ممکن ہے کہ میرا جگر پارہ میرا ہو رہے اللہ عمر و اقبال میں برکت دے اور کامیابی کا سہرا میرے سہرے کی طرح ہمیشہ اسکے سر رہے - آمین

اِس مرتبہ معاملاً آخر ہے آپ ہی پر سب بار ہے۔ مجھ سے اپنے لئے تا کفن کی بھی تدبیر نہیں ہو سکتی، بعد تعطیل آؤں گا اور خود کو مع کاغذات آپ کے سپرد کر دوں گا لکھنؤ مین قیام کی صورت تو ہے جناب راجہ صاحب بہادر فرما چکے ہین وہان کہا ئینگے کیا اس مشکل کو بھی سرکار آسان کر دینگے۔ آپ کی توجہ بھی شریک حال رہی تو کام بنا رکھا ہے۔ "بنا رکھا ہے" لکھ کر اس ردیف و قافیہ کا مقطع یاد آگیا۔

خوف کیا حشر کا دن رات پیو خوب ریاضؔ

دیر توبہ کی ہے سب کام بنا رکھا ہے

اِس مرتبہ حاضر ہو کر مقدمہ کے ساتھ دیوان کا معاملہ بھی طے کرنا ہے۔ دنیا ہو نہو ریاضؔ ہو اور ریاضؔ کا شفیق۔ مولانا نجیب اللہ صاحب کو سلام شوق۔

ریاضؔ خیرآبادی

۲۵ دسمبر ۱۹۲۷ء

سید مقبول حسین صاحب وصل بلگرامی کے نام

مقبول نامقبول۔

سخت اذیت رسان ہو۔ قافیہ بدلکر اس قدر اصرار کے ساتھ تکلیف دینا کسلئے تھا جو بصورت دوست کے بیجا غم نے اُٹھانا اسلئے ہے کہ اُسکا تعلق کسی ایسے شخص سے ہے جو ریاضؔ کی طرح ایک دنیا کو محبوب ہے۔ مین کل ایک تار کے جانے پر لکھنؤ آیا، امیر خلف وسیم سے معلوم ہوا کہ ۲۶۔ فروری کو گاندھی صاحب کے جلسے مین شریک ہونے مولانا بھی آئینگے، تم لکھتے ہو زندہ رہا لے توبہ اچھا رہا تو ۲۸ کو لکھنؤ آکر دوانہ گو رکھپور ہو ن گا۔

ہیں ڈر گیا مولانا بھی آتے ہیں نامعقول دوست کے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو مولانا کے آنے پر یہ مجھ سے بری طرح پیش آئے گا شب کو فکر کی اچھے برے شعر کہے۔ اس وقت بھیج رہا ہوں۔

نامعقول دوست، نامعقول ردیف، وقت کم، دماغ بیکار۔

خدا کرے سراپا ناز دوست کو پسند آئے، ارے کمبخت تیری صورت بری ہے۔

تو معاوضہ میں کوئی اچھی صورت دکھا دیا کر۔ ریل کے واقعہ سے شکایت کی تلافی نہیں ہوتی، بڑھاپے نے اعتبار قائم کر رکھا ہے۔ ایش مبارک جنائی بھی نہیں کر کیسکو بدگمانی کا موقع ہو، خدا کرے اب بالکل صحت ہو، کوئی شکایت باقی نہ ہو۔ مولوی صاحب آئے تو ۲۴ کو میں گورکھپور جانے کے لئے ساتھ نہ دے سکوں گا، شائد تمھارے پہونچنے پر پہنچ جاؤں۔

اتنا شوق ہے کہ مولانا کی صورت دیکھ لوں، بات کرنے کو ان سے جی نہیں چاہتا حالانکہ صورت سے زیادہ مزا ان کی باتوں میں ہے، لیکن بزم میں جب تک تجھ سا سیہ رو رقیب نہ ہو کچھ لطف نہیں، خدا کرے وہ ہوں اور تو ہو۔

میں بھی اگر نہوں تو کچھ ایسا حذر نہیں

سخت تکلیف میں گزر رہی ہے۔ آخری زندگی کے دن کاٹنا مشکل ہو گئے ہیں اللہ خاتمہ بخیر کرے۔

تمھارے ناز اٹھانے والا

ریاض

لکھنؤ ۲۳۔ فروری ۱۹۳۴ء

مولوی سید سبحان اللہ صاحب رئیس گورکھپور کے نام

مولانا تسلیم۔

کل کارڈ مین کیا لکھ سکتا تھا۔ اُس کا عدم وجود برابر، ابتک پاؤن مین لنگ ہے ورم ہے، ورنہ بہت پہلے آستان بوس ہو چکا ہوتا، پرسش نہو تو پروا نہین، جاؤن اور جھڑک دیا جاؤن تو اثر نہین، سگِ در کو غیرت سے کیا کام، یہ وصل بہت ہی نکما آدمی ہے، مجھے اطلاع دیتا تو مین ضرور لکھنؤ سے ساتھ ہو لیتا۔ بلکہ مین تو لکھنؤ مین موجود ہی تھا۔

وصل نے کارڈ مین لکھا۔ سُنا ہے گلچین جاری ہو گیا، آپ کو توجہ ہوئی تو ضرور انشاء اللہ جاری ہوگا۔ وصل کی مستعدی کی ضرورت ہے۔ چھپائی اچھی ہو۔ کمیٹی کی ضرورت ہو ترتیب اچھی ہو، کلام اچھا ہو، کلام کے لئے تسیم و واقف کو خطوط مین زیادہ وقت صرف کرنا ہوگا۔ لکھنؤ کی مختصر پارٹی انکی تحریک سے مستعد ہو جائے گی۔ وصل کو بھی فراہمی کلام کے لئے تکلیف کرنا ہوگی۔ مضامین کے لئے تلمذ۔ فاروق۔ کامل یہ پرچہ کو چار چاند لگا دینگے شعراء کے منتخب کلام کے لئے بھی کمیٹی ہوگی۔ صدر آپ مسٹر فاروق مسٹر کامل مسٹر وصل مخصوص اراکین، انکے سوا جنھین آپ بڑھا لین، یہ سب کچھ ہوا تو گلچین معرکۃ الآرا پرچہ ہو جائے گا۔ ہزار ہا کی اشاعت چند روز مین لازمی۔ یونیورسٹی دکن سے تعلق ہو جائے تو بعید نہین مگر یہ سب کچھ آپ کی توجہ پر منحصر ہے مصرع طرح جو دیا گیا ہے، بہت ہی شگفتہ زمین ہے شعراء پوری قوت صرف کرینگے اگر کرین تو ان کی حوصلہ افزائی کے لئے اور تدبیرین بھی ہین۔

پہلے نمبر کے لئے جناب کی طرف سے اعلان کر دیا جائے کہ جس کلام کا انتخاب کر گی
خاص شعرا اپنا کلام خود منتخب کر کے بھیجیں، پہلے نمبر کے لئے یہ صورت ہے جس شاعر
کی غزل انتخاب میں سب سے اول ہوگی مبلغ سہ روپیہ مولوی محمد سبحان اللہ خانصاحب
مدیر گلچین کی طرف سے بطور صلہ کلام پیش کیا جائے گا۔ اسیطرح سالانہ ہر سال کے پہلے
نمبر کے واسطے ایسا ہی اعلان ہو، اور اگر ہر پرچہ کے لئے ہو تو شاید ہی کوئی شاعر ایسا نکلے
جو پوری توجہ گلچین کی ہر طرح میں نصرت کرے، اسلئے نہیں کر سکے گا۔ بلکہ نتیجہ
کی اشاعت اخبارات میں گلچین کرے گی۔ دیکھئے تو بازار سخن میں کسقدر گرمی پیدا ہوتی یا
ہے۔ یونیورسٹی سے بھی خدمت زبان کا یہ کام اس طرح نہیں بن سکتا جسطرح آپ کے
مزیادہ تعلقات پر گلچین گو کیوں ہے۔

اگر آپ اس قدر اہتمام توجہ خاص کے ساتھ اپنی ضروریات کے لحاظ سے رکھ
سکیں تو معمولی طریق پر گلچین جاری ہونے دیجئے اگر ترقی کر گیا تو خیر ورنہ۔

چشم ما بیا این خواب پریشان دیدہ

وصل کے غرض سے اٹھانے کے لئے ہر طرح ہمیں گلچین کو تیار رہنا چاہئے ورنہ
کام نہ چلے گا وہ بہت بڑے کام کا شخص مگر کسیقدر رعونت کو لئے ہوئے۔ ایک بات اور
خیال میں آئی مشاعرہ ہو چکا ہے لکھنؤ کے بعض بے فکر و خوش فکر بھی پہنچ گئے تھے
احسن آ گئے تھے، وسیم و واقف نے بھی غزلیں کہی ہیں آپ سب کے کلام پر نظر ڈال کر
بشرکت وصل و وسیم و واقف دیرینہ و اونرب ایں اپنوں کے دو چار شعر تحقیق میں
مختصر عنوان کے ساتھ دیجئے اسلئے کہ جن شعرا نے ابتک فکر نہیں کی ہے وہ غزل
کہیں جو کہہ چکے ہیں وہ بھی گلچین کی اشاعت تک تازہ فکر سے کام لے سکتے ہیں شعر

سکے اُبھارنے کی یہ بھی ایک صورت ہے۔

خیر اب مین اس قصہ کو ختم کرتا ہون گلچین جائے اور اُسکے ساتھ تعلق رکھنے والے ہماری دولت تو آپ ہین اگورکھپور والی پُرانی دولت نہین آپ کے بچپن کی بات ہے) نہ وہ دولت جو ایمان فروش وصل نے بالامئو کے اسٹیشن پر مجھے دکھائی تھی تعلق اسکا بھی گورکھپور سے تہا۔ ہر فتنہ کہ می خیزد از کوئے تو می خیزد۔ مین آپ کو سب سے الگ کر کے دولت دین کہدون۔

پاتا ہون اُس سے داد مین اپنے کلام کی
روح القدس اگرچہ مرا ہمزبان نہین

معاف کیجئے گا اس تعریف سے مرتبہ آپ کا بہت زیادہ بڑھا گر کچھ گھٹا بھی یعنی آپ میرے ہمزبان نہین، روح القدس تک شعر بالا مین مجھے غالب کا ہم خیال سمجھئے، اپنے لئے، جدکا شکریہ ادا کرنا لطیف ہے۔ مجکو آپ کو اس سے واسطہ نہین۔ غزل کل ہی بھیجنا چاہتا تھا۔ مگر آغاز ہوا کارڈ سے مفلسی مین ایک پیسہ کا نقصان بھی تیلنے کے گھاؤ سے کم نہین، آج بھی چاہتا تھا کارڈ پر دو ایک شعر لکھ بھیجون اور اگر گورکھپور جانے مین دیر ہو تو یونہی کارڈ بھیجتا رہون مگر آپ اُن لوگون مین ہین کہ مجھے برا کہین تو بھلا معلوم ہو۔ بغیر غزل بھیجے جی نہین مانتا ؎

جی نہ مانا حضرتِ ناصح کو آتے دیکھ کر
کچھ یونہی تھوڑی سی پی لی دل لگی کے واسطے

غزل کے زیادہ اشعار مین آپ کی نازک خیالی اور اپنی جوانی کے مختص واقعات سے فائدہ اُٹھایا گیا ہے، خدا کرے آپ پوری غزل پسند کرین ورنہ حوصلہ پست ہو جائے گا۔

اور آئندہ کے لئے عرش پیما فکر پست ہو جائے گی ؎

تجاہِ نظارہ اگر سب کو میسر ہوتا ۔ ہوتے سب خلد میں میں خلق کے باہر ہوتا

محفلِ وعظ میں واعظ نہ مرے سر ہوتا ۔ عوضِ تیشہ اگر ہاتھ میں پتھر ہوتا

حشر ہی حشر کوئی فتنۂ ناز نہیں ۔ آج کیوں منہدی لگے ہاتھ میں خنجر ہوتا

اُسکے ہر گوشے میں ہے تاثرِ برقِ آتش ۔ میں تو میں کوئی نشیمن میں اگر پر ہوتا

آئینہ تیری طرح دیکھتے ہم بھی شبِ وصل ۔ منہ ہمارا بھی ترے منہ کے برابر ہوتا

چل سکا زورِ جنوں کچھ نہ ترے دامن سے ۔ دھجیاں اُڑتیں اگر دامنِ محشر ہوتا

زندگی آٹھ پہر لطف سے کٹتی قاتل ۔ سانس کی طرح رواں سینہ میں خنجر[1] ہوتا

گھر جسے کہتے ہیں میرا کوئی زنداں ہوگا ۔ در و دیوار نہ ہوتے جو مرا گھر ہوتا

بار ہوتا نہ شبِ وصل نزاکت کو تری ۔ لب ترا شکلِ تبسم ترے لب پر ہوتا

جوانی کا واقعہ ہے ؎

پچھلی چوری یہ نہ پوچھو رات کیا کرنے کو تھے

ایک نامحرم نازک سے لب پر اس طرح آہستہ لب رکھنا چاہتا ہے کہ سونے والے کو حس نہ ہو ورنہ قطعاً خون کا خوف ہے۔ معاذ اللہ ؎

مبالغہ

ایک چلو کے نہیں کوثر و تسنیم ریاضؔ

خاک اُڑتی جو لبِ خشک مرا تر ہوتا

دعاگو ریاضؔ

۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء

[1] یہ خنجر واقعی نیا ہے (مولف)

مکرمی شکریہ!

ذرا سا کارڈ۔ کارڈ میں تین سطریں سطر میں چار حرف۔ حرف جیسی خط میں نہ مجھ سے پڑھا گیا نہ دوسرے سے۔ برابر کا جواب میرا خط نہ آپ پڑھ سکے نہ مولانا، ایک کاغذ کی چٹ اور ٹی تاروں کے ساتھ جن میں تاریخ کی تاکید تھی، صادق کا تار خاص بات کے لئے تھا جس سے کسی فائدے کو تعلق نہیں۔ وسیم نے بھی تاریخ کے لئے اصرار کیا۔ تاریخ سے مجھے مناسبت نہیں۔ پھر تاریخ حمد کے دیوان کی۔ مجھ سے مراسم نہیں مگر وہ وصل کے واجب التعظیم۔ وصل کی عظمت میرے دل میں، سنگ آمد و سخت آمد۔

ریش درد ست، وصل بیداد

کار خاموشی نام لسان الملک، نام کا پاس کچھ کیا ہوتا۔ تعمیل ارشاد از بس مشکل مگر بہ ظاہر ہو کر غلطی کی اصلاح مولانا اور وصل فرمائینگے۔ بہرحال قطعہ تاریخ موزوں کیا، وصل قطعہ کے الگ بلکہ رباعی سے بھی۔

آپ نے ترک صاحبوں کا حال نہیں لکھا قیمت کتب کا جواب نہیں دیا، کتابوں کے مالک حافظ محمد سعید صاحب۔ یہ سجادہ نشین حافظ محمد اسلم صاحب کے چچا ہیں حیدرآباد سے وظیفہ پاتے ہیں، خاص ضرورت سے کتابیں مجھے دیں۔

ان چار کتابوں میں ایک تصوف میں ہے جو بہت ہی گران مایہ قیمت اسکے رہن سے ظاہر ہوتی ہے جو اسی کتاب پر تحریر ہے۔ انکو خیال ہے کہ مولانا مطلوبہ قیمت سے کہیں زیادہ عوض تجویز فرمائینگے۔ مطلوبہ قیمت ۵۰ ۔ اگر اس سے قیمت کم تجویز ہو تو چاروں کتابیں واپس۔

میرا امکان مجھ سے زیادہ بے سکت ہے ۶

رن سے گر کر اٹھا نہیں جاتا

قطعۂ تاریخ تعریف کے قابل ہو جب بھی خوب تعریف کیجئے مصرع شعر جو ناپسند ہو خارج کر دیجئے۔

جمیل صاحب موجود ہوں تو سلام کہئے اور یہ بھی کہ غزل جلد وا بھیج دیجئے گا

للہ الحمد آج دیوان احمد کا شائع ہوا — ہر فرشتے کی زبان پر آج ہیں اشعار احمد

شعلہ جو اٹھتا ہے ٹھنڈے سے وہ قندیل عرش — کسقدر بھڑکی ہوئی ہے آتش گفتار احمد

دلکشی انداز بیان حسن بیان یوسف فروش — مصر والے آ کے دیکھیں گرمی بازار احمد

ناخن دست حنائی کا نتیجہ ہے جواب — چٹکیاں لیتی ہو دل میں شوخی افکار احمد

رہنما راہ سخن میں آپ کے نقش قدم — بحر کے بیہر دگر سب سے جدا رفتار احمد

کور وہ کیا روشنی پھیلی ہوئی ہے شہر شہر — بزم فرز و سخن میں ہر جگہ انوار احمد

عرش پیما ہیں سمند فکر کی جولانیان — کس ہوا میں ہے سمند شعر پر رہوار احمد

رنگ و بو میں حسن میں ہر ایک سی مضمون نشست — ایک کانٹے کے گلے ہیں سب گل گلزار احمد

موتیوں سے بھر دیا دامن زمین شعر کا — ابر گوہر بار ہیں افکار گوہر بار احمد

صاف ہیں بے عیب ہیں خوش آب ہیں الفاظ ہیں — جوہری دیکھیں نذر آرد شہوار احمد

کاغذ اچھا حرف روشن نور کا چھاپا ریاض — اترے شیشے میں پری بنکر بلند افکار احمد

میں نے جب کہا مصرع پئے تاریخ طبع

ڈھل گئے ہیں نور کے سانچے میں سب اشعار احمد

۱۳۲۰ھ

مؤلف کے نام

خیر آباد - ۱۹ جون ۱۹۲۳ء

پیارے صفدر -

اسی وقت آپ کا پیارا خط ملا - اسی وقت جواب لکھتا ہون ؎

رقابت اب ہے دونون سے وہ پروانہ ہو یا بلبل
عیان کیونکر کرے گلگیر اپنے سوز پنہان کو

گلگیر کی ہستی کا انحصار گل شمع پر ہے اسے ترجیح پروانہ و گل پر اسلئے ہے کہ دونون کے لئے شمع و گل کی عدم موجودگی مین اور بھی مشاغل ہین، گلگیر کی رقابت پروانہ و گل سے اسکے سوز دپنہان کا باعث ہے - پہلے شعر مین کہ بزم یار انجمن بھی ہے اور چمن بھی یعنی ؎

یہ گویا انجمن بھی ہے چمن بھی کیا عجب اس کا
جو لے منقار مین بلبل گل شمع شبستان کو

چمن ہونے سے گل شمع نے گل گلشن کی صورت اختیار کر لی ہے - اسے بلبل کا منقار مین لینا عجب کی بات نہین - یہ مثل گل گلشن کے خوشرنگ بلا آتش رنگ ہے پروانے شمع پر نثار ہو رہے ہین اور بلبل شمع و گل شمع کو شاخ گل و گل شاخسار سمجھکر ٹوٹے پڑتے ہین -

دونون کی بے قرارانہ حالت گلگیر کو آتش رقابت کے انگارون پر لٹاتے تو کم ہے -

مین تو اس شعر کا مطلب یہی سمجھا اگر کوئی نہ سمجھے تو مجھے اور آپ کو اُس کی سمجھ پر اختیار نہین ہے -

آپ کہتے ہین کہ مندرجہ ذیل مطلع پر بھی اعتراض ہے، کوئی پہلو اعتراض کا میری سمجھ مین نہین آیا - مین آپ کے مطلع کو لاجواب سمجھتا ہون - شاید ہی اس سے اچھا مطلع

کسی کا ہو رہے

کشش نگاہ میں ہر تشنگی بلا کی ہے

اُدھر ہے جام اِدھر آنکھ پارسا کی ہے

جام و چشم پارسا کیا برابر کی بات ہے - بلا کی تشنگی نے نگاہ پارسا میں کشش پیدا کر دی ہے - وضع پارسایانہ جام کی طرف ہاتھ بڑھانے کو روکتی ہے - اور بلا کی تشنگی کشش نگاہ سے پردے پردے میں اڑنے والی نازک شے لطیف پر اثر ڈال کر جا جانے کیا لطف اٹھانا چاہتی ہے

معترض کو اختیار ہے مطلع کے ساتھ آپ کو جاہل سمجھے اور آپ کے ساتھ مجھے بھی سہ

تحسین ناشناس کا صائب ہے شکوہ سنج

نفرین ناشناس کا ہم کیوں گلا کریں

نکتہ چینی کام کی چیز ہے - نکتہ چینی کی قدر کیجئے -

والسلام

ریاض

پیارے صفدر

مجھے موقع نہیں ملا کہ غزل دیکھتا - آج قاضی تلمذ حسین صاحب سے ملنے آیا تو سرسری طور پر آپ کی غزل دیکھی - خوب خوب شعر کہے، دونوں مطلع نہایت نازک ہیں بطور خود ہی ہر شعر کو سمجھ لینا پڑا لیتا - اس خط میں بھی آپ نے ذکر نہیں لکھا کہ آرزو، انجم، رشید جاوید و دیگر حضرات کی غزلیں آپ نے روانہ کیں یا نہیں، عارف صاحب کی غزل ممدوح سے بھیج لیکر بھیجئے - الگ نیازنامے میں چند حرف میں عارف صاحب کو دکھا دیجئے گا -

گلچین میں ہے تاخیر ہوئی ہے میں یقیناً اسی خیال سے چار روز میں خیرآباد جاؤنگا اور تم کو اطلاع دوں گا۔ خود بھی لکھواؤں گا زیادہ تر اسلئے کہ عارف صاحب سے ہیں تمھارے لئے کہوں۔

مولوی سبحان اللہ صاحب کے یہاں تقریب صحیح بیانہ پر بخیر و خوبی ختم ہوئی تمھاری تاریخ ممدوح کو دیکھ گئی تھی، خدا کرے گلچین اتنی ترقی کرے کہ تم کو اسکے سوا کسی سے غرض نہ ہو۔ تازہ کلام کہاں سے لاؤں کس عالم میں ہوں کچھ نہ پوچھئے، قصد لکھنؤ کا تھا جانا پڑا گورکھپور واپس آیا تو غیر مطمئن دل و دماغ دونوں بیکار، ضعف پیری، مقدمہ کی فکر، احباب کی فرمائشیں، کام کا ہجوم۔ ہر کام کے لئے روپیہ کی ضرورت۔ آج ہی ایک دوست کی فرمائش سے چند شعر ہو گئے تھے تضمین بھی دو ایک شعر لکھے دیتا ہوں، مطلع سنو۔

مجھے دیکھا تو جل کر یوں الگ پیر مغاں رکھدی
پرانی دوستی بھی طاق پر اے مہرباں رکھدی

خدا کے ہاتھ ہے بکنا نہ بکنا مے کا اے واعظ
برابر مسجد جامع کے ہم نے بھی دکاں رکھدی

ریاض

۲۰- فروری سنہ ۱۹۱۱ء گورکھپور

پیارے صفدر۔

اگر اُبھرے کبھی حشر آگے ترے تو نقش ثانی ہے
قیامت جو اٹھائے وہ تری اُٹھتی جوانی ہے

خواجہ صاحب کو خوش کرنا ہے تو مطلع یوں بدل دیجئے، صاف ہونے سے کوئی کچھ نہ کہہ سکے گا۔ آسمان سے ہم یہ غزل ملفوف ہے، امتحان علمی کو ایسی ہی مجبوری ہو گئی تھی کہ

آپ کو پریشان ہونا پڑا۔ وہ مگر آپ سے مل کر آئے۔ کام کچھ نہ بنا۔ علیح سنگ کی ضرورت نہیں آپ زبردست کاپی نویس جو تصحیح کی بھی وقت ضرورت دیکھ بھال کرے مطلوب ہے۔ جو کاپی نویس ایک نیپنے سے میرے پاس تھے گلچیں بھیجنے پر آپ ان کا خط دیکھیں گے۔ مگر اتفاق کہ وہ دہلی جانے پر مجبور ہیں۔

کسی مشاعرے میں تو میں شرکت ہی نہیں کر سکتا، مگر حسن کے بلانے پر میں انکے آستانے پر جاتا ضرور لیکن اس حادثہ کی وجہ سے کہ لڑکی میری بھانجی ہے نہیں جا سکتا، آپ جا سکیں تو جائیں۔ آرزو کے مشاعرے میں بھی شریک ہوں۔ آپ کہیں جائیں گلچیں کو آپ کے جانے سے ضرور فائدہ ہوگا۔

آرزو کے مشاعرے کی غزل مجھے بھیج دیجئے۔ میں اپنی حالت بیان نہیں کر سکتا۔ ضعف پیری سے نہ کام ہو سکتا ہے نہ دل و دماغ پر قابو ہے۔ گلچیں کی وجہ سے کام اتنا بڑھ گیا کہ رات دن نجات نہیں۔

جالب صاحب سے آپ نے ہوں گے اب پھر ملئے اور جس پرچے میں نوٹ شائع ہوا ہے مجھے بھی بھیجئے اور ان سے کہئے حسب وعدہ نہ آپ نے بھیجا۔ ہمدم میں میرے نام جاری کیا۔ اب گلچیں کے پہنچنے پر بھیجا اگر نہ بھیجنا ہو تو صاف صاف لکھ دیں۔ میں جانتا ہوں وہ مالک ہیں ملازم نہیں پھر وہی حالت لکھ دیتے ہیں کیا تکلف ہے۔ سب سے زیادہ یہ شکایت کہ غزل شائع بھی اس سے زیادہ کیا مجمل ہو سکتا ہے کہ گلچیں کے لئے دیباچہ کا نوٹ کہاں لکھا۔ حسرت موہانی کے لئے مجھ سے بہت کچھ کہا تھا۔ اب اسکے متعلق بھی وہ کچھ نہیں ظاہر کرتے آخر یہ مضمون کیا ہے۔

نقاد بھی بہت اچھا نکلا خصوصاً مہدی کا مضمون، نقاد میں یہ غزل بھیج دیجئے۔

"آسمان سے ہم" خواجہ عشرت کا دلی شکریہ ادا کیجئے اُن کا مضمون پہونچگیا۔ جواب علیحدہ لکھونگا۔

یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہون مین جب سے کہ گریبان سمجھا

یعنی مین جب سے گریبان کو گریبان سمجھا جب سے اُسے چاک کیا کرتا ہون، حاصل یہ ہے کہ جب سے مجھے اپنا سلیقہ ہوا کہ تعلقات دنیا مانع صفائے نفس ہین، جب سے مین نے دنیا کو ترک کیا، مگر اسپر بھی آئینہ دل صاف نہین ہوا، بس ظاہر مین جو آزادون کے سینے پر ایک الف کھنچا ہوا ہوتا ہے وہ تو ہے۔ صفائے باطن کچھ نہین حاصل ہوئی، اور گریبان تعلقات دنیا سے استعارہ ہے، اسوجہ سے کہ یہ دونون انسان کے گلوگیر ہین سینہ پر الف کھینچنا آزادون کا طریقہ ہے۔ اور یہ مضمون فارسی والے کہا کرتے ہین اور (بیش نہین) بیان حصر کے لئے ہے مگر اُردو کی نحو اس کی متحمل نہین یہ فارسی کا ترجمہ ہے۔

ریاض احمد خیرآباد
۲۳۔ فروری ۱۷ء

عزیزی۔

۲۲ ستمبر ۱۷ء کا خط گر کر پورے واپس گئے پر ملا۔ گورکھپور مین بہت وقت گزرا اور کار برآری بھی نہین ہوئی، چچا سید ولایت احمد صاحب کے انتقال کی خبر گئی فوراً واپس آیا ورنہ اور بھی قیام کرتا۔ مین اپنی پریشانیان بیان کرنے پر قادر نہین ہون۔ اللہ رحم فرمائے۔ "آیا آئے" یہ مطلع اچھا ہے، میرا قصیدہ سُن لینے سے یہ فائدہ ضرور ہوا کہ اداے بیان کے ساتھ سلسلۂ بیان سنبھلا رہا۔ مشاعرۂ گوالیار کے خواب آپ لوگ

خوب دیکھ رہے ہیں۔ میں تو خواب پریشان سمجھ رہی ہوں تعبیر جو کچھ ہو۔ زمانہ جنگ میں بھلا
گوارا کیا مشاعرہ کریں۔ دس پندرہ ہزار صرف کریں عقل میں آنے والی بات نہیں میرا جانا
معلوم۔ خدا کرے آپ جائیں اور صفدر سے اجازت لیکر میرا قصیدہ پڑھیں۔ سلطان احمد صاحب
واقف نے لکھنؤ غالباً چھوڑ دیا۔ آپ کے لطف سخن میں کمی آئی اور ہمارے ٹھہرنے کا کہیں ٹھکانا
نہ رہا۔ آپ بطور خود غور کیجئے کہ لکھنؤ آنے پر ٹھہرنے کی جگہ کوئی ایسی نکل سکتی ہے کہ سلطان احمد
واقف کے بالاخانے کا افسوس جاتا رہے۔ سلطان احمد نے آپکی تاریخ سنائی۔ ع

جو لفظ ہے دیوان کا وہ جان سخن ہے

لاجواب تاریخ ہے، اس سے کسی کا مصرع تاریخ ۱۹۱۶ء نہیں پڑھ سکتا۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

میں نے بھی تاریخ بھیجی ہے خدا جانے جلیل کو پسند آئے نہ آئے، درج ہو نہ درج ہو نہایت
ضیق فرصت میں قصیدے پر ایک نظر ڈالی، صاف کرکے بھیجا ہوں۔ حارج میں "ج"
گرتا ہے، دوست کی "ت" کی طرح، خیر مضایقہ نہیں، مجھے خط جلد جلد بھیجتے رہئے اگلچین
کے لئے مصرع طرح جلد بھیجونگا۔

ریاض

صفدر صاحب

آپ کی نظم سالگرہ ملنے کے بعد زیادہ تر دورہ میں مبتلا رہا لکھنؤ ہوتا ہوا ہردوئی
گیا، وہاں سے بریلی، مراد آباد، اب واپس آیا مقدمہ کے تعلقات۔ ہر وقت تازہ فکر۔
سیتاپور کی دوا دوش۔ اتوار کو خداوند نعمت راجہ صاحب سیتاپور آگئے تھے مجھے بھی
سیتاپور کی مجلس میں شریک ہونا پڑا۔ کیونکہ راجہ صاحب تو تصنیف مرثیہ پڑھنے کے لئے

تشریف لائے بہت بڑا مجمع تھا، نسیم صاحب بھی تشریف لے گئے تھے۔ مرثیہ کے مضامین کا کیا کہنا، کوئی اس مرتبہ کا کہنے والا اس وقت نہیں، ایک ایک بند ایک مرثیہ تھا، نئے سلام کا ایک مطلع سنو ؎

حشر کے دن خاطر مداح سرور دیکھنا
خود بڑھے گا میری جانب حوض کوثر دیکھنا

کتنا اچھوتا اور نیا خیال ہے۔ سبحان اللہ

کل دوشنبہ کو میں نے آپ کا قطعہ دیکھا، سالگرہ کا قطعہ اور کہیں ہے سالگرہ کا ذکر نہیں۔ ہو تو کیونکر اس بحر میں لفظ سالگرہ آ ہی نہیں سکتا تھا۔ ایسا قطعہ دیکھکر سمجھتا ہوں لیکن ستم ہوگا اگر اشعار کے مرتبے کے موافق آپ کو صلاتہ ملا۔ یہ قطعہ تو اس قابل تھا کہ حضور نظام کی تقریب سالگرہ میں جلیل صاحب یہ خاص تقریب پیش کرتے تو خدا جانے کیا ہوتا۔ جلیل صاحب کو آپ لکھئے کہ اگر خدانخواستہ کافی صلا نہ ملے تو آپ کسیطرح یہ قطعہ مجھے واپس فرمادیں اپنی دفتر میں رہنے پائے کہ میں دربار نظام میں اس کے ذریعہ سے قسمت آزمائی کروں۔

سالگرہ کے متعلق ایسے مضامین ایسے نکل گئے ہیں جو اردو فارسی میں میری نظر سے اس لطف کے ساتھ نہیں گزرے ہیں نہ یہ اونچی خیالی اب جلیل کو یا مجھے نصیب ہو سکتی ہے۔ خدا کرے آپ کو ایسا صلا ملے کہ میں خوش ہو جاؤں۔ ورنہ ضرور نظام کی سالگرہ کے موقع پر جلیل سے پیش کروایا جائے۔ خدا کرے خورشید اور اس کی ماں دونوں اچھے ہوں۔ ہمدم کے دفتر سے تعلق اب ہے یا نہیں۔ آج منشی عبد الغنی کو لکھنؤ میں نے بھیجا ہے کہدیا ہے کہ آپ سے بھی ملیں۔ عارف صاحب کو سلام شوق۔ ریاض احمد۔ ۱۷ دسمبر ۱۹۱۸ء

مکرمی-

کل خط آپ کو بھیجنے کے بعد طبیعت خراب ہو گئی۔ دو وقت سے غذا نہیں ہوئی چھ سات دست آگئے ہیں ضعف بڑھ گیا ہے، کوئی کام نہ کر سکا۔ چونکہ آپ کو لکھ چکا تھا چند شعر اسی حالت میں موزون کیے آپ تو داد دیں ہی گے لطف جب ہے کہ تمام سربرآوردہ شعرائے لکھنؤ سے داد لیجیے۔ امید تو یہی ہے کہ مشاعرے میں سب کو سر تسلیم خم کرنا پڑیگا۔ میں نے اسی وقت اخبار میں بھی غزل شائع کرنے کو بھیج دی ہے۔ یہ غالباً بعد مشاعرے مرقع سے شائع ہوگی۔

آپ یوں میری غزل نہ پڑھیں جب تک اہل مشاعرہ خود نہ اصرار فرمائیں۔ مشاعرہ میں داد ملنا نہ ملنا موہوم ہے۔ مشاعرے کے عوض آپ ہی سے داد ملنا لازم ہے بشرطیکہ اشعار داد کے قابل ہوں۔ ممکن ہے محض یہ خیال خبط میرا ہی ہو۔ مشاعرے سے قبل کسی کو نہ سنائیے گا۔

ریاض ۲۰ مارچ ۱۹۱۶ء

عزیزی-

دونوں صاحبوں کی تحریریں ملیں۔ دانشؔ سے جی خوش ہوا شوقؔ صاحب کے تمام ارشادات کی تعمیل ہو گی۔ اس مرتبہ ضرور ملوں گا عارفؔ صاحب سے بھی۔ اس طرح میں کوئی ادھر چکا ہے کسی کا شعر سنا ہو تو مجھے بھی لکھیے گا۔

عشرتؔ صاحب سے دریافت کیجیے، امیرؔ مرحوم کا ایک مصرع ہے۔

دیوار کو وہ دے گئے چھلا نشانی کا

دیوار کو چھلا دینا معماروں کی اصطلاح میں کچھ ضرور ہے۔ دریافت کرکے لکھ بھیجیے۔ ممکن ہے

دیوار مین چھلا رہ جانا کچھ ہو ہے کچھ یونہی خیال تو آتا ہے کہ کان آشنا ہین۔

ریاض

صفدر صاحب۔

آج آپ کی غزل روانہ ہے۔ آپ نے مطلع مین دلکشی لکھا ہے۔ یہ لفظ اگر دلچسپی کی طرح آپ نے اساتذہ کے کلام مین دیکھا ہو تو لکھئے ورنہ جدید ساختہ لٹریچر کی تقلید سے احتراز کیجیے آپ کی غزل اس زمین مین خوب ہے۔ دیکھون اور شعرائے لکھنو کیا کہتے ہین۔ مین غالبًا کل تو نہین پرسون انشاءاللہ روانہ ہون گا۔ آغا صاحب میرے ساتھ ہون گے۔ کہان ٹھہرون گا کچھ خبر نہین۔ آپ کا گھر میرے لئے بے تکلف جگہ ہے مگر کام کے لحاظ سے بہت الگ ہے۔ اسٹیشن پہ اگر آپ مل گئے تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔ عارف صاحب کی نشست کے کمرے چھوڑ کر الگ کوئی چھپر ہوتا تو مین اچھا رہتا۔ اسٹیشن پہ فیصلہ کیا جائے گا ۱۰ کی صبح کو اگر کوئی امر مانع نہوا تو ۱۰ کی صبح کو انشاءاللہ آؤن گا۔ آپ لکھتے ہین کہ فلک منزل کے مشاعرے مین سر بر آوردہ شعرائے لکھنو نے ٹوٹ کے فکر کی ہے۔ مگر مین نے آپ کی غزل بھی دیکھی، ماشاءاللہ کیا کیا شعر نکالے۔

بس یہ ہوا کہ حشر مین اک گردسی اُٹھی
سب نقش انکی ایک ہی ٹھوکر کے ہو گئے

بالکل اچھوتا اور نیا خیال ہے اور اشعار بھی اسی مرتبہ کے ہین امید تو ہے کہ مشاعرہ آپ ہی کے ہاتھ رہے۔ تمھارے اصرار سے مین نے بھی چند شعر موزون کئے۔ غزل کل تک روانہ کرون گا دو ایک شعر سُن لو

دامن مین ایسا شباب کے وہ داغ ہو کہان | جب بال تک سپید مرے سر کے ہو گئے
جوش انہین ہی شباب کا دھبے کی شکل لیا | جب بڑھ کے طفلِ اشک برابر کے ہو گئے

صرف تمھاری خاطر سے مین نے یہ غزل کہی ورنہ اس پریشانی اور بدحواسی مین فکر سخن کا کیا موقع تہا۔ خدا کرے فلاک صاحب کے یہان تمھین استقلال و اطمینان ہو۔ دعا کرتا ہون۔ عارف صاحب کی بیماری نے سخت پریشان کیا۔ کل ہی اُن کو بھی خط لکھا ہے۔ مگر اسوقت تک بیدرد دردکا حال معلوم نہ تہا۔ اب آج پھر خط بھیج رہا ہون۔ بقیہ غزلیں بھی جلد بھیجئے اور ہمدم کا پرچہ بھی میری نظر سے ابتک نہین گزرا۔ جانب ہمدم نہین بھیجتے آپ اُنسے کہکر جاری کرا دیجئے۔ یہ پرچہ جو آپ کے پاس ہے فوراً بھجوا دیجئے۔

ریاض احمد خیرآباد

۷ مئی ۱۹۱۶ء

عزیزی۔

۲۸۔ اکتوبر کا خط ملا۔ آپ نے لکھا پرچے سب روانہ ہوچکے۔ مین نے اپنے پرچے مین بنالیا مجھے یاد نہ آیا کہ یہ فقرہ آپ نے کس تصحیح سے متعلق لکھا۔ کیا وہ نظم جو "ہمدم" مین جلسہ سیتاپور کے لئے شائع ہوئی۔ میرا مصرع تہا۔

خوشی کی لہر گئی دوڑکر کہان سے کہان

ہمدم مین "دوڑاب" چھپا ہے اُس کی تصحیح کرا دیجئے گا۔

بزم خیال کا انتظار ہے۔ اشتہار مسلہ ذیل کچھین ہوگا۔ مہادیو پرشاد صاحب کے نام معنون کرنا نہایت مناسب تہا۔ اس زمانہ مین ایسے لوگ بھی ہین جو اپنی حیثیت کے موافق قدر افزائی کرتے ہین۔ آپ کا دوسرا کارڈ ۳۰۔ اکتوبر کا بھی ملا۔ مین مہادیو پرشاد کا دلی شکریہ ادا کرتا ہون۔ انکی بے انتہا وقعت میرے دل مین ہے۔ خدا انکی عمر و اقبال و دولت مین ترقی دے۔ نہایت محبوب شخص ہین۔ دیوان کے لئے جو کچھ ایما ہوا مین نے اُسے قطعاً منظور کیا۔ مگر مین

اپنے مصائب و آلام کو کیا کروں - میں نے ایک طولانی خط اپنے دیوانہ وار خیالات کے جوش میں اُن کو لکھا ہے، جا بیجا کا بھی خیال نہیں رہا - اُن سے استدعا کی ہے کہ سلطان احمد کے مقدمہ میں عقدہ کشائی اُن کے ناخن تدبیر سے ہو جائے تو میں گویا زندہ ہو جاؤں - دیوان بھی بآسانی چھپ جائے اور مجھے وہ اطمینان ہو جائے جو اپنی بقیہ عمر کی شاعری کے لئے چاہتا ہوں اور جس کی مجھے حسرت رہی کہ میں اپنے طبعی مذاق کے شعر کہتا اور اس کا کچھ مجموعہ قابل طبع ہو جاتا -

دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں - آپ کے جلیل صاحب مجھ سے کچھ کشیدہ معلوم ہوتے ہیں - ایک غزل بھیجنے کے بعد پھر غزل نہیں بھیجی تھی تاہم متعدد خطوط کا جواب دیا پھر لکھے لکھا بھی کہ اگر مجھ سے کوئی خطا ہوئی ہو تو معاف فرمائیے - اور مطلع کر دیجئے کہ آیندہ اس کی خطا نہ واقع ہو - مجھے انکے متعلق سب سے زیادہ اپنی کاروائی کا پاس ہے - خدا اُن کو اس سے زیادہ درجہ عنایت کرے تو میری خوشی کا باعث ہے - رہی دوسری صورت کہ موجودہ اعزاز نے انکے مزاج پر اثر ڈالا، تو پھر اس کا اثر کچھ نہیں ہو سکتا..........
نہ اس کی کبھی پروا کہ مجھے ان کی ذات سے کچھ فائدہ ہو نہ اعزاز کی لحاظ سے انکی شاعری کی عزت سمجھتا ہوں - میں نے یہ الفاظ اس لئے تحریر کئے کہ آپ اس خط میں ٹٹولیے کہ آخر اس کا واقعی سبب کیا ہے - وہ غزل کیوں نہیں بھیجتے، جواب کیوں نہیں دیتے -

ریاض احمد

۷ - نومبر ۱۹۱۴ء

صفدر صاحب۔

کل شوق صاحب کی غزل بھیج چکا ہون۔ آج ۲۴ کو آپ کی غزل روانہ ہے
اس وقت کمیشن بیان ایک بڑے بہادر کا لے رہا ہے جس کی عمر سو کے قریب ہے فالج زدہ
ہے۔ دولت مند ہے کئی بیٹے معزز عہدون پر ہین۔ جج کے لئے زبان نہین کام دیتی جھوٹ
خوب ادا کر رہا ہے۔ خدا جلد ایسی ناپاک ہستی پر اپنا قہر نازل کرے۔

آپ کی غزل اور شوق کی غزل دونون بہت خوب ہین۔ خدا کرے مشاعرے مین
پھلین پھولین۔ یہ شعر آپ نے میرے ڈھب کا لکھا جب پڑھتا ہون حظ اٹھاتا ہون۔ اللہ
کرے زور قلم اور زیادہ ہ

صبح کو پیارے بچھڑے ہوئے شب بھر کے ملے
آئینہ رخ سے ملا زلف ملی شانے سے

واقف کی غزل ابتک نہین آئی۔ اب وقت نہین۔ اچھے شعر منتخب کر لئے جائین اُلجھے
ہوئے نہ ہون جس غزل کے لئے تم اصرار کر رہے ہو اُس کا اس وقت صرف مطلع و مقطع یاد ہے
وہ کاغذ ہی نہین ملتا جس پر چند شعر مین نے لکھنؤ مین لکھ لئے تھے۔

مطلع

کبھی آسمان سے کبھی لامکان سے
مے گھر اب آتی ہے اونچی دوکان سے

مقطع

ریاض ان حسینون نے دولت تو لے لی
مروت نہ لی کچھ شفیق الزمان سے

مکرمی!

کارڈ ملا - واد ملی ہ

کہئے نسیم صبح سے مجھ سے نہ پوچھئے

اڑئیے ہوا سے کیوں مرے گیسو بکھر گئے

اس شعر کی نسبت آپ دریافت کرتے ہیں کہ یہ شعر کس کا ہے - یہ شعر اُن بزرگ کا ہے جن کا مندرجۂ ذیل شعر ہے ہ

شاید کوئی بزرگ تہجد گزار تھے

مسجد میں آ کے جیب ہماری کتر گئے

یہ شعر جو آپ تک پہنچا کیونکر پہنچا - مجھے حیرت ہو گئی - جو امور آپ سے دریافت کیے ہیں اُنکا جواب دیجیے یعنی گلچین کس کس کو دیا جائے مشاعرہ کس تاریخ کو ہو گا - فلک منزل کے مشاعرے کی غزلیں کب تک آئیں گی - میرا قصد ہے کہ عید کے دوسرے روز ایکدن کو سندیلہ جاؤں - کیا آرزو صاحب وہاں ہیں ملیں گے گلچین نمبر ۲ دوبارہ چھپنا شروع ہو گیا ہے - جلد پہنچے گا - خواجہ صاحب سے کہئے مضامین جلد بھیجیں -

سہل ممتنع اس نظم و نثر کو کہتے ہیں کہ دیکھنے میں آسان نظر آئے اور اس کا جواب نہ ہو سکے - کل حسنِ اتفاق سے کوثر صاحب بھی آ گئے تھے - میں تمھاری غزل دیکھ رہا تھا - اکثر اشعار اُنھیں بہت پسند آئے - اشعار مندرجہ ذیل پر تو وہ تڑپ تڑپ گئے ہ

چھینٹ پڑتی وہ بن جاتی پھول اے قاتل

مرا لہو ترا دامن خراب کیا کرتا

صفدر صاحب - اس شعر کا دوسرا مصرع تو قیامت کا ہے - پہلا مصرع بھی خوب ہے ہ

ملائی آنکھ جو ساقی نے مست ہو گئے رند
اب آنکھ کے دور میں جام شراب کیا کرتا

یہ بھی اچھا ہے خوبی یہ ہے کہ یہ عیب ہے۔ مجھے تعجب ہے کہ میرا خط اور واپس شدہ غزل کل ہمدمی کو نہیں پہنچے۔ ضرور پہنچے ہوں گے۔ واک غلطی سے قبل یہ کارڈ آپ نے روانہ کیا ہوگا۔ واپس شدہ وی پی کی فہرست اسماء اور لکھے ہوئے کارڈ میں نے عارف صاحب کو بھیجے تھے عارف صاحب سے مگر اگر ان کارڈوں میں کچھ لکھنے کا کام ہو تو انجام دیجئے۔

فلک ناز کے مشاعرے کی غزلیں جب آپ روانہ کریں تو ایک مضمون بھی مجھے لکھ بھیجیں کہ کس وقت اور کس تکلف سے یہ مشاعرہ ہوا۔ کون کون مخصوص حضرات بلائے گئے تھے۔ کون صاحب شریک ہوئے کون نہیں۔ غرضکہ تصویر مشاعرہ کھینچ دیجئے۔ یہ مضمون بطور خود گھٹا بڑھا لوں گا اور نامور شعراء کی بھی تعریف رہے جن کی غزل بھی عمدہ ہو جنکو داد ملی ہو۔

ریاض

۱۰ مئی [illegible]

عزیزی۔

آپ میری پریشانی اس سے سمجھ سکتے ہیں کہ آپ ایسے الفاظ و معنی کو جواب دیتا یہ کارڈ آپ کو اطلاعی بھیجتا ہوں کہ پریشانی رفع ہو۔ کل پرسوں تک آپ کے خطوط کا تفصیل کے ساتھ جواب دوں گا۔ سہرے کے اکثر اشعار مجھے بہت پسند آئے۔ خصوصاً یہ شعر

ہالۂ ماہ میں سہرا ہے شناعیں کیسی
چرخ لایا ہے کشتی میں لگا کر سہرا
غالب و ذوق بھی دیکھتے تو وجد کرتے

پردے پردے مین قیامت نے قیامت ڈہائی

ناپ کر لائی ترے قد کے برابر سہرا

بالکل اچھوتا خیال ہے - اس نازک خیالی کی داد اہل نظر دینگے - آپ کے قطعۂ تاریخ مین مصرع تاریخ نہایت بے تکلف اور لاجواب ہے - ع

آفتاب ابر کے پردے سے نکل کر آیا

مگر افسوس اس بحر مین احمد حسین کا نام نہ آسکا نہ آسکتا ہے - ع

ہے یہی لخت دل احمد بھی یہی جان حسین

اس طرح احمد حسین علیحدہ علیحدہ آجاتے ہین - نام کا پہلو نہین نکلتا - اور اس طرح لخت دل احمد اور جان حسین کہنا نازیبا ہے - ع

کس کے آنے سے داغ عرش برین پر ہے مرا

عرش کا عین گرتا ہے اور یہ عیوب ہے بعض وقت ایسے موقع پر خیال نہین رہتا - اور اکثر عین گر جاتا ہے - دوسری تاریخ مین مصرع تاریخ کے عدد صحیح ہین لخت دل کے معنی گو مجازاً بیٹے کے ہین - مگر لخت دل کا پیدا ہونا اچھا نہین معلوم ہوتا - دوسرے مصرع مین نور چشم والدین اچھا ہے - آپ اگر اعداد کی صحت پر بیروی کرین تو رہنے دین مگر کوئی خوبی نہین ہے - وہی مادۂ تاریخ کافی ہے - مگر اس کی بحر بدلکر پھر فکر کیجیے -

مین انشاء اللہ یا تخ چھ روز مین لکھنؤ آؤن گا - آپ سے ملون گا تاریخ سے اطلاع دون گا قدیم صاحب سلام شوق کہتے ہین

ریاض

۲۹ - اکتوبر ۱۹۱۷ء

پیارے صفدر!

خط کے جواب میں تاخیر ہوئی طبیعت قریب قریب اب صاف ہے۔ تارآیا رحیم صاحب کے خویش کا انتقال سیاٹو میں ہو گیا۔ افلاس کی پریشانی ہے۔ یہ داغ اُن پر قیامت ہے۔ مصارف کی فکر غرضکہ کسیطرح روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو سواریاں روانہ ہو چکی تھیں اب وہاں سے خرچ مانگا گیا ہے۔ غالباً چار پانچ روز میں واپس آئینگے۔ دونوں غزلیں واپس بھیجتا ہوں۔ کیسے ٹھہر گئے۔ کیسے معنی کیونکر صحیح نہیں ہے۔ پتہ بجا ہے پر نہ لکھنے کی ہمیشہ کوشش کیجئے چند روز میں عادت ہو جائے گی۔ اپنی سعی کر کے مرحوم پابلوہ اجتناب لازم ہے۔ ہاں میں نے اودھ پنچ کا وہ نمبر دیکھا جس میں ناطق نے یاس کی اور تمھاری غزل کا موازنہ کیا ہے۔ بیشک تنقید علم ادب کا ایک اعلیٰ جوہر ہے۔ بشرطیکہ نقاد ناطق سا کوئی اہل فہم اور رموز فن سے واقف ہو۔ ناطق نے جو کچھ اس تنقید میں لکھا بہت سمجھ کے لکھا اب اگر کوئی برا مان جائے تو انکی بلا سے۔ تمھارے اس شعر پر ؎

فرق کیا عاشق و معشوق میں بس اتنا ہے
کوئی دیوانہ بنائے کوئی دیوانہ بنے

یہ فقرے مجھے بہت پسند آئے "خوش نصیب ہے وہ کاغذ جس پر یہ شعر لکھا جائے" واقعی اس سے بہتر الفاظ اس شعر کی داد کے لئے نہیں مل سکتے۔ اللہ اللہ حسن و عشق کا فلسفہ دو مصرعوں میں نہایت خوبی کے ساتھ ادا کر دیا گیا ہے۔

نوٹ:۔ یہ شعر کیننگ کالج کے مشاعرے میں بہت چمکا اور لکھنؤ میں بچہ بچہ کی زبان پر ہے۔ بلکہ مجھی عبدالباری صاحب آسی مؤلف شرح دیوان غالب نے بھی ایک موقع پر غالب کے شعر سے اس کا موازنہ کیا ہے۔ مولف۔

بحمد اللہ آپ کا کلام ہر جگہ پسند ہوگیا۔ آپ بہت کم کر گئے ہیں۔ یہ غزل لاجواب ہے۔ لکھنؤ
جانے کا ارادہ [illegible] شرمندگی تھی۔ اب جلد آتا ہوں یقیناً
دوائی [illegible] پھر [illegible] آگیا ہے۔ خورشید کو بہت بہت پیار اُس کی ماں
کو دعا۔ [illegible] ہے۔ اللہ رحم کرے۔

ریاض

یکم جولائی [illegible]

پیارے [illegible]

کیا اچھی خوب غزل ہے۔ خدا نے چاہا تو مشاعرے میں تم ہی تم ہوگے۔ ماشاءاللہ
چشم بد دور تمہارے دل و دماغ سے جو بات نکلتی ہے وہ دل ہی میں رکھنے کے قابل ہوتی
ہے انشاءاللہ یہ شعر ؎

فتح کے وقت بڑا کا بھی خنجر
یہ تم اچھا تری حسرت کیا ہے

حاصل مشاعرہ ہوگا۔ اس مصرع کو

"مے ہو سبزہ ہو مرا ساقی ہو"

یوں بنا دو۔ ع — مے ہو سبزہ ہو گھٹا ہو تم ہو

دوسرا مصرع۔ — اس سے بڑھ کر مجھے جنت کیا ہے

یوں ہی رہنے دو۔

جو اپنا آیا۔ خدا کرے پاؤں کو آرام ہو۔ روپیہ [illegible] صلح کرلیا۔
[illegible] کہتے تھے کہ وہ آئندہ مشاعرہ نہ کریں گے نہ کسی مشاعرے میں شریک

ہون گے، نہ وہ یہ شغل رکھینگے۔ کیا وہ کچھ آپ سے بھی گران خاطر ہوگئے ہین۔ ادہر عرصے سے ان کا کوئی خط نہین آیا۔ مجھے اُن سے دلی تعلق ہے، مین کچھ سمجھا نہین۔ آپ کی نوکری کا کیا حشر ہوا۔ خورشید کو دعا۔

ریاض

۲۴۔ اگست ۱۹۱۹ء

صفدر صاحب!

پوری غزل مرصع ہے جن شعار پر تین تین صاد ہین اُن کا تو جواب ہی نہین۔ آج شنبہ کو یہ خط ڈاک مین روانہ کیا جاتا ہے۔ کل یکشنبہ کو انشاء اللہ پہنچ جائے گا۔ بھوپال ورجو بھیجدیجیے۔ نجومی صاحب کا مضمون واپس بھیجتا ہون۔ گلچین نمبر ۹ و ۱۰ ایم طبع پڑے ہوئے ہین مالی دشواریون نے ہر طرح دقت پیدا کی ہے۔ دیکھون کب گلچین نکلتا ہے۔ یا دوسی پڑھتی جاتی ہے۔ باخاطر ناخواستہ مضمون واپس بھیجتا ہون۔ مہینون طبع کے انتظار مین پڑا رہے کیا فائدہ۔ ذوالقرنین بدایون مین دو مضمون اور خلاف نکلے ہین۔ نصیر نے جالب کی خدمت مین گستاخیان کی ہین۔ آپ جالب صاحب سے ملین تو کہدین کہ ایک حرف بھی اس بحث کے متعلق ہمدم مین نہ شائع کیجیے۔ ایسی ذلیل بحثین ہمدم کے شایان شان نہین نیز آپ کے لئے بھی۔ بزم خیال کے لئے شعر اس وقت تو یاد نہین آیا۔ دوسرے خط مین بھیجون گا دونون شعر جو آپ نے لکھے شرق کیلئے اچھے ہین۔ چاہیے شائع کر دیجیے۔

سید ریاض احمد۔ ۱۱۔ نومبر ۱۹۱۷ء

نوٹ

جن اشعار پر تین تین صاد حضرت نے کئے ہین غالباً اُن شعرون کے دیکھنے کا اشتیاق

ناظرین کو ضرور ہوگا اس لئے مین اُن اشعار کو ذیل مین لکھکر اہل بصیرت سے داد کا خواہان ہون۔ مؤلف۔

دم آخر ہٹا دین چارہ گر تکیہ بالین سے ۔۔۔ کہ میری جان انکے سامنے مشکل سے نکلیگی

ادب آموز ہی اسکے لئے ہر فتنۂ محفل کا ۔۔۔ قیامت ٹھوکرین کہا کر تری محفل سے نکلیگی

سُنا ہی نجد مین آج اک تماشہ ہی قیامت کا ۔۔۔ محبت قیس لیلی پردۂ محمل سے نکلے گی

صفدر

صفدر صاحب!

مشاعرے کے متعلق ابھی تک خط نہین آیا۔ انتظار ہے مفصل کیفیت لکھئے۔ دوسری غزل واپس بھیجتا ہون۔

گور غریبان والا مطلع شعر ہوگیا۔ دونون قافیے احتیاط کے قابل تھے۔ اب دیکھو یہ شعر کسقدر بلند ہوگیا ہے

یہان کی خاک خون بے گنہ کا رنگ لاتی ہے
زرا دامن بچا کر آئیے گور غریبان مین

زندان والا شعر خارج کردیا گیا۔ طوفان مین یہ بھی بھرتی کا شعر تھا۔ دامان مین۔ آنسو پونچھے ردیف کمزور ہے۔ "کا" کا پہلو غالب اور سب شعر اچھے ہین۔

مین نے آپ کو سندیلے کے مشاعرے کی طرح پر ایک شعر اور بھیجا تھا جسے آپ نے پڑھا۔ پڑھنے کی تعریف یہ تھی کہ اس لطف کے ساتھ پامعنی رہا۔

رنگ کے بدلے غبار قیس ہے اس مین بھرا
خاک اُڑتی ہے مری وحشت زدہ تصویر سے

ردیف "کے" اس شعر میں "سے" ردیف ہو گئی ہے۔ میں بدخط ہوں میرا خط پڑھ لینا آپ ہی کا کام ہے۔ دوسرا مصرع یوں ہے۔ ع

خاک اڑتے ہیں مری وحشت زدہ تصویر کے

یہ شعر تو آپ کو پسند ہی ہوگا۔ کوئی شعر اور سناؤں۔ اس امید پر شعر سناتا ہوں کہ خوش ہو کر جلد غزلیں بھجوائیے گا۔

ہنستے تو کبھی نہیں کشش دوائی ہوئی

شیخ صاحب ہیں بزرگ اس آسمان پیر کے

آگ لگا دی بہار نے۔ جلد غزل بھیجئے۔

ریاض احمد خیرآباد

۔۔ جون ۱۹۱۷ء

صفدر صاحب!

آج کرم عنایت نامہ بالکل بھول گیا تھا۔ آج ہی غزل روانہ کرتا ہوں۔ آپ نے پہلے خط میں اپنی پریشانی کا ذکر کر کے مجھے بے حد پریشان کیا۔ برائے خدا فوراً خیریت کا خط لکھیے۔ خدا کرے بچہ اچھا ہو اور گھر میں بھی۔ مکرم صاحب نے آنے کی شکایت لکھی۔ آمادہ ہوں۔ گرمی بہت زیادہ ہے۔ چند اشعار خارج کر دیئے گئے۔ ان کے مصرعے اچھے تھے۔ مگر قرینہ نہ تھا۔ آپ نے جوانی کے قافیہ کو رد فرما دیا۔ شعر قیصر صاحب نے بہت پسند کیا تھا۔

لڑائیں آنکھ حسینوں سے کیا یہ ڈرتے ہیں

ابھر نہ آئے کہیں چوٹ پھر جوانی کی

میں نے بھی فوق صاحب کی غزل آپ کے قطع کی تھی۔ آپ کا خط بھیجنا بھول گیا۔ آپ

آپ کے دونوں شعر اچھے ہیں۔ آپ ہی والا جس کا حصہ ہو مجھے شعر لکھ بھیجے گا کہ میں بھی غزل پوری
کروں۔ [illegible] کہتے تھے کہ اس زمین میں رشید کی غزل تو چھپی نظر میں
ابھی شائع ہوئی ہے [illegible] قافیہ اچھا ہے مجھے بھی وہ غزل بھیج دیجیے۔ شوق کو سلام شوق

ریاض

خیرآباد۔ ۲۰ جنوری ۱۹۲۱ء

پیارے صفدر!

کل ہی کارڈ ملا۔ دونوں دیکھ کے متعلق جلد تعمیل ہوگی قطعہ تاریخ کے مصرع آخر میں ۱۳۳۷ عدد آتے ہیں پورے عدد بھی آئیں تو اے عید منانے والے کے ساتھ تم سلامت رہو بہت برا۔ تاریخ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ یہ پہلا ہی قطعہ رہنے دیجیے۔

عید شکر تری یاد آتی ہو تصویر کے
او تصور میں گلے مجکو لگانے والے

عید کی طرح مبارک ہو تجھے یاد مری
تو سلامت رہے او عید منانے والے

ایک دو یادیں چھپیں۔ یہ کارڈ ہو جائیں گے۔ ایک ہم ہیں جو کل صبح عید کو یہ کہتے نکلیں گے۔

خدا شرمائے لمبی داڑھیوں کو

چلا ہوں عید ملنے اہل دین سے

آسمان پیرے زیادہ آپ کو تصویر والا شعر پسند آیا۔ بعد رمضان اور شعر آپکو بھیجوں گا مگر ایک شعر اس وقت روزے اور عید کے چرچے سے موزوں ہو گیا ہے

عید ملنے آئے ہیں کچھ روزہ دار ماہ صوم

بوتلیں لاشہد کی ساقی سبو کچھ شیر کے

ہاں جب یہ کارڈ پائیے سب سے پہلے مجھے نام ان شعراء کے لکھ بھیجیے مع پتے کے جنکے نام گلچین

بھیجنا مناسب ہو آپ ضرور ایسے شعراء لکھنؤ کو لکھیں جن کی نسبت وہ دریافت کریں۔ دینے سے شرکت دینا اچھا ہے بہت ہے کہ وہ فکر طرح لکھیں پر اور شرکت کریں اور کلام دیں۔ دیوان میں کا عنبر ریحان روانہ ہوگا۔ جون جولائی کا چھپنا بھی شروع ہو گیا۔ عید بعد وہ بھی شائع ہو سکتا ہے۔ اب اگست سے ہر مہینہ برابر نکلیں گے۔ گو اگست میں طرح یہ ہوگی۔

اس مرتبہ تو آگ لگا دی بہار نے

بہت زبردست مشاعرہ عید کی صبح یا بعد عید کیجئے۔ عمدہ کلام تمام شعراء لکھنؤ کا حاصل کیجئے واقعہ کہتے تھے کہ کوئی صاحب فانی بدایونی ہیں لکھنؤ آئے ہوئے ہیں نظیر نے انہیں استاد مانا ہے فارسی کی ترکیب و تشبیہ خوشنما الفاظ کے ساتھ دیتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ یہ بھی کہتے تھے کہ نسیم کے مشاعرے میں ان کی غزل نہایت کامیاب رہی۔ کئی شعر بھی انکے سنائے یہ شعر مجھے بہت پسند آیا۔

کیا ہو تماشا کہ وحشت میں ہوں سے صحرا چلوں
رشتے ہیں پاؤں پر حلقے مری زنجیر کے

یہ مقطع بھی خوب ہے۔

دیکھ اے فانی مری تدبیر کی میت نہ ہو
اک جنازہ جا رہا ہے دوش پر تقدیر کے

آپ جب مشاعرہ کریں تو ان کو بھی شرکت کے لئے مجبور کریں۔ لکھنؤ میں آپ کا اثر ایسا نہیں کہ وہ انکار کر سکیں بہرحال پوری کوشش کیجئے کہ طرح لکھیں پر دھوم دھام کا مشاعرہ ہو۔ ارشد صاحب بھی آپ کے کلامذہ ہیں ان کو بھی لکھنے کو لکھیں کے لئے مضمون ہر پرچہ میں دیں یہ میرے ایک نہایت مہربان دوست کے عزیز ہیں۔ میں انکو کیوں لکھوں آپ ہی کا لکھنا کافی ہو۔ ریاض

عزیزی!

کارڈ آیا۔ خوشی ہوئی۔ مین بحمد اللہ آج اس قابل ہون کہ آپ کے کارڈ کا فوراً جواب دون۔ ضرور میرے نام آرزو صاحب کا خط آیا تھا۔ مین اس قدر پریشان تھا کہ جواب نہ دیسکا۔ اُنکی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپکی طرف سے برہم ہو گئے ہوے۔ میرے نزدیک کسیکا قصور رہو۔ صلح و آشتی عمدہ چیز ہے۔ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید درمیان دے کر میل ہو گیا۔ بحمد اللہ اس سے بہتر کیا ہے۔ آپ پر کوئی رشک کرے یا آپ کسی پر۔ ہزار برائیان کی جائین۔ خلاف کوشش کیجائے۔ اگر کلام اچھا ہے تو کچھ نہین ہو سکتا۔ آپ تو لکھنو مین ہر دلعزیز شخص تھے۔ دوست و دشمن سب سے انکسار کا برتاؤ یہی طریق عمل ہمیشہ رہنا چاہیے۔ غلطی انسان سے سرزد ہوتی ہے۔ آپ ہمیشہ اپنا یہ فرض سمجھیے کہ غلطی معلوم ہونے پر کبھی غلط تاویلات سے کام نہ لیجیے۔ فوراً تسلیم کر لیجیے۔ اگر غلطی آپ کے نزدیک نہین ہے تو احباب سے تحقیق کیجیے مجھے پہلے معلوم ہوا تھا کہ آپ کے اس مصرع مین ع

زخم جگر نے نوک رکھ لی تیرے نشتر کی

ذم کا پہلو بیان کیا جاتا ہے۔ مین نے لکھا ذم کا پہلو نہین ہے۔ اب آرزو صاحب کی تحریر سے معلوم ہوا کہ نوک کی لینا محاورہ ہے۔ نوک رکھ لینا محاورہ نہین ہے۔ آپ جاوید، عشرت، انجم جو آپ کے بے تکلف احباب ہین تحقیق کیجیے۔ اگر یہ محاورہ نہ ہو تو مجھے بھی اطلاع دیجیے۔ آرزو صاحب یا کسیکو خط کا جواب نہ دینا تہذیب کے خلاف ہے۔ اسلیے مین اسی وقت آرزو صاحب کو بھی جواب بھیجتا ہون اور تاکید کرتا ہون کہ آپ سے اپنی طبیعت صاف رکھین اور ہمیشہ دوستانہ برتاؤ رہے۔

ریاض

خیرآباد ۲۴ مارچ ۱۹۱۰ء

صفدر صاحب!

آپ نے اور عارف صاحب نے اس مطلع کی بے انتہا داد دی ہے

آخر کہیں بنائیں زمیں پر بنائیں گے
ٹوٹے گا آسمان جہاں گھر بنائیں گے

آپ نے مطلع کی تعریف اس طرح دل سے کی ہے کہ بے اختیار جی چاہتا ہے کہ کوئی شعر آپ کو ادھر لکھ بھیجوں شرط یہ ہے کہ وہ تعریف کے قابل نہ ہو تو بھی آپ اسی طرح تعریف کریں مثلاً

نسخہ بیاض ساقی کوثر سے مل گیا
گھر بیٹھے اب تو بادہ کوثر بنائیں گے

میں شاعرہ کا کوئی اچھا شعر سننا چاہتا تھا مگر آپ نے نہیں لکھا کوئی شعر اچھا زبان پر ہو تو آپ ضرور لکھئے ہے

ہماری طرح کسی کو یہ کیا اجاڑے گا
فلک کو دیکھ کے ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

شعر صاف ہے میں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ گلچیں کن شعرا کو بلا قیمت دیا جائے آپ نے اس کا جواب نہیں دیا۔ جاوید۔ انجم۔ حسرت۔ یہ حضرات تو خاص ملنے والوں ہی میں ہیں اور میرے خیال میں زیادہ فارغ البال بھی نہیں۔ آپ کی رائے ہو تو انہیں گلچیں ضرور دیا جائے۔ اور کہدیا جائے کہ ہدیۃً ہے

ریاض احمد

خیر آباد۔ ۲۷ مئی ۱۹۱۷ء

عزیزی صفدر!

آپ نے جس دلسوزی و ہمدردی کا اظہار میرے ساتھ کیا ہے کبھی اس کی شکر گزاری سے
عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ منصور صاحب نے بھی [illegible] ہدیہ اور شوقی صاحب نے درم
خریدہ بنا لیا۔ رات دن دعا کرتا ہوں خداوند عالم ان سب کو شاد رکھے اور مجھے اس قابل کرے
کہ آپ سب کی خدمت کر سکوں کسی امر میں کام آ سکوں۔ اب اپنا مقدمہ [illegible] ہے۔ اگر آپ نے
میرے لئے وہ شریفانہ کوششیں کیں کہ کوئی عزیز دوست نہیں کر سکتا۔ میں دوسرے
دن بھی لکھنؤ میں رہا مگر مہاجن نے وعدے [illegible] دن کا اور آپ سے
ملوں گا۔ غالباً جواب تیار ہو گیا ہو۔ آپ حیدرآباد کا ضرور عزم کیجئے یا چند روزہ کر بعد
فیصلہ مقدمہ اکتوبر کے بعد جائیے۔ میں شوقی صاحب سے ملا گو چند منٹ شب کی
نشست کا لطف نہ اٹھا سکا۔ یاران [illegible] باقی [illegible]

ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

ریاض خیرآبادی

۲۹۔ جولائی ۱۹۱۹ء

پیارے صفدر!

۱۹۔ اگست [illegible] وقت ملا۔ [illegible] کل اپنے بچے کو دفن کرکے گورستان
سے آیا تھا۔ کل [illegible] ہنگامۂ ماتم میں جواب نہ دے سکا۔

یک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق
نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی

[illegible] بیمار [illegible] ہفتے کے روز آپ کا پہلا کارڈ ملا [illegible] لکھنؤ [illegible]

میں خود عازم و مستعد تھا مگر اسی روز میرے گھر میں شدید لرزہ آیا اور اسکے بعد شدید بخار اُسی دن شام کو نوزائیدہ بچہ مبتلائے اُم الصبیان ہوا تمام رات اور دوسرا روز تمام دن دوا تعویذ ٹوٹکوں میں گزرا بالآخر شب کے آخر حصے میں اس کا انتقال ہو کر کل بلا سے فراغت ہوئی۔ لاکھ لاکھ شکر ہے ذریعہ بخشش ہاتھ آیا۔ خدا میری طرح اُس کی ماں کو بھی صبر دے اور اچھا کرے آج شب میں بھی اُسے لرزہ آیا۔ بخار کم ہو گیا ہے۔ ان صاحبوں نے تم کو شرمندہ کیا۔ اور تم سے زیادہ جناب عارف سے۔ افسوس کہ تم کو تکلیف ہوئی اسٹیشن پر آنا جانا اسکے انتظار میں سرگرداں رہنا۔ عارف صاحب کو وجہ بھی بتا دیں تو اچھا۔ امید ہے تم مجھے معاف کرو گے۔ مصائب دنیا میں صرف اولاد کا غم مجھے نہیں ہوا تھا۔ الحمد للہ وہ بھی پورا ہو گیا۔ اب اللہ میرے دونوں بچوں اور اُنکی ماں کو صحیح تندرست رکھے۔

آپ بطور خود جناب جلیل سے دریافت کیجیے گا کہ ... کیا ہے مگر فارسی یا اردو کے مستند کلام سے اگر دلکشی کے استعمال کی مثال مل جائے تو بہت اچھا ہو بطور خود ہی مزید دریافت سے کام لیجیے۔ خواجہ عزیز الدین صاحب مرحوم کی تحقیق سے فائدہ ہو سکتا تھا مگر اب وہ کہاں۔ لکھنؤ میں اور حضرات سے دریافت کیجیے جو اہل زبان اور دستگاہ رکھتے ہوں۔ میں غالباً چار پانچ روز میں آؤنگا۔ عارف صاحب کو بھی خدمت لکھتا ہوں۔

ریاض احمد خیرآباد

۲۰ اگست ۱۹۱۲ء

عزیزی صفدر صاحب!

خدا کرے آپ کی تکلیف کم ہو گئی ہو اور صحت ترقی کر رہی ہو۔ آپ کا کارڈ آیا تفصیلی کیفیت معلوم ہوئی۔ مجھے بہت افسوس ہے کہ میں لکھنؤ میں آپ کی خدمت کو نہ جا سکا۔ بار بار قصد کیا

مگر شفیق کا منصرم صاحب پر آپ کی بیماری کا بہت اثر ہے - ایک آپکا ذکر کرتے تھے -
مولانا محمد علی صاحب کا بہت گہرا ہوں کہ کار ڈالا - لکھنؤ میں صبح سے بھی دل سکا
نہ چھوڑ میرے شفیق الزمان کی خدمت میں حاضر ہوں گا منصرم صاحب کے ساتھ جالب صاحب
کی خدمت میں حاضر ہوا تھا - آپ کی غزل کا انہوں نے ذکر فرمایا اور کہا سب سے بہتر شعر صفدر
صاحب کے تھے - میری غزل اس زمین میں ہے مگر تاشر سے نہیں کی خط تقسیم نہیں کئے
برائے خدا جلد جلد اپنی خیر و عافیت سے مطلع فرمایئے - میں جلد حاضر ہوں گا - خورشید کو
بہت پیار - اس کی اماں کو بہت بہت دعا -

ابھی تک تعزیت نہیں ملی کی کہ دیکھا کر دیکھا کر رات کی ہاتی خیال سے دل پہ بجلیاں
ٹوٹ پڑتی ہیں مگر ہر حالت میں اس کا شکر - مولوی احسان اللہ خان صاحب اٹونجہ کے
مینیجر مقرر ہو گئے - اس کی بہت خوشی ہوئی - بہت اچھے لوگ ہیں -

سید ریاض احمد خیرآباد

۲۳ - نومبر ۱۹۳۱ء

عزیزی صفدر صاحب :

اس وقت خط ملا - ارتضی خان صاحب کے مشاعرے کی غزل اچھی ہے مقطع تک
دیکھ لیا - اور غزلیں ابھی نہیں دیکھیں - دماغ کمزور - افکار زیادہ - وقت نہیں ملتا - اس زمین
میں تمہارا یہ مطلع بہت بلند ہے ؎

پر پرواز ہے ہر موج مے ساقی کے کوثر کی
چھلکنے جام سے اڑ کر چلی میرے مقدر کی

میری شامت کہ میں نے بھی فکر کی مگر نہ ہو سکا - مندرجہ ذیل شعر بھی بہت بے تکلف ہے ؎

کسی کافر کی شوخی جھوٹ سچ کھلنے نہین دیتی
کیا جب وعدہ دشمن سے قسم کھائی مرے سر کی

نظم کو نثر کا وہ دلفریب جامہ پہنایا ہے کہ حسینان معانی بھی رُخ زیبا سے نقاب اُٹھائے ہوئے عروس سخن کی بے تکلف بلائین لے رہے ہین۔

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

جن لوگون سے تم سے رنج ہو گو وہ حاسد ہین مگر تم اپنا طریقہ اُن سے بدل دو، ٹوٹ کر ملو، اور رواداری کا جبر اپنی طبیعت پر گوارا کرو۔ اسکے خلاف نہ ہو۔ ابکی لکھنؤ آؤن تو بٹھالے خلاف کیسکو نہ پاؤن۔

ریاض

خیرآباد۔ ۲۷۔ جولائی ۱۹۱۸ء

صفدر صاحب!

غزل خوب ہے۔ دیکھکر واپس ہے ؎

شباب لے خضر بنکر اب شباب جاودان آئے	پلٹ کر دیکھنے مجکو مری عمر روان آئے
فلک پر یہ زمین کے جا زمین پر آسمان آئے	جو مجکو بلبل نالان مری طرز فغان آئے

یہ دونون مطلع خوب ہین۔

نہ گلشن کی زبان آئے نہ صحرا کی زبان آئے

مصرع اولی زیادہ چست ہوجائے تو خوب ہے۔ اور اشعار بھی مزے کے ہین بخصوص یہ دونون شعر

بڑے قاتل بنے ہو اسکو بھی مقتل سمجھتے ہو
یہ محشر ہے یہان تلوار لیکر تم کہان آئے

لئے جاتا تو ہے صیاد مجکو ذبح کرنے کو
ٹھہر جانا جہان رستے مین میرا آشیان آئے

آخری شعر عبرت انگیز ہی نہین بلکہ حسرت دیاس کا ایک دردانگیز نمونہ ہے۔جب تک ممکن ہو گونڈہ مین بنا رہے جائیے۔ ہان صحت خراب ہو تو چلے آئیے۔ مین بہت پریشان ہون بسارس۔ وسے صحیح اُردو ہے۔ مین نے جواباً لکھ بھیجا ہے ؎

تھین بنات النعش گردون دنکو پردے مین نہان
شب کو انکے جی مین کیا آیا کہ عُریان ہو گئین

شاعر تارون کے کھلنے کی کیفیت بیان کرتا ہے۔ اور اسکو عریان ہوجانے سے تعبیر کیا ہے بنات النعش اُتر کی سمت سات ستارے ہین۔ چار تارے اُنمین سے جنازہ ہین اور تین جنازے کے اٹھانے والے ہین۔ دیکھیے بیدل پاک باز نے بھی اس لفظ مین تسامح کیا ہے ؎

دریاست گاہ قہر شش بفضائے کائنات
قطب را دائم جنازہ بر سر سہ دختر است

ریاض

خیرآباد ۲۷ جولائی ۱۹۲۳ء

مولوی محمد انعام اللہ خان صاحب عارف کے نام

حضور اقدس تسلیم!

کیونکر وقت گزر رہا ہے کیا عرض کرون ہر حالت مین شکر ہے۔ نوازش نامہ آیا۔ کچھ شک نہین کہ روز عید سے مجھ نفر ارکا انتظار ہلال عید کی طرح ہوگا۔ مگر اپنی کاہیدگی کیا عرض کرون۔ کوشش سے بھی نمایان ہوجانا محال معلوم ہوتا ہے۔ کوئی وقت ایسا نہین کہ آپکی یاد نہو۔ آپ کے بچون کی یاد نہو۔ گھر مین کی یاد نہو۔ ہر مرتبہ یاد کے ساتھ دعائین

نکلتی ہین مگر بے اثر دعائین جن کا اثر میری شومیٔ قسمت سے کچھ نہین ہوتا۔

عید کے بعد مین نے سخت مجبوریون سے نہایت دلگرفتگی کے بعد اپنے چاند انجم کو گورکھپور بھیجدیا کہ وسیم صاحب کا فیض صحبت اور تعلیم حاصل کرین۔ مین یہان اپنے افلاس کی وجہ سے کچھ انتظام اُس کی تعلیم و تربیت کا نہین کرسکتا تھا۔ بہت زیادہ توقع سرکار دودتمدار سے تھی مگر کاسۂ تقدیر کی کم ظرفی بحر ہمکنار سے کیونکر زیادہ لے سکتی ہے۔ سرکار کی طرف سے یہ پرورش کیا کم ہے کہ دونون وقت پیٹ بھر کر کھاتا ہون۔ اور دن رات دعائین دیتا ہون یہ مستزاد برآن کہ اللہ نے آپ سے محبت والے کو مجھ بے آس کا ذریعہ بنایا ہے۔ آپ کی ہر چیز کو اپنی چیز سمجھتا ہون اور خوش رہتا ہون۔ آپ کو دیکھ کر سب فکرین دور ہو جاتی ہین انشاء اللہ اِسی اتوار کو ضرور شرف ملازمت حاصل کرون گا۔ آپ کے اس مطلع نے کئی دن مجھے بےچین رکھا۔

وہ وادیٔ عشق تھی ادھر جنون فتنہ ساماں تھا
بیاباں جس کا ہر ذرہ تھا ذرہ مین بیاباں تھا

سبحان اللہ اِس مطلع کا ایک ایک لفظ تیر و نشتر ہے عشق کا فلسفہ اور اس حسن سے آپ ہی کا حصہ ہے۔

افسوس کہا کچھ چاہتا ہون بلکہ سب کچھ چاہتا ہون مگر کچھ نہین کہہ سکتا۔ کاہل تو کیا ہون اندرونی طاقت جواب دیچکی ہے۔

خادم
ریاض

خیرآباد ۲۱ جون ۱۹۲۱ء

چودھری رحم علی صاحب بی اے کے نام

مکرمی تسلیم!

دونون کارڈ ملے۔ مین شرمندہ ہون کہ آپ مجھ سے خدمت لیں تو مین معاوضہ چاہون اور طلب معاوضہ پر آپ رعایت چاہین اور مین تعمیل نہ کر سکون۔ بہرحال مین کوشش کرونگا کہ امکانی رعایت آپ کے کام مین ہو لیکن اسکے متعلق پرچہ تیار ہونے پر عرض کردن گا کسقدر کمی ہوسکیگی۔ امید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائین گے۔ اور کار لائقہ سے برابر یاد فرماتے رہین گے۔ خدا کرے میری نیازمندی آتنی ترقی کرے کہ آپ اس پریس کو اپنا پریس اور مجھ کو اپنا پرچہ اور مجھے اپنا خادم سمجھین۔

سید ریاض احمد از خیرآباد

۱۲ ستمبر ۱۹۱۷ء

نواب محمد احسان اللہ خان صاحب احسان بہادر گڈھوی کے نام

حضور عالی!

عتاب نامہ یا عنایت نامہ باعث عزت ہوا کئی روز ہوئے مین نے جناب کی غزل کسیقدر ترمیم و اصلاح کے بعد واپس کی میرے خیال مین ہر شعر انتخاب ہے ممکن ہے میرا خط آپ کے روانگی خط سے بعد پہنچا ہو بہرحال بہر اردقت غزل تلاش کر کے مکرر بھیجتا ہون۔ مجھ سے خدا کرے آپ کبھی خفا نہ ہون گو مجھ سے کتنی خطائین سرزد ہون۔ مین بھی اس وقت آپ کی خدمت مین بلا قصد روانہ ہو رہا ہون آنے کی شرم اب آپ کے ہاتھ ہے للہ مجھے

فوراً واپس کیجیئے گا شرکت مشاعرہ سے معاف رکھئے گا۔ ہر قسم کا تکلف وبال جان ہوگا کام
ہو جائے یہی سب کچھ ہے۔ ٹکٹ محفوظ رکھا ہے، لفافہ نہ تھا مجھے خیال ہے کہ آپ کارڈ بھیجنا
ناپسند کرتے ہیں معاف کیجئے۔

ریاض خیرآباد

حضور اقدس!

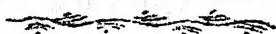
کارڈ ملا۔ یہ عجیب مصیبت ہے کہ خط تلف ہو جاتا ہے۔ غزل مشاعرہ سے دس روز
پہلے بھیجی گئی۔ اب اگر پہنچی بھی تو کیا۔ چار روز مسودہ ڈھونڈھتے گذر گئے۔ خدا خدا کر کے جنتی خطا
میں لکھا ہوا مسودہ ملا۔ آپ صاف لکھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ صاف کر کے بھیجتا ہوں
میرے خیال میں غزل لاجواب ہے۔ بعض شعر تو حصہ ہو گئے ہیں۔ ع

اللہ کرے حسن رستم اور زیادہ

مولانا کس حال میں ہیں کچھ معلوم نہیں۔ ندیم صاحب خیرآباد آئے تھے۔ پریشانیاں بیان
کرتے تھے۔ برسات قریب۔ مکان کی چھتیں مخدوش۔ کچھ حصہ گر آیا۔ اور زیادہ زیر بار ہے
آپ کے لئے دعائیں مانگتا ہوں مگر اثر مفقود۔ کیا کیا خواب دیکھے تھے مگر تعبیریں الٹی
ہوئیں۔ میرے لئے جب صابن بھیجیئے تو ایک چھری باورچیخانے کے لئے پانچ چھ آنے کی
اور ایک قلمتراش روپیہ سوا روپیہ کا۔ جی چاہے اور جب موقع ملے بھیج دیجیئے گا۔ انجم تسلیم رساں
ہے۔ اسکی بہنوں کے چیچک نکلی تھی اب سب اچھے ہیں۔

ریاض

۳۔ جون سنہ ۱۹۲۳ء



عالی جناب تسلیم!

نوازش نامہ سے جو روحانی شادمانی حاصل ہوئی عرض نہین کر سکتا۔ ایسی مسرت عمر مین شاید چند بار حاصل ہوئی ہو۔ آپ کی یاد ہر مرتبہ میرے سینہ پر غم کی ایک نئی سِل رکھدیا کرتی تھی۔ آپ نے میری خطاؤن سے چشم پوشی کی اور وہی الطاف و اخلاق روا رکھے جن کا مجھے آپ نے خوگر بنا رکھا تھا۔ آپ اپنے احسانون کو اگر اپنی خطا سمجھتے ہین تو مین معاف کرتا ہون ورنہ مین خطا کا آپ کی نسبت گمان بھی نہین کر سکتا جو الفاظ آپ کو لکھے گئے آپ نے متاثر ہو کر صحیح اور ضروری جواب مجکو دیا۔ اس مین اگر کوئی سخت بات مین اپنے لئے سمجھا وہ یہی تھی کہ آپ نے آیندہ تعلقات منقطع کر دیے تھے۔ یہ وہ سزا تھی جس نے مجھے بسمل کر دیا تھا۔ آپ ہون یا جناب مصرم صاحب یا مولانا سبحان اللہ خان صاحب میرے تینون صاحب محسن ہین۔ یہ میری نسبت کیسے ہی سخت الفاظ استعمال کرین۔ مجھے برتاؤ سے پیش آئین انکا ہر فعل مجھے محبوب۔ انکی جوتیون کی خاک بننا میرے لئے فخر۔ جو شکر گزاری سے کبھی عہدہ برآ ہو سکتا ہو۔ وہ حرف شکایت کیا زبان پر لائے گا۔ آپ کے التامی الفاظ یا محبت سے بھرے ہوئے الفاظ دونون میرے لئے ایک ہی درجہ رکھتے ہین۔ مین خود کو خطاوار سمجھتا ہون اور اس کا مقر ہون کوئی محسن جب خطا کا مجرم ٹھہرائے تو خطا کی تردید و صفائی بھی میرے لئے گناہ عظیم ہے اب خدا کرے آپ مجھ سے ناراض نہ ہون۔

آپ نے اپنی نسبت جو الفاظ تحریر فرمائے۔ حرف حرف نے میرے دل پر نشتر کا کام کیا۔ خدا کرے آپ کے دل سے بار آلام کم ہو گیا ہو۔ اللہ آپ کو فائز المرام کرے اور اطمینان کلی نصیب ہو۔ کوئی شغلہ اپنے لئے ضرور پیدا کیجئے دونون مجوزہ امور یعنی چھاؤنی میرٹھ کا ٹھیکہ یا سلسلہ جنبانی بجے پور بہت زیادہ توجہ کے قابل تھے۔ گر آپ جاتے ہی

صرف آلام ہو گئے اور کوئی توجہ مجوزہ امور کی نسبت نہ ہو سکی۔ ساتھ ہی بچے کی شادی کے انتظامات نے بھی آپکو مصروف کار رکھا ہوگا۔

میں گو دور ہوں مگر مجھے ہر وقت اپنے ساتھ سمجھیے۔ اعلیٰ پریشانی کی حالت میں پھر گورکھپور گئے ہیں اس عرصہ میں تازہ واقعہ یہ پیش آیا کہ انکی کسی خطا پر جو واقعی خطا تھی یعنی ایسے محسن کی کسی بات کا جواب ایسے لب لہجہ میں دینا جس سے گستاخی ٹپکتی ہو سخت لحاظ کے قابل ہے منصرم صاحب نے قطعاً انکی آمد و رفت اور صاحب سلامت بند کر دی مجھے بھی انکے ساتھ یہی برتاؤ لازم تھا۔ رشتہ نازک۔ جب میں انکی بی بی یعنی اپنی بچی کا خیال کرتا ہوں تو مجبور ہو جاتا ہوں ممکن ہے منصرم صاحب بھی کسی وقت معاف کر دیں۔ مولانا کا کوئی خط نہیں آیا پہلے بھی یہی حال تھا۔ حکیم صاحب بہ تقریب رخصت آئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ صاحبوں کا مقدمہ ختم ہو گیا۔ دونوں صاحب بدستور مولانا کے یہاں ہیں وصل صاحب کا دور خود ترقی پر ہے۔ ع

اس کی بلا سے بوم بسے یا ہما رہے

میرے نام دو تین کارڈ آئے تھے اپنے استاد کے دیوان کی تاریخ طلب کی تھی کچھ دن ایک ہفتہ سے ایسی شدید بالضمانت دل و دماغ کو آپ کی بحت صوت کا سامنا تھا۔ مکان کے بننے اور مرمت کا کیا ذکر زندگی کی آس سے گزر گئے۔ اللہ نے بازوں کی خیر رکھی آج آسمان صاف ہے۔ ترکی فتوح سے مسلمانوں کا دل باغ باغ ہے۔ آج تھریس پر قبضہ کی خبر آئی ہے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے محض اس کا کرم ہے ورنہ ایک مٹی ہوئی سلطنت اس قابل کہاں تھی کہ زبردست دشمنوں کو نیچا دکھائے۔ جلد جلد یاد فرماتے رہیے۔ سب اعزا و احباب کو سلام کہیئے۔ دعاگو۔ ریاض خیرآباد یکم صفر ۱۳۴۱ھ

جناب من تسلیم!

غزل واپس ہے یہ زمین تخلص کا بار نہیں اٹھا سکتی تخلص تبدیل کیجیے یا ایسی زمینوں سے حذر کیجیے۔ میں نے مضمون خط صاف کرکے فوراً اپنے خط کے ساتھ روانہ گورکھپور کر دیا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسا ضروری معاملہ ایسا اہم کام کاغذات اور قلیل تعداد مصارف کی بنا پر کیوں رکا۔ آغا علی صاحب کے نام بھی کارڈ آپ کا آیا۔ مگر وہ منصرم صاحب کے کام سے جھانسی گئے ہوئے ہیں آج یا کل آجائینگے۔ براہ راست تار دیجیے۔ معاملہ تیاری کاغذات فوراً لیجیے اور پانچ سو روپیہ بھی۔ دو ہفتہ سے منصرم صاحب کا کوئی خط نہیں آیا۔ آپ نے کسی [illegible] میں [illegible] آپ کے پہونچے اگر آپ صاف نہ لکھینگے تو وہ روپے یہیں رہینگے۔ انکو تسلیم [illegible] ہے۔

دعاگو۔ ریاض

۲۰ رمضان سنہ [illegible]

حضور اقدس تسلیم!

میں ۶ محرم کو وقت شب گورکھپور واپس آیا جناب کا نوازش نامہ رکھا ہوا ملا۔ حرف حرف کا مجھ پر اثر ہے۔ میں تو درم خریدہ بندہ پہلے ہی سے تھا۔ نیز درم ناخریدہ بھی۔ اللہ میری دعائیں آپ کے لئے قبول فرمائے۔ نماز پنجگانہ کے بعد دعا کے واسطے ہاتھ اٹھتے ہیں۔ افسوس الیکشن کے دن مولانا کو سخت ناکامی ہوئی۔ قوی امید تھی کہ [illegible] ووٹ [illegible] مگر برعکس [illegible] ووٹ مولانا کے اور ۳۰۷ ووٹ یامین خان صاحب کے آئے ووٹرون نے دھوکا دیا۔ اور اسی وعدے پر قائم رہے جو یامین خان صاحب سے کرچکے تھے اب یامین خان صاحب پر مقدمہ لڑیگا کیونکہ انکے نام میں غلطی ہے اور قانون انکے خلاف کہتا ہے

بہرحال ابھی کثیر روپیہ اور صرف ہوگا۔ وصل اسی کام کے لئے لکھنؤ مین مقیم ہین مجھے تو یہ پڑی ہے کہ کسیطرح جناب کا روپیہ بچ جائے۔ منصرم صاحب نے بھی لکھنؤ مین چلتے وقت فرمایا تھا کہ ۱۹۔۲۰۔۲۱۔ آغا علی کے مقدمہ مین بحث ہے۔ مین پرسون تک روانہ خیرآباد ہو جاؤن گا۔ آج عشرہ منگل کا دن ہے تردداتِ مین جناب کی پچھلی غزل گم ہوگئی۔ دوسری غزل کو دیکھنے کا بھی موقع نہ ملا۔ انجم آداب گذار ہے۔ والسلام

ریاض احمد گورکھپور

حضور عالی تسلیم!

نوازش نامہ باعث اعزاز ہوا۔ مین آپ سے بمقام لکھنؤ رخصت ہو کر جب گورکھپور آیا تو والدہ انجم کو سخت کرب مین پایا۔ باعث یہ تھا کہ پانچوین محرم کو اسقاط ہوا اور وہ ناقص رہا۔ مین نہین عرض کر سکتا کہ میرا زمانہ کسقدر پریشانی مین گزرا اور گزر رہا ہے کئی بار حالت نازک ہوگئی بار بار اللہ نے فضل کیا۔ علاج ہو رہا ہے۔ اب بفضلہ خطرے کی حالت نہین ہے ذرا اطمینان ہو تو غزلین دیکھ کر واپس کردن۔ بچے اچھے ہین تسلیم رسان ہین۔ وصل صاحب زیادہ تر باہر رہے۔ دو ایک روز کو آئے۔ تو مین نے یاد دہانی کی کہا مجھے خیال ہے۔ زیادہ کیا عرض کردن۔

دعاگو ریاض

۱۵ ستمبر ۲۴ء

جناب قاضی زاہد حسین صاحب تھانوی کا خط

مؤلف کے نام

الہ آباد ۵ اگست ۱۹۱۰ء

مجھکو گلے لگا کے یہ اُن کا سوال تھا
کیوں جی اسی کے واسطے آنا ملال تھا

برسات کا پیارا موسم فلک مینائی پر کالی کالی گھٹائیں ۔ ابر کے ٹکڑے پیل مست کی طرح ادہر سے اُدہر پھر رہے ہیں ۔ موسم برشگال کی روح افزا ہوائیں ۔ ساقی مہوش کی مہربانیاں ، ہارمونیم کی سُریلی دلکش آواز آنکھوں کے سامنے کوئی مست ناز ۔ ایسے پُرلطف سماں میں کسی خوش نصیب حسن پرست سے آپ کوتاہ قلمی کی شکایت کریں تو یقینی بے موقع ہے آپ کے حسن بیان کا ایک زمانہ معترف ہے سندیلے کے مشاعرے میں آپکا مطلع واقعی مطلع آفتاب ہے ، اس کا جواب اب ہو نہیں سکتا کیا خوب کہا ہے ؎

گیا اب آفتاب حشر کا بھی جلوہ گر ہونا
شب فرقت ہماری ہے یہ کیا جانے سحر ہونا

"وہ کیا جانے سحر ہونا" اس ٹکڑے کی کس زبان سے تعریف کی جائے ۔ ؏

اللہ کرے زور قلم اور زیادہ

بزم خیال جس وقت طبع ہو جائے فوراً بھیجدیجئے ۔ میرزا حسین صاحب آجکل یہیں ہیں اور سلام نیاز عرض کرتے ہیں ۔ خدا کرے اب آپ بالکل تندرست ہوں اور سردو ہملیہ کا پورا لطف اُٹھا سکتے ہوں ۔ نیاز مند زاہد

جناب مولانا سید محمد سبحان اللہ خان صاحب رئیس اعظم گورکھپور کا خط
جناب احسان اللہ خان صاحب احسان بہادر گڈھوی کے نام

لکھنؤ پرنس ہوٹل - ۲۹ جولائی ۱۹۲۳ء

شکوہ ساز بندہ نواز اسلمک اللہ تعالیٰ -

سلام سنت اسلام علیٰ صاحبہ الف الف الصلوٰۃ والسلام

مجھے آپ سے دو شرمندگیاں آپ کو مجھ سے دو شکوے - اگرچہ حساب برابر اور جواب برابر کا ہے - مگر آخر مذکورۂ بالا منجر بہ کدورت ہوں ایسا تو نہ ہونا چاہیئے - مجھے شرمندگی کہ آپ سے کام نہ لے سکا - مجھے شرمندگی کہ رقم واجب الادا اب تک نہ حاضر کر سکا - آپ کو شکوہ کہ آپ کی اسکیم میرے فوائد سے لبریز تھی اُس کا موقع آپکو نہ دے سکا - آپ کو شکوہ کہ قلیل رقم کی عدم ادائگی سے شائبہ بد معاملگی مترشح ہوتا ہوا معلوم ہوتا ہے - کیا یہ امور ایک خیر اندیش اور ایک خادم کے درمیان عداوت بکر زبان زد ہونے کے لائق ہیں - دنیا کے سارے قضئے شکوے - ندامتیں - سوء ظن یہیں رفع ہوا کرتے ہیں جب دونوں کا جی چاہے گا یہ امور نام کو بھی باقی نہ رہیں گے مگر کیا میں اس وقت کچھ آپ سے نہ کہوں اور یہ کہ آپ کچھ زحمت گوارا نہ کرینگے - اچھا جائیے کچھ نہیں کہتا جب یہی ہے تو یہی سہی - زیادہ سے زیادہ اس مقابلہ میں ہار جاؤں گا - احسان اللہ خان ایک نادم خادم ہوں ہی سہی سبحان اللہ پر احسان نہ ہوگا تو کیا محبت و اکرام کا خزانہ بھرا رہ جائے گا - میں نہیں تو راؤ بلی دلی والا لے جائے گا - فرق صرف اتنا ہوگا کہ کلمہ گو کا حق صنم پرست کے حوالے - میں نے بخشا میرے خدا نے بخشا - اب اور کیا دعا دوں - خدا با ایمان

دنیا سے اٹھائے - اللہ اللہ خیر سلا - وہی خادم نادم

محمد سبحان اللہ

خان بہادر مولوی محمد سعید صاحب انسپکٹر پولیس کے خطوط

مؤلف کے نام

مرادآباد ۲ فروری ۱۹۱۷ء

پیارے صفدر!

آپ کے کارڈ کے جواب میں دیر ہوئی۔ میں زیر رخصت تھا۔ اب واپسی پر کارڈ ملا۔ مبارکباد کا شکریہ قبول فرمائیے۔ کیوں؟ "تاریخ کا شکریہ قبول ہوا" تاریخ اچھی ہے مجھے پسند ہے۔ بہت زیادہ پسند اس وجہ سے ہے کہ اس میں میری تعریف ہے آپ کہینگے کہ جہاں سعید میں آپ کے نزدیک خوبیاں ہیں وہاں حماقت کا جزو بھی ہے اپنی تعریف پر خوش ہوتا ہے۔ بہت زیادہ تاریخ یوں پسند ہے کہ پیارے صفدر نے لکھی ہے۔ دل سے لکھی ہے آپ چاہے کچھ کہیں۔ میں خوش ہوں اور اس کو پاس رکھونگا اور یاد رکھوں گا۔ آپ کی بھتیجی بیگم کو سلام

آپ کا نیازمند سعید

بریلی ۲۳ دسمبر ۲۳ء

مکرمی تسلیم

آپ کا اخبار ایک مرتبہ آیا تھا۔ دوسری مرتبہ تقریظ ... وصول ہوئی تھی۔ یہ رسید

بعد مدت پہنچ گئی۔ مجھے امید ہے کہ آپ ناراض نہ ہونگے۔ میں کاہل نہیں ہوں نہ آپ کو بھولا ہوں یقین فرمائیے کہ کثرتِ کار سے بدحواس ہوں۔ اب بریلی سے علیگڈھ سٹی تبدیل ہو گیا ہوں۔ مدت سے ملاقات نہیں ہوئی، آپ بہت یاد آتے ہیں۔ بس یہ اطمینان ہے کہ آپ ایک دھندے میں مصروف ہیں بیکار نہیں ہیں۔ بچہ کہاں ہے۔ آپ کے ساتھ ہیں ہے یا نہیں؟ میرے عزیز [illegible] صاحب نے کوئی کتاب لکھی ہے۔ انشاء اللہ آپ کے پاس آئے گا آپ سے امید ہے کہ آپ کوئی تقریظ جو وہ چاہیں گے آپ لکھ دیں گے۔ عرصہ سے کوئی غزل نہیں سنی۔ تازہ افکار سے تازگی ہوتی ہے۔ خط علیگڈھ کے پتے سے بھیجئے گا۔

محمد سعید انسپکٹر پولیس

سحر البیان حضرت شوق قدوائی کے خطوط

جناب سید سند کاظم صاحب جاوید مرحوم کے نام

موتی مسجد۔ رام پور اسٹیٹ یو۔پی ۔ نومبر ۱۹۱۲ء

حضرت [illegible] صاحب کرم بندہ۔ سلام شوق!

آج پانچواں دن ہے منشی امانت رسول عشقی مجھ سے ملے تھے دوسرے دن آنے کا وعدہ کر گئے تھے مگر نہیں آئے۔ خدا جانے رام پور میں ہیں بھی یا گئے۔ انھوں نے آپ کی خیریت کہہ کے آپ کا سلام مجھے پہنچایا تھا۔ میں آپ کی اس یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

عشقی نے آپ کے ایک قطعہ بابت [illegible] ذکر کیا تھا جس میں مشتاق دیدہ کے الفاظ

ہیں یہ بھی کہا تھا کہ کسی نے "مشتاق دید" کی ترکیب پر شک ظاہر کیا ہے یعنی یہ کہ "مشتاق" کے معنی خود دیکھنے والے۔ یا نظارہ کرنے والے۔ یا دیدار کی خواہش کرنے والے کے ہیں پھر "دید" کے ساتھ ترکیب کیسی اُنکے خیال میں "مشتاق دید" کی ترکیب سے "دید" کا مفہوم معنوی مکرر ادا ہوا یہ شک بالکل غلط ہے۔ مطلع صحیح۔ ترکیب صحیح۔ مفہوم معنوی صحیح۔ "مشتاق" کے معنی کو "دید" کی آرزو بلکہ دیدار کے مفہوم سے کوئی خاص تعلق نہیں ہے۔

عربی کا بہت بڑا لغت اور بہت مستند لغت "لسان الغیب" ہے وہ لکھتا ہے کہ مشتاق اشتیاق کا مشتق ہے شاق بھی آیا ہے اور مشتقق بروزن منفعل بھی آیا ہے۔ اشتیاق کے معنی دلی توجہ کے ہیں اور مشتاق اسم فاعل ہے۔ اس کے معنی ہیں دل سے توجہ کرنے والا۔ صرف یہی ایک معنی لکھے ہیں۔ صُراح میں مشتاق کے معنی "آرزومند، خواہشمند اور متمنی کے ہیں "ابدا الاسالیب" مصر سے عربی کے خطوط کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے۔ اُس میں "مشتاق لروئیتکم" بہ کثرت موجود ہے۔ اسکے معنی وہی ہیں جو مشتاق دید کے ہیں۔ فارسی و اُردو میں بھی مشتاق کا استعمال آرزو مند ہی کے معنی میں ہے۔ جیسا عربی میں ہے۔ فارسی میں حضرت مشہدی کہتے ہیں ؎

زندگی تنگست بر جانے کہ مشتاق تن است
شاہد این مدعا از تیغ سر دزدیدن است

مشتاق تن کو دیدار سے کیا واسطہ۔ اُردو میں شیخ امان علی سحر کہتے ہیں ؎

اے سحر فرمائیے جو یاد ہو
کان ہیں مشتاق کچھ ارشاد ہو

کان کو دیدار سے کیا سروکار، مطلع لفظ لفظ سے صحیح ہے۔ کہیں شک کی گنجایش نہیں۔ نحوی اصول سے دو اسمار کلیتہً مضاف اور مضاف الیہ ہوتے ہین۔ لہذا اشتاق دید صحیح اور بالکل صحیح۔ اُمید ہے کہ مزاج مبارک خیریت سے ہو۔ مین تو پُرانا نیاز مند آپ کا ہون حاضر وغائب خیریت طلب اور کبھی کبھی یاد آوری کا متمنی ہون۔

مین بہت بیمار ہو گیا تھا بارہ تیرہ دن حالت خطرناک رہی۔ اسے کوئی بیس دن گزرے باوجود قصد کے بیماری نے لکھنؤ جانے سے روک لیا۔ اب بفضلہ بالکل اچھا ہون آخر دسمبر یا ابتدائے جنوری مین لکھنؤ کا ارادہ ہے۔

آپ کا خیر طلب

احمد علی شوق قدوائی

نواب شمشیر بہادر خاں راجیگڈھی کے نام

رام پور۔ ۲۹ جولائی ۱۹۱۲ء

کرم فرمائے بندہ ۔ سلام شوق!

آپ کا عنایت نامہ پہنچا۔ مین اچھا ہون۔ بھوپال سے چل کر دو دن مین آگرے مین ٹھہرا، دہلی کا بھی قصد تھا مگر برسات کے کیڑون نے گاڑی مین اتنا پریشان کیا کہ مین گھبرا گیا سفر کو مختصر کر کے رام پور چلا آیا۔ رام پور مین پہنچ کے یہ معلوم ہوا کہ مین بھوپال کی اندھیری کوٹھری سے نکل کے ایک روشن اور دلفریب مقام پر آگیا ہون اعزہ کا قرب بچون کی نمایش۔ اور میرے گرد علم ادب اور ہر قسم کے علمی مذاق کا انبار۔ اعلی بلکہ اعلیٰ تر محقق اور مدقق ہر وزیر سے ہم بزم ہم سخن اور ہم مذاق۔ یہ بے تکلفانہ صحبت کا

لطف ہے یمن ہر صورت سے آرام اور دلچسپی کے ساتھ ہون۔

مین افسوس کے ساتھ یہ عرض کرتا ہون کہ پچاس روپیہ ماہوار مین میری زندگی بسر ہو ہی نہین سکتی ہے۔ پردیس قبول کر کے پھر بھی تکلیف اور تنگدستی کی حالت مین عمر بسر کرون۔ آپ خود خیال فرمائیے کہ کیسی حیرت انگیز بات ہے۔ مین نے تو صرف آپ کی محبت اور کشش سے اجے گڈھ کی حاضری منظور کر لی تھی۔ ورنہ میرے اعزہ میری مفارقت اب چاہتے ہی نہین۔ مجھے نہ رام پور مین کوئی تکلیف ہو سکتی ہے نہ لکھنؤ مین۔ دونون گھر ہین۔ اور دونون گھرون مین خدا کی مہربانی سے کھانے کو کافی ہے۔ مین سچ عرض کرتا ہون کہ وہان ہی مین سرکار عالیہ کے ایک صاحبزادے نے کہلا بھیجا تھا کہ پنشن جو پاتے ہو اُسکے علاوہ پچاس روپیہ ماہوار مجھ سے لو۔ اور نہ جاؤ۔ مین نے عرض کرا بھیجا کہ سو سے ایک پائی کی کمی پر بھی نہین رہ سکتا۔ ترقی کی اُمید کا یہ حال کہ "تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود" آخر آج مین پچاس مین کس طرح گزر کر سکون گا۔ مین آپکی خدمت اور اپنے دوستون کی خدمتون مین تو اپنے کو مثل ایک ناچیز کے ضرور پیش کر سکتا ہون مگر یہ مین اپنے تئین اتنا نا قابل سمجھتا ہون نہ ایسا گمنام کہ گر کے اور ذلیل ہو کے ایک ریاست کو جاؤن اور وہان اپنی موجودہ حالت اور عزت کو بھی ملک کی نگاہون سے گرا کے عمر بسر کرون۔

آپ خیال فرمائیے کہ جو ریاست ترقی فرما کے سو کر سکتی ہے کیا وہ آج سو نہین دے سکتی آج پچاس دے کے پھر سو کرنے کا نتیجہ یہی ہو سکتا ہے کہ کچھ دنون تک بچتا رہے مگر یہ کونسی ایسی بڑی رقم ہے جس سے خزانہ معمور ہو جائے گا تو اب مین کیا سمجھون؟

اُمید ہے کہ آپ میری اس تحریر پر مجھے معاف فرمائین گے۔ مین نے سچا خیال عرض

کر دیا۔ اگر مین اپنی تحقیر اور تکلیف نہ سمجھتا تو آپ کی محبت اور یکجائی کا خیال کر کے ضرور قبول کر لیتا۔ ترقی معکوس جس کے معنی اپنے کو گھٹانا ہین مشکل ہے۔ قصے کی داد کا شکریہ بھول بھی مین آپ کا احسان کبھی نہ بھولون گا۔ کامیابی خدا کے اختیار مین ہے۔ مگر آپ کا احسان مجھ پر ہو چکا۔

آپ کا سچا خیر طلب

احمد علی شوق قدوائی۔

حضرت محشر لکھنوی کے نام

رام پور۔ ۲ اگست ۱۹۱۹ء

حضرت کرم فرمائے بندہ۔ سلام شوق۔

وہ معنی خیز باتین کیا ہین؟ مین نے تو ذرا بھی لگی لپٹی نہین رکھی۔ اپنے مذاق سخن کو صاف صاف ظاہر کر دیا۔ یہ بھی لکھدیا کہ جس کا جی چاہے مجھے بد مذاق سمجھ لے۔ مین شاکی نہ ہون گا۔ اگر مجھے خورشید محشر پسند ہوا اور میرے مذاق سے ملتا جلتا ہے۔ تو ہے۔ مین کسی پر جبر تو کرتا نہین کہ وہ بھی خورشید محشر کو میری ہی نظرون سے دیکھے۔ جو چاہے بُرا کہے بُرا لکھے مجھے کیا۔ مین نے آزادی سے ریویو لکھا ہے۔ میری نگاہ کے سامنے بعض غلطی آئی مین نے آخر مین لکھدیا کہ محشر صاحب سے بعض چوکین ضرور ہوئی ہین۔ وہ بھی انسان ہین۔ اگر اتنا نہ لکھتا تو کوئی ذی فہم دیکھتا تو یہ کہتا کہ شوق نہ سمجھا۔ اگر مین اُن غلطیون کو جو شاید دو تین سے زیادہ نہون مگر غلطی ہین کھل کے لکھتا تو وہ میری بدنفسی ہوتی۔ ابھی تو ہزارون مین دو ہی ایک واقفکار سمجھ سکتے ہین تب اطفال دبستان بھی سمجھ جاتے اور غل

بکتے مجھے بدنام کرنا منظور نہ تہا۔ صرف اپنا تحفظ بند بند سے کرلینا تہا۔ الفاظ یا محاورے کی بھول چوک پر مین نگاہ بھی نہین ڈالتا۔ یہ چھوٹا اور پست خیال ہے۔ جسے عیب بینی اور کم بینی کہنا چاہیے۔ ایسی خفیف چوکین سب سے ہوتی ہین اور سب اساتذہ سے ہوئین۔ البتہ فن اور علم کی غلطی ضرور مجھے ناگوار ہوتی ہے۔ مگر یہ بھی انسان سے ہو ہی جاتی ہے۔ طبع ثانی کے وقت درستی ہو جائے گی۔ اضطراب کی ضرورت نہین۔ مین نے دیوان نقش کے بعد نگین دیوان بھی دیکھا جس کا نام خورشید محشر ہے۔ مین اپنے رنگ پر پاکے سچ لکھنے کے سوا کوئی بدنفسی نہین کرسکتا تہا۔ مین نے تو آزادانہ تحریر سے اپنے اُستاد حضرت آسیر مرحوم کے زمانے کی سخن سرائی پر بھی حرف رکھ دیا۔ حال آنکہ مین اُنھین کا خاک پا ہون۔ مین نے خورشید محشر سے پہلے آپ کا کلام بہت ہی کم دیکھا تھا۔ مین نے سچ یہ لکھا ہے۔ مجھے گلدستون اور رسالون وغیرہ کے دیکھنے کی فرصت کہان۔ آخر خواہ مخواہ مین برائی کیون کرتا۔ مین تو دشمن کے ساتھ بھی برائی کرنے کو اخلاقی جرم سمجھتا ہون۔

بعض باتین پھر کبھی فرصت کے وقت لکھونگا۔ آیندہ اُنسے ضرور بچنا چاہیے جن باتون پر مین نے ریویو مین نقرہ لکھا ہے وہ بھی لکھدونگا۔

احمد علی شوق

قدوائی

رام پور۔ ۳۰ جنوری سنہ ۲۰ء

کرم فرمائے بندہ حضرت محشر صاحب۔ سلام شوق!

پوسٹ کارڈ آپ کا پہنچا۔ صحت کی خبر مجھے ملی۔ اطمینان ہوا۔ مجھے غزل کہنے کی فرصت کہان۔ مین ان دنون کچھ نہ کہتا ہون نہ کہہ سکتا ہون۔ بعض نظمون کی ترتیب جدید مین مصروف

ہون۔ غزل کے خیالی مضامین پر مائل ہوتا ہون تو دماغ دو چار روز کے لئے اصلی واقعات کے خیالات سے ہٹ جاتا ہے اور میرا بہت ہرج ہوتا ہے۔

باوجود تمام عذرات کے میرے بھائی آبر صاحب نے مجھے بہت مجبور کیا کہ حمید وغیرہ میرٹھ سے آرہے ہین۔ یہ کیونکر ممکن ہے کہ ہم آپ کو مشاعرے مین نہ لے جائین۔ اس کشاکش سے مجبور ہو کر مشاعرے سے پہلی رات کو مین نے چند شعر لکھے اور جا کے پڑھ دیے۔

یہان کا مشاعرہ ہی کیا۔ مذاق سلیم اب رام پور مین کم ہے۔ البتہ حمید و رنجور جو میرٹھ سے آئے تھے خوش مذاق تھے اور سچے جذبات کہتے تھے۔ اور فصیح اردو مین کہتے ہین۔ نہ الجھاؤ نہ تصنع۔

افسوس یہ رہا کہ ندرت ایک عزیز کی بیماری کے سبب رام پور کو نہ آسکے۔ وہ ان دونون سے اچھا کہتے ہین۔ مین سن چکا ہون۔ رنجور تو ندرت ہی کے شاگرد ہین۔ ایک اور گروہ میرٹھ مین ہے۔ یہ تروائی مرحوم کے خاندان کا۔ وہ اس گروہ سے الگ بلکہ رقیب ہے۔ وہ لوگ بھی خوب کہتے ہین۔ بات یہ ہے کہ یہ سب لوگ تغزل کو اس کے صحیح راستے پر لے جاتے ہین اور جو کچھ کہتے ہین ایک ایک لفظ سمجھ کے رکھتے ہین۔ مجھے تو یہ سمجھنا پڑا کہ مذاق تغزل ادھر ادھر سے کھنچ کے میرٹھ مین جا پہنچا ہے۔ چند اشعار جو مین نے اب کے پڑھ دیے تھے۔ آپ کے اصرار سے مجبور ہو کے بھیجے دیتا ہون۔ دوسرا ورق ملاحظہ ہو۔ مین انشاءاللہ کل رخصت کی درخواست دونگا۔ اور مقامات مین پھرتا ہوا لکھنؤ بھی آؤنگا۔ تاریخ ابھی نہین لکھ سکتا۔ لکھنؤ تک ذرا دیر مین پہنچونگا۔

فروری کا رسالہ مخزن لاہور جہان ملے۔ تلاش کر کے اسے دیکھئیے گا۔ ابھی بہت دن ہین۔ یہ وہی نذر ہے جس کا ذکر مین نے ایک پوسٹ کارڈ پر آپ کو لکھا تھا۔

اگر محشر صاحب مجبور نہ کرتے تو مین ایک شعر بھی نقل نہ کرتا۔ چاہے اور کوئی لکھ کے دیکھ لے واللہ صبح کو چائے پی کے بیٹھا ہون۔ اڑہائی بج گئے۔ خطون کے اشد ضروری جوابون سے فرصت نہین ملی ہے۔ ڈھیر سے خطوط تھے۔ ایسی حالت مین شاعری کیسی۔

احمد علی شوق۔ قدوائی

نہ پائی اُس نے اسیر بھی صفائی حسن جانان کی
چھنی گو چار چھینٹوں مین چمک مہر درخشان کی

کرون فریاد یارب مین جو آنکھین بند کر لے وہ
کہ جادو ڈالتی ہین مجھ پہ نظرین چشم فتان کی

کیا ہے بے نشان اعزاز کے پردے مین ظالم نے
تبرک کر کے مٹی بانٹ دی گنج شہیدان کی

وہ یا گھر مین نہین ہے۔ یا گیا [illegible] اُس کا
مروت سے بھری ہین آج آنکھین اُسکے دربان کی

لہو ٹپکا ہوا تجکو ملے گا جابجا قاصد
بڑی پہچان ہے اے نامہ بر یہ کوے جانان کی

پسند آئے مجھے زخم اپنے جب ٹانکے لگے نہین
ادا آئی نظر تیرے تبسمہاے پنہان کی

رہائی قید سے اے شوق کیسی طنز تو سُن لو
وہ کہتا ہے کہ کُنجی کھو گئی ہے قفل زندان کی

رام پور ۔ ۱۵ ۔ اکتوبر ۲۶ء

جناب مرزا صاحب [illegible] کرم فرمائے بندہ۔ سلام شوق! پوسٹ کارڈ پہنچا۔ شکریہ۔ آپکی خیریت پاکے دل خوش ہوا۔ مین اچھا ہون حضرت ابر اچھے ہین۔ مین گزشتہ بیماری کے ضعف سے ابتک [illegible] ہون۔ زرد ہو رہا ہون۔ مین کیا اور میری غزلین کیا۔ آپکی محبت آپ [illegible] کرنے پر مجبور کرتی ہے۔ مجھے کوئی سخن گوئی کا دعوی تو ہے نہین البتہ ایک عادت پڑ گئی ہے۔ جیسے اڑگڑے کا گھوڑا بے چلے نہین مانتا۔ اسیطرح شعر کہنے کا خوگر دل بے شعر کہے نہین مانتا بس اتنی بات ہے۔ خیر طلب
شوق

رام پور۔ ۲۰ جون ۱۹۲۲ء

حضرت کرم فرمائے بندہ۔ سلام شوق۔ پوسٹ کارڈ [illegible] میں اور حضرت ابر خیریت سے ہیں۔

ایک صاحب لکھنؤ میں ہیں محشر صاحب جب [illegible] سے باہر نکلتے ہیں تو ایک چھکڑا جھوٹ کا لدا ہوا ساتھ ہوتا ہے۔ یہاں [illegible] سے جھوٹ کو خرچ کیا جب پلٹ کے گھر پہنچے۔ تو آیندہ کے [illegible] جھوٹ سے بھر کے پھر چھکڑے کو کھڑا کر دیا۔

کیوں صاحب کہیں وہ آپ ہی تو نہیں ہیں۔ وعدہ خلافی کی آپ نے حد کر دی۔ یہاں بہ نسبت لکھنؤ کے گرمی کم ہے۔ بھاگ آئیے۔ اگر تکلیف محسوس ہوگی تو بجلی کے پنکھے اتنے آپ کے پاس لگا دیے جائینگے کہ آپ [illegible] ان کے ذریعے سے ہوا پر اڑ کے سیر کر سکیں۔

حضرت ابر سلام کہتے ہیں اور آپ کے [illegible] کی تعریف کرتے ہیں ہم نے تو کہدیا کہ محشر صاحب نے مہینہ اور تاریخ لکھی تھی مگر سنہ نہیں لکھا تھا شاید کوئی آیندہ اور آیندہ سے بھی آیندہ سنہ مقصود ہو۔

پانی نہیں برستا خدا سے رحم کی آرزو آپ کو ہے۔ اگر یہاں آئیے وعدے کے سچے رہتے ہوں۔ جیسے ایک صاحب ہیں۔ (آپ نہیں ہیں [illegible]) وہاں رحمت کی حاجت ضرور ہے۔

احمد علی۔ شوق قدوائی

رام پور۔ ۲۸ جون ۱۹۴۳ء

کرم فرمائے بندہ حضرت محشر صاحب!

سلام شوق۔ جاڑا گیا۔ گرمی ختم ہو گئی۔ برسات آگئی مگر باوجود ہزاروں وعدوں کے محشر صاحب نہ آئے ؎

ہزار عذر بہ یک خلف وعدہ داری و آہ

چہ خاک پا بہ سر انتظار می ریزد

جب وعدے برابر غلط اترتے ہیں تو بیماری کی اطلاع کو میں کیوں صحیح سمجھوں۔ یہ بھی ایک فیشن ہے اور ضرورت بھی ہے کہ بیمار سمجھ کے لوگ ترس کھائیں۔ اور سفر کے واسطے نہ کہیں۔ آپ مطمئن رہیئے۔ اگر بیمار نہ بنتے۔ یا بیماری سے کمزور نہ بنتے تب بھی آجکل کے گرم موسم میں کوئی آپ کو سفر کا راستہ نہ بتاتا۔

پروفیسر احمد حسین شاداں مدت سے اپنے وطن بلگرام میں ہیں۔ مدرسہ رام پور میں بعد امتحان طویل تعطیل تھی۔ امید ہے کہ جولائی کے ابتدائی ہفتہ میں رام پور کو آئیں گے۔ یہاں آنے سے پیشتر وہ لکھنؤ کو ضرور جائیں گے۔ ممکن ہے کہ آپ کو بھی کہیں مل جائیں۔

میں لاہور کی سلسلہ جنبانی سے تو واقف ہوں۔ مگر طے ہو جانے کی خبر ابھی مجھے نہیں ہے اگر شاداں صاحب یہاں ہوتے تو حال معلوم ہوتا۔ ہاں صاحب، "العالم متغیر" کا مسئلہ میں سمجھے ہوئے ہوں۔ اور اب یہ دیکھ رہا ہوں کہ لکھنؤ میں تغیر کی صورت ہے۔ لوگ جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں۔ شاید آپ ان لوگوں میں نہ ہوں۔ اور ہوں تو کیا عجب ہے۔

احمد علی شوق

قدوائی

سیّد اولاد حسین صاحب شاداں بلگرامی کا خط جناب محشر لکھنوی کے نام

۱۲۔جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

شاداں نواز تسلیم۔عنایت نامہ نے صادر ہو کر عزت بخشی۔لفظ "قراۃ" کو اہل لغت بروزن فعولن لکھتے ہیں۔مگر نظم میں اس کی کئی صورتیں پائی جاتی ہیں۔

کفایۃ القاری مصنفہ سیف الدین در فن قرأت میں حسب ذیل یہ الفاظ آئے ہیں۔یہ بزرگ ہندی نہیں ہیں ؎

پس بہ ہر حرف پاک از قرآں   صد نکوئی رسد بہ قاری آں
در نشستہ بود رسد پنجاہ   ثُلُیدا ثم قرات للّٰہ

اس شعر میں بروزن فعول ہی یہی دوسری جگہ کہتے ہیں ؎

ہر کسے کیں رسالہ برخواند
پس قرارت صحیح تر خواند

یہاں بروزن فعولن ہی۔ذیل کے شعر میں اس کی جمع قرآات بھی نظم کی ہے ؎

پس قرآات سبعہ مذکور
ہست اندر دیار شان مشہور

مرتع الغزلان فی رسم القرآن مصنفہ محمد حیدر ہندی ؎

یا موافق بود بہ قرارۃ ما
یا بود اندر و الف برجا

انھوں نے بروزن فعلن نظم کیا ہے۔اُردو میں بھی بروزن فعلن بہت نظم ہے اور طرہ یہ ہی

کہ بترکیب فارسی ہے۔

(قصیدۂ ذوق دہلوی)

کبھی ہوں مفسرِ قرآں ہوں بعلم تفسیر
کبھی میں قاری قرآں ہوں بعلم قراءۃ

قصیدۂ جناب احمد خان ہوش بریلوی شاگرد جناب امیر مرحوم لکھنوی

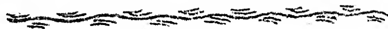
کبھی [illegible] نورِ رحمت
مثلِ قاری کبھی کشاف نکات قرارت

اور [illegible] یوں کہتے ہیں ؎

وہ ہوں میں بلبلِ خوش لہجہ گلزارِ امامت کا
کہ رنگ آتا ہے نغمے میں مرے قرآں کی قرارت کا

ان اشعار سے ظاہر ہے کہ قراءۃ بروزن فعولن بھی ہے لہذا صاحب غیاث کا بروزن حکمت لکھنا بجا نہیں معلوم ہوتا۔ اگر فرصت ہو تو جواب کی رسید سے مطلع فرمائیے گا اور یہ بھی لکھئے گا کہ اس لفظ کی تحقیق کی کیا ضرورت آپڑی۔ ایام بکام والسلام

ہیچمدان
شاداں بلگرامی







مولانا شبلی مرحوم کا خط قاضی محمد خلیل صاحب ایس اعظم بریلی کے نام

کرمی۔

والانامہ پہنچا۔ آپ کے جوش اسلامی کا معترف ہوں لیکن ترجمانی سے کہاں کام چل سکتا ہے۔ اپنا دل اور زبان دوسرے کو کیونکر دیدوں۔

اور ندوہ کی یہ حالت ہے کہ غریبوں نے راس المال بھی خرچ کیا۔ اب بالکل صفائی ہے سب سے بڑا کام سرمایہ کا محفوظ رکھنا۔ روپیہ کا جمع کرنا۔

شملے کے لوگوں نے بلایا تھا میں گیا اور بقدر حیثیت وہاں سے کامیاب آیا، تمام ہندوستان کا دورہ کرنا ہے جابجا خطوط بھیجے ہیں۔ ندوہ اسی لیے ہے کہ ضرورت کے موافق مولوی پیدا ہوں۔ لیکن ندوہ مدت سے بے والی وارث رہا۔ میں نے آکر انگریزی کے صیغہ پر خاص توجہ کی اب وہ ابتداء سے لازمی کر دی گئی فراغ تحصیل کے بعد اور پڑھنے پر طلبا اس قابل ہوں گے کہ انگریزی میں وعظ کہہ سکیں۔

آپ الندوہ کے خریدار ہیں یا نہیں وہ بہ حیثیت سے خریدنے کے قابل ہے۔ پُرزور اور اعلیٰ رسالہ ہے۔ ندوہ کے حالات بھی ہوتے ہیں قیمت کل عا سالانہ ہے۔ ضامن سے فرمائیے کہ دیکھو کی اجازت دیں۔ اور آپ خود دیکھیں۔

میری آخر تصنیفات علم الکلام و الکلام شائع ہو گئی ہیں۔ سوانح عمری مولانا روم مدت سے مطبع میں گئی ہے۔ والسلام

۲۹۔ اگست ۱۹۰۵ء

شبلی

منظوم خطوط

بابو کنج بہاری لعل صاحب شفیق بجنوری کا خط جناب مجاور حسین صاحب تمنا لکھنوی جانشین حضرت جاوید لکھنوی کے نام

(مورخہ ۱۰ مئی سنہ ۱۹۲۱ء)

کہا یہ مجھ سے مرے اک شفیق نے آکر — کہ آیا ہے مرے پاس آج خادم اک اخبار
یہ کہہ کے ایک نمونہ بھی پھر انھوں نے دیا — کمال شوق سے میں نے اُسے پڑھا اک بار
پڑھا جو میں نے تو مجھکو عجیب لطف آیا — وہ نظم و نثر تھی لعل و گہر ہوں جیسے نثار
ہوا جو اُسکی عبارت سے ذوق شوق فزوں — کہا یہ دل نے کہ تو بھی بن اس کا نامہ نگار
مگر یہ فکر ہوئی کس طرح کروں تحریک — کہ میرا شوق اڈیٹر پہ اُسکے ہو اظہار
بڑھی جو فکر تو دل نے مجھے صلاح یہ دی — کہ پہلے خط کے ذریعے سے کر لے استفسار
لہذا عرض یہ ہے خدمت مبارک میں — کہ درج کیجیے خادم میں یہ مرے اشعار
اور اسکے بعد بھی بھیجونگا میں کلام اپنا — رہا کریگا یہی شغل اب سے لیل و نہار
الہٰی آپکا اخبار اتنا ہو مقبول — پچاس لاکھ اشاعت ہو اسکی ہفتہ وار

یہ آرزو ہے شفیق مجھکو آپ تمنا کی
کہ مانگتا ہوں ملاقات کی دعا ہر بار

جواب تمنا

جناب کی میں عنایت کا دل سے ہوں ممنون — کہ مجھ سے ہیچمداں کو دیا یہ عزّ و وقار

کلام اپنا عنایت کیا وہ بارونق — کہ جس سے بڑھ گئی کچھ اور زینتِ اخبار
ضرور آپکی نظمین چھپا کرینگی یہان — جو بھیجئے گا کبھی تو ہوگا بصد اصرار
مگر جو آپنے آخر مین یہ کیا ہے رقم — کہ مجھ سے غنچہ کی حسرت ہے مجکو لیل و نہار
جناب اسکا تو قائل مین صرف اتنا ہون — کہ آپ مجکو سمجھتے ہین اک غریب دیار
یہی سبب تھا میرے دل بڑھانے کا — وگرنہ اور تو خوبی کوئی نہین زنہار
لہٰذا آپکے ملنے کا تو مجھے بھی ہے شوق — مگر نہ کوئی صفت رکھتا ہون غرور و وقار

مولینا محمد عبدالحلیم شرر مرحوم کے خطوط حضرت وصل بلگرامی کے نام

دفتر دلگداز گٹرہ بزن بیگ خان
لکھنؤ — ۲۹ نومبر سنہ ۱۹۰۲ء

مکرمی تسلیم

آج ہی مین نے دعوت شادی کے کارڈ مولانا اور دیگر احباب گورکھپور کی خدمت مین روانہ کئے ہین یقین ہے کہ پہنچے ہون گے اور جناب مولانا اپنے وعدے کے مطابق مجھے شرف قدوم سے سرفراز فرمائین گے اور آپ بھی ان کے ہمراہ ہون گے۔ میری تمنا تو یہ تھی کہ جناب مولانا میرے ہی مہمان ہون مگر انکو اس مین تامل ہے۔ تو مین زیادہ اصرار نہین کرسکتا۔ اس لئے کہ ممکن ہے ممدوح کو میرے یہان تکلیف ہو۔

آپ سے اپنا التماس ہے کہ دلگداز کا دو سال کا انعام جس کی مقدار چار سو روپیہ ہے مولانا سے عرض کرکے بھجوا دیجئے۔ اس موقع پر مجھے یہ رقم بہت کچھ سبکدوش کرسکے گی۔ میرا

خیال ہے کہ اس موقع پر مین شائد اس سے زیادہ اعانت و دستگیری کا مستحق ہون گا۔
لیکن ان امور مین مولانا کو اختیار ہے۔ والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر ایڈیٹر دلگداز

دفتر دلگداز کٹرہ بزن بیگ خان لکھنؤ

(۸ ذیقعدہ ۱۳۲۴ھ)

مکرمی تسلیم۔

آم پہنچے۔ خدا آپ کا اور مولانا ندظلہ و عم فیوضہ کا منہ ہمیشہ ایسا ہی میٹھا رکھے جیسا کہ میرا منہ
میٹھا کیا ہے۔ ع

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

جس ناول کا آپ سے وعدہ کیا ہے اب اِس کو ایک ماہ بعد شروع کرونگا۔ آجکل دلگداز کے
پرچوں کے نکالنے مین مصروف ہون۔ صدیق کے سپرد کر دیا تھا بلکہ انھین کو مالک کر دیا تھا۔
وہ چلے گئے اور اب پھر اس کا بار مجھے اٹھانا پڑا۔ چار پرچے تیار کر چکا ہون۔ دو اور تیار
ہو جائین تو آپ کا کام کرون۔

جناب مولانا کے پنشن کا حال سنکر سخت تردد ہوا۔ خدا اُن کو زندہ سلامت رکھے۔
ملک و ملت دونون کی بہت سی امیدین انکی ذات سے وابستہ ہین۔

میرا ایک کام بھی مولانائے ممدوح کی خدمت مین عرض کر کے پورا کرا دیجیے تو بڑی
عنایت ہو۔ مولانا نے دوسو روپیہ سالانہ "مورخ" کے مقرر فرما دیے تھے جو معلوم نہین کب تک
صدیق کو دیے گئے۔ مورخ بند ہو گیا اور نہ اُس کے نکلنے کی اب اُمید ہے۔ لہذا میری طرف سے

خدمت مین عرض فرمائیے کردہ مُرَبّی گرمی جو "مورخ" کے حال پر مبذول تھی اگر دلگداز کی جانب منتقل ہو جائے تو بڑی عنایت و مرحمت اور ادب اردو اور اسلامی لٹریچر کی سچی خدمت ہو اگر یہ درخواست منظور ہو تو اس سال کے دو سو روپیہ وصول فرما کے بھجوا دیجئے۔ بڑی نوازش ہو گی۔ چونکہ اکٹھا بہت سے پرچے نکالتا ہون اس لئے یہ مرحمت وقت پر ہو گی۔ اس لئے کہ مین اب اس قابل نہین ہون کہ بغیر قرض لئے اس کام کو پورا کر سکون۔ والسلام

خاکسار

محمد عبدالحلیم شرر اڈیٹر دلگداز

دفتر دلگداز کٹرہ برن بیگ خان

لکھنؤ

۱۸ صفر ۱۳۳۲ھ

بندہ نواز تسلیم۔

انتا سمیع نے لکھا ہے ۔ پاس پڑوس والون نے کہا ہے آپ کے اور مولوی صاحب قبلہ کے جان و مال کو مزہ لیتے وقت روئین روئین سے دعا نکلی فیصلہ ہوا۔ رسید کیسی اور جواب کس بات کا۔ جویائے حق کے صفحات کے لئے سراج کو لکھئے۔ مین بھی کہے دیتا ہون۔

آپکا کام کرنے پر ہر وقت تیار رہتا ہون۔ ناول تیار کرنا ہے جسمین مشغول ہون۔ پھر درمیان مین کئی کئی بار ایسا بیمار ہوا کہ بالکل معذور ہو گیا اور کام کرنے کے قابل نہ رہا۔

ربیع الثانی کی کسی تاریخ مین بندہ زادی کا عقد ہے۔ آپکو اور مولانا کو ضرور تکلیف کرنا ہو گی اُن سے ابھی سے کہہ رکھئے۔ وقت پر کوئی عذر نہ سُنا جائے گا۔ فقط

خاکسار محمد عبدالحلیم شرر

لکھنؤ ۲۲-ربیع الاول سنہ [illegible]ھ

مکرمی و محترمی تسلیم-

گرامی نامہ آیا میں آپ کا اور مولانائے محترم کا نہایت ہی شکر گزار و رہین منت ہون کہ تقریب عقد بندہ زادی میں زحمت فرماتے اور قدم رنجہ فرماتے-

آپ سے مین نادم ہون اور بہت نادم- لیکن آپ میرے ساتھ پندرہ بیس روز رہتے تو معلوم ہوتا کہ میں کسقدر ہجوم افکار اور مختلف ذمہ داریون کے ادا کرنے اور صدہا فرایض و احکام احباب سے سبکدوشی حاصل کرنے کے لئے ہر گھڑی اپنی جان چھڑا تا رہتا ہون- ایک فکر ختم نہین ہوتی کہ دوسری شروع ہو جاتی ہے-

اب اس تقریب سے فارغ ہونے کے بعد مین انشاء اللہ آپ کا ہون گا- بشرطیکہ آپ دو چار بار خود آنے کی زحمت کرین اور ایک بار تین چار روز میرے گھر رہین بغیر اس کے میری شرمندگی دور نہ ہو سکیگی-

آپ نے انناس کھلائے اور مولانا کی عنایت سے بڑی بڑی نعمتین پائین مگر مجھے لکھنے اور مصروفیتون مین جتنا فرحت ملتا ہے کسی چیز سے نہین ملتا- یہی تمباکو مجھ سے لٹریری کام لیا کرتی ہے- لہذا کبھی کبھی چار پانچ سیر پینے کا تمباکو وہان کا بہترین مرحمت ہوا کرے تو اس سے زیادہ اچھی نعمت و مرحمت میرے لئے کوئی نہین ہو سکتی-

خاکسار

محمد عبد الحلیم شرر

جناب سید محمد نوح صاحب شہیر مچھلی شہری کے خطوط مولف کے نام

۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء مچھلی شہر جونپور۔

شکریہ کیون نہ ادا دل سے کرون مین صفدر

بعد مدت جو شہیر آج تمھین یاد آیا

پیارے صفدر!

کارڈ کے پہنچنے پر بجائے اسکے کہ خوشی ہوتی مجھے روحی صدمہ اور دلی رنج اسوجہ سے ہوا کہ آپ نے اپنی بے دست و پائی کا حال لکھ کر میرا دل دکھایا۔ ہے ہے یہ کیا ہوا لِلّٰہ تفصیل لکھیے کہ یہ کیا مضمون ہی۔ خدا آپ کو صحت دے اور لاحقہ عارضہ اگر علاج پذیر ہو تو صحت بخشے۔ اس عرفی مدت مین مجھپر بہت اثر حوادث ہوا۔ مرگ اعزا کے علاوہ خود میری ذاتی صحت نہایت خراب ہوتی جا رہی ہے۔ علاوہ اور مصائب جو پہلے گرنے مین سخت بیماری مین مبتلا ہو کر فی ازالموت ہوتے ہوتے بچگیا۔ دل و دماغ بیکار ہین۔ ستر برس کی عمر ہوئی انحطاط قویٰ نے زندہ درگور بنا رکھا ہے ضعف پیرانہ سالی بڑھتا جارہا ہے، پہلے بنچ مین آنریری مجسٹریٹی کا کام کم تہا۔ اب تین برس سے اسپشل مجسٹریٹ درجۂ دوم ہونے سے تنہا اجلاس مین کام بہت زیادہ کرنا پڑتا ہے۔ پولیس کے چالانی مقدمات کثرت سے آتے ہین۔ اور مجھ مین کام کرنے کی سکت نہین ہے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے۔

شعر و شاعری سے دل ہٹ گیا آج کل کے مذاق و تخیل جدید نے اور طبیعت کو نافر کر دیا ہے، اصول فن سے آگاہی نہین۔ لاف انا و لاغیری کا دعویٰ مزید بر آن۔

صرف شوکت وجبروت الفاظ سے کام رہ گیا ہے، انوکھی ترکیبین بے معنی اضافت و عطف سے واسطہ ہے۔ مجھے ادہر تو فرصت ذرا بھی نہین ہے۔ دل ودماغ قابو مین نہین ضعف کہن سنی تو تھا ہی، آئے دن کی بیماری نے اور بھی مجبور ومعذور کر رکھا ہے لیکن مین آپ کی تعمیل خاص کے لئے کوشش کرون گا۔ ۳۰ جنوری تک تو اور مشاغل سے نجات نہ ہوگی۔ اوایل فروری مین انشاء اللہ کچھ لکھ سکون گا۔ غزل گوئی تو عرصہ سے کم ہوگئی ہے۔ ہر سال یکم رجب کو صحبت مقاصدہ کے لئے ایک قصیدہ بہ تقریب مولود ولادت حضرت امام ابو جعفر محمدؑ باقر کہنا پڑتا ہے۔ آٹھ دن صرف باقی ہین اُس مین فکر لازمی ہے بعدہٗ دوسری فکر ہو سکتی ہے۔ اپنا حال مفصل تحریر فرمائیے۔

آپ کا دعا گو نیاز مند

حقیر شہیر

۱۴۔ فروری ۱۹۲۵ء۔ دلگیر شہیر مچھلی شہر

جونپور

مربی ودر کرم گستر حضرت صفدر احفظہ ربہ الاکبر۔

عنایت نامہ مورخہ ۱۲ جنوری کا جواب آج بعد واپسی از سفر لکھتا ہون۔ آج پورا خط لفظ بلفظ پڑھا۔ آپ کے انگوٹھے پر عمل جراحی کیا گیا۔ انگوٹھا اور دواہنا انگوٹھا۔ قطع کیا گیا۔ افسوس کیا و اقعہ روحی صدمہ ہوا۔ جسکے لکھنے سے قلم قاصر ہے جس کے نہ رہنے سے حرف آدھے کٹے رہ جاتے ہین جس کی بابت آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ ہنسئے گا نہین۔ بھائی تم ہنسنے کو کہتے ہو مجھے رنج سے بخدا رونا آتا ہے۔ افسوس صد افسوس آپ پر یہ شدائد گزرے کہ ہاتھ پاؤن دونون اصلی حالت پر نہ رہے۔ پھر بھی لایق صد آفرین

آپ کی ہمت بلند و خدمت ادب اُردو ہے کہ لکھنے سے ایک حد تک معذوری ہے۔ پھر بھی ادبی لٹریری خدمات کی سرانجام دہی کی فکر ہے۔ میری نسبت جو الفاظ شکر گزاری و منت پذیری آپ نے تحریر کئے ہیں اُنہیں پڑھ کر مجھے ندامت ہوئی کہ بلاوجہ آپ اسقدر اظہار امتنان فرماتے ہیں آپ اسے یقینی باور کیجئے کہ میں آپ کو مثل اپنے عزیز بھائی کے سمجھتا ہوں اور آپ کا سکہ کمال میرے دل پر بیٹھا ہوا ہے۔ عمرت دراز باد۔ خدا کرے لخت جگر قمر اب بالکل صحیح ہو گیا ہو۔ میری طرف سے اُسے پیار کیجئے۔ حضرت عارف کے پرچے انشاء اللہ عنقریب پہنچینگے۔

حقیر شہیر

بھائی صفدر!

اس وقت کہ میں پرچے جناب عارف کے یہاں بذریعہ اپنے ایک عزیز کے بھیج رہا تھا آپ کا کارڈ بجواب میرے نیازنامہ کے موصول ہوا۔ پندرہ پرچے آپ کے حصہ کے ہیں جنھیں عارف صاحب آپ کے پاس بھجوا دینگے۔ سنہ ۱۹ء میں جو پرچے آپ یہاں کھا گئے ہیں ایسے تو شائد یہ نہ ہوں گے۔ پھر بھی اچھے سے اچھے جو مل سکتے ہیں وہ حاضر کرتا ہوں۔

آپ کا اخلاق و محبت سے مجھے مشاعرے میں بلانا باعث عزت افزائی ہوا۔ افسوس کہ اب بیرانہ سری و ضعف قویٰ سے ناقابل سفر خصوصاً اس زمانہ میں کہ مریض ہوں اور نقل و حرکت سے بھی معذور رہوں۔ میری شاعری کی نسبت جو الفاظ آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ آپ کے ذاتی محاسن کے جوہر ہیں۔

غزل گوئی تو عرصہ سے ترک ہے۔ خرابی صحت سے دماغ کام نہیں دیتا، وعدہ حتمی

نہین کرتا مگر کسیدن بشرط فرصت کچھ فکر آپ کی مرسلہ طرح مین کرونگا اور ۱۴ فروری ماہ حال تک کسی روز پانچ سات شعر کی غزل بھیجدونگا - یہ تو آپ جانتے ہین کہ مین پابند قیود بہ حضرت اُستادی اعلی اللہ مقامہ ہون اور بوڑھا قدیم مذاق رکھتا ہون - جو رنگ اب کی شاعری کا ہے اُس سے کورا ہون - پُرانی تخیل جواب مسترد و مردود ہے - وہی میرے لئے مایۂ ناز ہے

دلگیر شہیر

۸ - فروری ۱۹۲۵ء

مولوی سید علی محمد صاحب شاد عظیم آبادی کا خط حضرت محشر لکھنوی کے نام

عظیم آباد پٹنہ - ۲۷ - فروری ۱۹۲۴ء

مصدر لطف عمیم مخلص نواز قدیم دام عنایاتکم

تسلیم بصد شوق و نیاز - مین الحمد للہ اتفاق قضا و قدر سے اب تک زندہ ہون اور آپکا دعاگو - پیری و امراض نے بدتر از مردہ کر رکھا ہے چند عرصہ سے احباب کا اصرار ہے کہ تو اپنے دیوان کو چھپوا دے - ہرچند زمانے پر اور خود اپنے ناچیز کلام پر نظر کر کے مین ٹالے جاتا تھا مگر اب چارہ نہین ہے - دوسری ایک حجیم کتاب نئے انداز کی ۲۵ جز سے زیادہ جمع کی جس کو مین حاصل عمر جانتا ہون دو حصے اس کے ہین پہلے حصے مین زبان اُردو اور اُسکے متعلقات جو ابھی تک اچھوتے ہین فصاحت و بلاغت کی بحث کے ساتھ جہان جہان عربی علوم فصاحت و بلاغت و معنی بیان و صنائع مین اُردو سے مخالفت ہوئی ہے - اُن کا صراحت سے بیان غرض یہ حصہ بیحد دلچسپ ہے - دوسرے حصے مین ایک طویل مقدمہ ضروری کے بعد چھ مرثیہ گویان مشہور یعنی دلگیر و ضمیر و فصیح و خلیق و دبیر

وانیس کی پوری سوانح عمری جس سے حال کی تصانیف خالی ہین - ان بزرگون کے
تذکرے کے ضمن مین میر عشق میر انس و میر مونس و میر نفیس وغیرہ کے حالات
وغیرہ اور کلام پر ریویو و موازنہ کیا گیا ہے - کتاب ضخیم ہے - علی الخصوص اہل علم کا بیحد
اصرار ہے کہ اس کو نہ چھپوانا ظلم ہے پریس تو یہان بھی موجود ہے مگر کاتب اچھے
نہین ہین - دوسرے غلط نویس ہین - مین کمال خلوص کے ساتھ آپکو تکلیف دیتا
ہون کہ اگر آپ کے ذریعہ سے یہ مرحلہ طے ہو جائے یعنی وہان کا بیان لکھ لکھ کر علی التسلسل
آیا کرین اور آپ مجھ پیر فانی پر نظر عنایت فرما کر قبول کرین تو پھر مین اس خصوص مین
زحمت دون - یہان ڈھائی روپیہ جزو انیس سطرون کے سطر سے کاتب لکھا کرتے ہین
کیا آپ کی توجہ سے تین روپیہ جزو انیس سطرون کے صفحہ کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے -
اگر ایسا ہو تو مین آپکی عنایت سمجھونگا -

میری حالت اب یہ ہو گئی ہے کہ میرے احباب مین سے ایک بھی باقی نہ رہا
جیسے آئینہ خانے مین کتا ہو وہی حالت میری دنیا مین ہو گئی ہے - آپ کو خط لکھنے
کے لئے جو قلم اٹھایا تو اگلی باتون کو یاد کر کے تھوڑی دیر رو لیا - الحمد للہ

لکھنؤ مین یون تو اور بھی عنایت فرما ہین مگر آپ کے ساتھ جو خصوصیت ہے خود
آپ پر روشن ہے - میری تکلیف دہی معاف فرما کر جواب سے ضرور سرفراز فرمایئے گا -

نیاز کیش قدیم خاکسار

سید علی محمد شاد

مولینا مولوی محمد احمد صاحب صیر مینائی خلف اکبر حضرت امیر مینائی استاد اعلیحضرت والئ رامپور خلد اللہ ملکہ کے خطوط مؤلف کے نام

مکرم محترم!

سلام مسنون قبول فرمائیے۔

آپ نے مجھے جتنا اجنبیانہ خط لکھا ہے اُس کی مجھے سکایت ہے۔ مین اس سے زیادہ خصوصیت کا آپ سے مترصد ہون جتنی اس کارڈ مین ہے ۱۸۹۸ء مین جو آگ لگی تھی اُس نے کتاب یادداشت تو کوئی چھوڑی نہین۔ کہان سے لاؤن وہ جواہر جو اُن کاغذون پر بکھرے ہوئے تھے۔

ہان میرے سینہ مین کچھ ذخیرہ ہے مگر اس زمانہ مین بیحد عدیم الفرصت ہون اگر تکلیف نہو تو ستمبر کے آٹھ سات دن گزرنے پر چار دن کے لئے میرے پاس تشریف لائیے مین آپ سے ملنے کا بھی مشتاق ہون۔ اور خدا جانے کیا کیا کہون گا کیا کیا سنونگا۔

خاکسار

محمد احمد مینائی۔ رام پور ۷ اگست ۱۹۱۷ء

شفیق کرم گستر۔ سلام و دعا۔

ایک نوازش نامہ پہنچا۔ غزل اُس مین ملفوف ہے۔ مین نے غزل دیکھی۔ اچھے اچھے شعر ہین۔ بارک اللہ۔

گر خط ایک معما ہے کہ میرا فہم اُس کے سمجھنے سے قاصر رہا۔ مین نے آپکو اس امر کے قابل نہین سمجھا۔ کیا بات ہے؟ بس مفصل اطلاع دیجیے۔

کیا بھائی عابد سہسوانی لکھنؤ مین ہین اور کیا کرتے ہین۔ کتاب طبع ہو لے تو مجھے بھیجیے۔ مین انشاء اللہ کوشش کرونگا۔ آپ لکھنؤ مین کیا کرتے ہین۔

محمد احمد مینائی

۱۹ ستمبر ۱۹۱۷ء

حضرتِ طاہر فرخ آبادی کے خطوط حضرت وصل بلگرامی کے نام

قدر افزائی ہمچیرز جناب سید مقبول حسین صاحب دام الطافہ

السلام علیکم!

قطعہ تاریخ دیوان جناب حسرت آپ کی خاطر سے ایسی پریشانی مین موزون کیا ہے کہ جس کا بیان نہین ہو سکتا۔ گھر بھر طبیعت اچھی ہوگئی تھی مگر گیا ہوا بخار پھر لوٹ آیا اور وہی شدت ہے۔ برخوردار اقتدار علی مدعمرہ کو اگرچہ فضل الٰہی سے تپ نہین ہے مگر ضعف ایسا ہو کہ جس کی حد نہین ہے اور سر کی شکایت ہے کہ قابو مین نہین ہے اور لڑکے کے گھر مین بھی بیمار ہین۔ گھر گیا ہے ہسپتال ہے۔ اس وقت ایک خط کانپور سے ایسا موحش آیا ہے کہ ہوش اُڑ گئے ہین۔ آپ بھی میرے حق مین دعا کیجیے۔ زیادہ کیا لکھون آپ کے استفسار کا بھی جواب عرض کر دون۔

اولاً مین شاگرد جناب منشی امداد حسین صاحب صغیر فرخ آبادی کا ہوا اور ممدوح شاگرد حضرت حجر لکھنوی مغفور کے تھے اور خاص شاگردون مین تھے۔ خدا نے صاحب ثروت

گیا تھا اکثر لکھنؤ تشریف لیجاتے تھے۔ اور حضرت اُستاد کی خدمت کرتے تھے۔ اصلاح خطوط کے ذریعہ سے بھی ہوا کرتی تھی۔ مین نے بھی چند غزلین حضرت تحر مغفور کی خدمت مین بھیجی ہین۔ میرے حال پر بھی نظر عاطفت تھی۔ بہر حال مین نے ہر دو حضرات عالی صفات کی خدمت مین استفادہ حاصل کیا۔ اگر قطعہ پسند آئے تو ایک کارڈ خوشنودی مزاج کا بھیجد یجئے گا۔

رقیمہ نیاز

طاہر۔ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۴ء

قدر افزائے بندہ جناب کمالات انتساب منشی سید مقبول حسین صاحب وصل قادری رزاقی دام الطافکم تسلیم!

عنایت نامہ تحایف نادرہ یعنی دربار قیصری کے ساتھ پہونچا۔ رہین منت فرمایا۔ کیا کہنا ہے بہت ہی خوب کہا ہے۔ آپ کے خط کا جواب توقف سے لکھ رہا ہون۔ معاملات خانہ داری کی وجہ سے فرصت نہ ملی۔ مین کل فتحگڈھ سے ہردوئی مین آیا ہون۔ برخوردار مظہر علی سلمہٗ اس ضلع مین ایمن سٹوارہ مین ہین اُنہین دیکھنے آیا ہون۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ دو ہی چار روز مین فتحگڈھ لوٹ جاؤن گا۔ تاریخ دیوان کے لئے مظہر علی سے کہدیا ہے۔ اور اُن کے بھائی نظر علی کو بھی مین پوری خط بھیجدیا ہے کہ تاریخ بھیجین۔ شاید ہی توجہ کرین۔ کیونکہ ان لوگون کو شوق نہین ہے اور سرکاری کام سے فرصت بھی نہین ملتی ہے۔ مولوی رستم علی خان صاحب ادیب فرخ آبادی سے ذکر کردیا ہے۔ اور یہان سے جاکر پھر یاد دہانی کرون گا غالباً موثر بنے۔

مین نے اپنا کلام آج تک بطور خود نہین چھپوایا لوگون نے بطور خیرات چھاپ دیا ہے وہی فروخت کرکے اپنی لاگت وصول کرتے ہین۔ پیشتر دو دو اسوخت فتحگڈھ مین چھپے تھے اور حال مین ایک گلدستہ موسومہ مرقع سخن شیخ محمد حسین صاحب سوداگر خیمہ جات فتحگڈھ نے

اپنے مطبع واقع فتحگڈھ میں چھپوایا ہے۔ شاید قیمت واسوخت کی ۲/ اور مرقع سخن کی قیمت مع محصول ۴/ روپیہ ہیں اور ایک دیوان پہلا عزیزالرحمٰن مالک مطبع نجومیہ ۔ شاگرد بھی ہیں کانپور میں چھاپا ہے۔ فی جلد ۱۲/ کر دیتے ہیں سنا ہے کہ جلدیں دیوان کی کم رہ گئی ہیں اسلئے قیمت انہوں نے زیادہ کردی ہے۔ واللہ اعلم اگر آپ کو منگوانا ہو تو آپ ان دونوں صاحبوں کے نام خط بھیجکر منگوا لیجئے۔

باقی کلام میرا یعنی دوسرا دیوان عاشقانہ اور ایک دیوان نعتیہ مع قصائد ابھی تک طبع نہیں ہوئے ہیں نہ لکھے چھپتے بھی ہیں یا نہیں مگر یہ دونوں دیوان اہل مطابع مانگتے ہیں مگر میں چاہتا ہوں کہ انہیں بطور خود حسب دلخواہ چھپواؤں مگر آجکل کی کمہمتی سے دل پھیکا پڑگیا ہے۔

جب اس زمانہ میں قدر ہنر نہیں طاہر
تو پھر سکوت ہی بہتر ہے خوش بیان کے لئے

اپنے استاد افاضت بنیاد کی خدمت میں میرا سلام نیاز کہنا۔

رقیمہ الوداد

طاہر ۔ ۷ ۔ جولائی ۱۹۰۲ء



جناب محمد علیم خان صاحب علیم الہ آبادی سکرٹری میونسپل بورڈ تلہر ضلع شاہجہانپور

(کا)

منظوم خط حضرت عطا بدایونی کے نام

نامۂ شوق چلا ہے مرا تاثیر کے ساتھ
لطف تقریر مگر شرط ہے تحریر کے ساتھ

کوئی پرسان نہ تھا آوارہ وطن کا لیکن
آپ کی یاد رہی کاتب تحریر کے ساتھ

اہل ظاہر مری خدمت سے شگفتہ نہ ہوئے
کیا کرے باد صبا غنچۂ تصویر کے ساتھ

کوئی توصید فگن تھا کوئی صیاد فگن
میری تقدیر نشانہ رہی نخچیر کے ساتھ

جب زمانہ تھا موافق تو خلاف امید
حسن تدبیر بھی تھا خوبی تقدیر کے ساتھ

اب وہی میں ہوں وہی حلقۂ احباب کرم
دور دورہ ہے مگر گردش تقدیر کے ساتھ

نوٹ

ان چند اشعار میں جو واقعات پنہاں ہیں انہیں کچھ وہی حضرات سمجھ کر داد دے سکتے ہیں جنسے اور جنکے حسن اخلاق سے لائق مصنف کو شکوہ ہے بہرحال دریا کو کوزے میں بھرا ہے۔

(مؤلف)

مرزا محمد ہادی صاحب عزیز لکھنوی کے خطوط

سحر البیان حضرت شوق قدوائی کے نام

لکھنؤ نخاس جدید۔

سر حلقۂ ارباب کمال زاد اللہ افادکم

التسلیم بالتحیتہ والتکریم۔

آج جناب محوی کا عنایت نامہ ملا جس میں آپ کے دست مبارک کی بھی چند سطریں لکھی ہوئی تھیں۔ اس یاد آوری اور حوصلہ افزائی کا منت پذیر ہوں۔ میں ایک عرصہ سے آپکا غائبانہ مداح اور آپ کے اس فلسفیانہ طرز سخن پر فریفتہ ہوں۔ مجموعی حیثیت سے آپکی شاعری جس قدر پُر زور ہے دوسرے کی نہیں۔ آپکی نظمیں رسایل میں نہایت شوق سے دیکھتا ہوں۔ لسان الملک کا خطاب بقول اڈیٹر مشرق آپکے واسطے سزاوار ہے اور آپ اُسکے اہل ہیں۔ میں آپکی توجہ خاص اور عنایت پر اگر فخر و مباہات کروں تو بیجا نہیں۔ کیونکہ میں اپنے نزدیک آپکو ان مستند اہل کمال میں جانتا ہوں کہ جنکی تعریف ہر شخص کے لئے ایک سند اور آیت کمال ہی۔ خاصکر مجھ ایسے ہیچ مایہ اور بے بضاعت شخص کے لئے۔ میں نے اسکے پیشتر بھی جناب محوی کی خدمت میں آپکا شکریہ ادا کیا تھا۔ اور اب بھی ادا کرتا ہوں کہ آپ نے لفظ "تمغا" پر متنبہ کیا۔ آیندہ بھی اُمید ہی کہ آپ میری نظم و نثر میں اگر کوئی لغزش دیکھیں تو ضرور لکھیں۔ میں اسے ہرگز عیب نہیں سمجھتا۔ اگر نفس الامر میں وہ غلطی ہی تو اسکو قبول کر لوں یا اگر نہ غلط ہو تو اُس کا جواب دوں۔ اور حضرات کا میں ذمہ دار نہیں۔ سہو لفکر اور غلط فہمی تو انسان کی فطرت

مین داخل ہے۔ پھر مین بھی انسان ہون۔ کوئی عالم لاہوت کا باشندہ نہیین۔

معیار پر جو ریویو آپ نے لکھا ہے۔ اُس کو نہایت شوق سے دیکھون گا۔ امید ہے کہ آپکا مزاج بخیریت ہو۔ کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیے گا۔

مرزا محمد ہادی عزیز

حضرتِ محوی لکھنوی کے نام

لکھنؤ۔ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۱۲ء

شفیق عزیزا!

گرامی نامہ پہنچا۔ اس عرصہ مین میرے بڑے بھائی حکیم مرزا مہدی صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اور مجھپر ایک خاص اثر ہے۔ مرحوم لکھنؤ مین ایک فرد کامل اور میرے اسلاف کے نام روشن کرنے والے تھے مگر افسوس کہ مین اس سرائے فانی مین تنہا رہ گیا۔ اوقات زندگی تلخ ہین اور دنیا نظرون مین ہیچ ہے۔ جذبات مُردہ ہو گئے۔ یہی سبب تھا کہ تحریر جواب مین کوتاہ قلمی ہوئی۔ معاف کیجیے گا۔

آپ کی غزل کو اسی حالت مین دیکھا کہ کچھ دل ہی بہلے جب تک شعر سامنے رہے کسیقدر دل ٹھکانے رہا۔ مین بھی آپکو اور آپکے کلام کو بہت دوست رکھتا ہون اور اس کا شکر گزار ہون کہ آپ مجھ سے حسن ظن رکھتے ہین اگرچہ مین ہیچمدان ہون۔ آپ کو اصلاح کی ضرورت نہیین۔ یہ آپکی احتیاط ہے اور ایک صحیح الدماغ کا خیال ایسا ہی ہونا چاہیے۔ غزل کے سب شعر اچھے ہین۔ جو زیادہ پسند آئے اُن پر صاد کر دیا ہے۔

آجکل میری رائے قابل اعتبار نہین - آپ خود ملاحظہ کر لیجیے گا - میرے نزدیک تغیر کی کہین ضرورت نہ تھی - آپ بہت سمجھ کے کہتے ہین -

عزیز

لکھنؤ ۵ جنوری ۱۹۱۲ء

حبیب قلبی و طبیب نفسی !

نامۂ گرامی پہونچا تحریر جواب مین تاخیر اسلیئے ہوئی کہ مین عشرۂ محرم مین کوئی کام نہین کرتا - کربلا کے غریب آل یا مظلومون کی مصیبت ایسی موثر ہے جسکی یاد کسی دوسرے کام کی طرف متوجہ نہین ہونے دیتی عشرۂ محرم ختم ہوا اور سب سے پہلے مین آپ کے خط کا جواب لکھنے بیٹھا ہون -

محبت وہ طلسم ہے جو دوست کے معائب پر بھی محاسن کا پردہ ڈالتی ہے - آپ کو اسی سبب سے میری نظم عبارت بھی لطف دیتی ہے - یہ میری خوش نصیبی ہے - اور کیا کہون لکھنؤ آجکل تمام امراض سے پاک صاف ہے - سوائے مرض الموت کے جس سے دنیا مین مفر نہین بیشک مشورہ کی رفتار بہت سست ہے - اب تک کوئی رسالہ نہین نکلا - اور نہ انکا کوئی خط آیا -

عزیز



جنابِ احمد علی خان صاحب عاصی اعشوخ سیجپین کسمنڈوی کے خطوط

عالیجناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

میں وہ نہیں ہوں کہ اُس بُت سے دل مرا پھر جائے
پھر دل جو اُس سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے

قاضی صاحب۔ اے ذرا سننا تو یہ کون فقیر ہے کیا اچھی آپ کو دعا دے رہا ہے ؎

رہے شاداب نخلِ جاہ و دولت
پھلو پھولو فقیروں کی دعا سے (آمین)

آہا۔ یہ فقیر کاہے کو۔ ہمارا عاصی ہے۔ خیر جی تو نہیں چاہتا مگر اندر بلا لو۔ دعا دیتا ہوا ڈرتے ڈرتے اندر حاضر ہوا۔ دیکھتے ہی۔

قاضی صاحب۔ میں تجھ سے خفا ہوں۔

عاصی۔ واقعی میں قصور وار ہوں۔

قاضی صاحب۔ یہ تو نے کیا سمجھ کر لکھا۔

عاصی۔ خطا ہوئی۔ بُرا کیا اور کہو تو سچ کہہ دوں مجھے تمھارا پیارا غصہ ہی اچھا معلوم ہوتا ہے کیا عجب ہے کہ میں نے تمھارے چھیڑنے ہی کے لئے لکھا ہو۔ اچھا اب میں ایک مسئلہ پوچھتا ہوں حضرت امام مہدی آخر الزمان کے پیدا ہونے سے کہیں توبہ کے دروازے تو نہیں بند ہو گئے ہیں۔

قاضی صاحب۔ توبہ کرو۔ دروازے کیوں بند ہونے لگے تھے۔

تو لے لو میں توبہ کرتا ہوں۔ جھٹ من جاؤ۔ ذرا میری میری محبت تو دیکھو کہ میں خود منانے آیا ورنہ بخدا میں بڑا بیمروت ہوں۔ خواہ مخواہ لوگوں سے لڑ بیٹھتا ہوں۔ جھوٹ موٹ کی بات نکال کر الگ ہو جاتا ہوں۔ واللہ قاضی صاحب مجھے جتنی تم سے محبت ہے...... حافظ مجازی و حقیقی تم سے خوش ہو۔ دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ جو کچھ بزرگان دین اور فقرائے باخبر سے مجھے آج تک ملا ہے سوائے ایک چیز کے اور جو کچھ تم سے چھپاؤں اُسکے عوض دوزخ خدا سے پاؤں اور جو میرے کہے کا یقین نہ کرے تو اُسے کیا کہوں۔ دیکھو پھر خفا ہو جاؤ گے میں کچھ کہتا ہوں۔

کیوں صاحب! باتوں کا غصہ۔ حاکم کی خفگی تو اُٹھائی جائے اور ایک فقیر محو فنا فی اللہ مست و مدہوش کا ایک رقعہ دیکھ کر مزاج زلف یار کی طرح برہم ہو جائے۔ واللہ باللہ اور اپنے پیر و مرشد کی قسم میں تمھیں نہایت نیک اور اچھا جانتا ہوں اور صاف ہو کر ملتا ہوں یہ تو فقط چھیڑ تھی ؎

ستم اُس پہ کرتا ہے حد سے زیادہ　　　جسے یار اہل وفا جانتا ہے

اللہ تم کو خوش رکھے اور جو طلب کرو دے۔ اور دل کو یہ شعر اپنے اُستاد کا پڑھ کر سمجھا لو ؎

وہ اپنی خو نہ چھوڑینگے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سبک سر بنکے کیا پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

راقم
آپ کا عاصی خاطی
۱۹۔ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء

اپچھے قاضی صاحب!

خدا آپ کو عمر خضر، مرتبہ سکندر نصیب کرے۔ لے لیجیے روزمرہ دیکھیے آپ کی سچی عنایتین بڑے قاضی صاحب کی مہربانیون کو بھلائے دیتی ہین۔ ناہجائی لوگ قرآن کے تیس پارے یاد رکھتے ہین۔ مین آپ کے اُن کے الطاف کو کیون بھولنے لگا تھا۔

مین کس وقت آ دُن۔ جواب مین ہین سنے دہلی کے متعلق کچھ حالات لکھے ہین آپ کسیوقت دیکھ کر یہ اخبار واپس فرما دیجیئے گا۔

آپکا دعاگو بندہ عاصی

۱۲ جنوری سنہ ۱۹۰۳ء

جناب مولوی قاضی محمد خلیل صاحب!

خدا تم کو دن دونی رات چوگنی ترقی نصیب کرے ضعف نے مجھے نہایت کمزور کر دیا اتنا حسینون کی نزاکت بھی میری نقاہت پر صدقے ہوتی ہے۔ گو دوا وغیرہ مین خرچ بہت ہوا اگر آپ کی عنایت سے بچ گیا لیکن ضعف سیدھا ہونے نہین دیتا۔ طاقت کی چیز سے ہاتھ خالی ہے۔ آپکی مہربانی کی امید پر جیتا ہون۔ شائد آپ گلاب کو بھول گئے۔ ایک نئے شوقین میری جان کو آ گئے ہین کہ مجھے اپلیج کی جلد دیدیجیئے۔ مین نے اُنکو ٹالنے کے لئے کہدیا ہے کہ وہ جلد قاضی صاحب کے یہان ہے۔ اگر رقعہ لیکر کوئی آئے تو آپ بھی ٹال دیجیئو مین اِن صاحب سے اچھی طرح واقف نہین ہون، جو مضمون آپنے سالگرہ مین پڑھا تھا اگر وہ چھپ جائے تو کیا کہنا ہین ایک عالمانہ تاریخ اور نئے ڈھنگ کا ناول لکھکر آپکی نذر کرنا چاہتا ہون میرا جی بہت بُرا ہے۔

آپ کا قدیم دعاگو بندہ۔ عاصی

حضورِ عالم - آداب -

کیا میں اپنے شبہ کو یقین کے ساتھ بدل دوں - اس لئے آپ کو جو میرے ساتھ سچی محبت ہے آپ میں اُس میں ضرور کمی دیکھتا ہوں - جو محتاجِ دلایل نہیں -

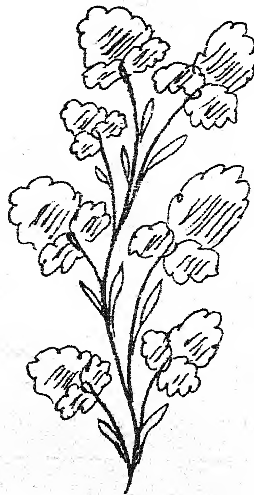
۱- مجھے آپ پہلے سے زیادہ مطیع - بہی خواہ اور خیر طلب سمجھیں -

۲- اس کتاب کے چھپنے میں خواہ آپ مدد دیں یا نہ دیں مگر میں اپنی دلی محبت کے سبب سے آپ ہی کو اِس قومی اور اسلامی تصنیف کا اصلی محرک ظاہر کرنا چاہتا ہوں اگر حکم ہو تو ایک نقل اس کتاب کی شاہی منشی صاحب کو بھیجدی جائے -

آپ کا وفادار -

عاصی

۶ - جولائی ۱۹۵۸ء



جناب خواجہ عزیز الدین عزیز لکھنوی کے خطوط جناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم ہمدی کے نام

مکرمی دام مجدکم۔ تسلیم۔

دو روز ہوئے کہ کارڈ اعزاز بخش ہوا۔ قیصر نامہ کیلئے الہ آباد لکھنا بھول گیا تھا۔ آپکے کارڈ نے یاد دلا دیا۔ ایک نسخہ مین نے ایک دوست کو دیدیا تھا۔ اُن سے مین لیکے آپ کو بھیجتا ہون۔ اب جو منگاؤن گا اُس مین سے اُنھین دیدون گا، اغلاط کے باب مین جو تحریر کیا ہے سو آپنے کوئی کلمہ بادی النظر مین نہین چھوڑا ہے۔ بادی النظر کیا چشم غور سے بھی کوئی کلمہ دکھائی نہین دیتا۔ اگر کسیوقت کوئی لفظ خیال مین آئے گا تو لکھ بھیجون گا۔ لیکن بظاہر کوئی نظر نہین آیا۔ "علالت،، مجھے خیال آتا ہے کہ کہین مین نے دیکھا کہ یہ غلط ہے لیکن یہ یاد نہین کہ کہان دیکھا ہے۔ لغات سے اس کی تحقیق کر لیجیے۔ اِس رسالہ کو ضرور طبع کرا دیجئے۔ والسلام مالوف ! الاحترام

عزیز الدین عفی عنہ

مکرمی دام مجدکم۔ تسلیم!

عنایت نامہ نے سرفراز کیا۔ طلائے خام کی پڑیان بھی پہنچین۔ آپکی عنایات و دردمندی کا شکریہ ادا کرتا ہون کہ یہ چند روز برسات[1] کے نکل جاوین اور موسم سرما شروع ہو تو اُس کو کھاؤن اسواسطے کہ ابھی کسیقدر حرارت خفیف کسی کسی وقت ہو جاتی ہے۔ انجین بھی پہنچین۔

از خواجہ نور الدین صاحب تسلیم قبول باد! انشاء اللہ آیندہ دوا کا استعمال کیا جاوے گا۔ والسلام مالوف الاحترام۔ عزیز الدین عفی عنہ ۲۲ دسمبر ۱۱ء یوم دوشنبہ

---

[1] خواجہ صاحب نے اصل خط مین لفظ برسات کو ہائے مختفی کے ساتھ لکھا ہے۔

مولانا عثمان جعفری ایم۔اے کے خطوط لطف کے نام

شیدی عنبر بازار حیدرآباد دکن

۱۰-اکتوبر ۱۹۲۴ء

دل والوں کے دل بہلاؤ محترم صفدر یار!!

سلام دل آویز جس کی دلکشی پر شام اودھ کی حسن آفرینیاں ہزارہوں جان سے قربان ہوں۔ اخلاص کے ہاتھوں پیشکش ہے۔

دن تاریخ یاد نہیں۔ عرصہ ہوا بھوپال کی بیشہ سواد سرزمین کو جب میں نے چھوڑا ہے اور گلبرگہ رشک جنان مقام "رین بسیرا" بنا۔ آپ کے پاس دو تین بار آپ کی گزشتہ یاد فرمائی کی بنا پر اپنے دل وارفتہ کو پیام پہونچایا۔ اور آپ کے شیدائیوں کی فہرست میں نام لکھانے کی کوشش کی۔ مگر محمود نگر۔ لکھنؤ کی بزم، بزم ناز تھی۔ وہاں ہم جیسے ارباب نیاز کا کہاں دخل۔ کہاں گذر!! اتنا بھی نہ پتہ چلا کہ میرے حریم ناز کے دل پارے کس گوشہ میں منہ چھپائے بیٹھے رہے۔ کاش اتنا ہی معلوم ہو جاتا کہ آپ کی میٹھی نگاہوں تک نہیں۔ محمود نگر کی گلیوں میں میرے لعبتان خیالی کا گزر ہوا لیکن مہ وشان اودھ یا گل رخان لکھنؤ کی دل ستائیوں اور دل ربائیوں نے آپ کی ناز آفرین نظروں کو اُن کی طرف اُٹھنے کی اجازت نہ دی۔ تشفی تو ہو جاتی۔ دل تھام کر بھی بیٹھ تو جاتا۔ مگر عالم نیاز کا عالم ہی جدا ہے۔ کسے اُمید تھی کہ آپ کا مُردہ ناز آپ ہی کے جلانے پر جیئے گا۔ مجھے آپ کا خط پا کر بڑی مسرت ہوئی۔ گویا یعقوب کو یوسف گم گشتہ کا پتا ملا۔ یہ خیال نہ فرمائیے گا کہ میں بوڑھا ہوں سپید پیر کنعان

بن بیٹھا، اور آپ برراہ کنعان کی سی نظر ڈال رہا ہوں چشم بد دور۔

برادر محترم مولانا عمر جعفری کی ملاقات اور لطیف صحبت کا ذکر میرے لئے قابل رشک رہا یہ میں تو دو سال سے وطن کا خواب شیرین دیکھ رہا ہوں۔ ابکی شاید پر پرواز پیدا ہوا اور اپنے نیاز غیبت کو لطف صحبت، و لذت حضور سے شاید بدل سکوں، اگرچہ میں ایک نالایق آدمی ہوں، نہ سخندان ہوں، نہ شاعر، نہ ارباب ذوق کی محفل رقصان کی بزم نشینی کے قابل، مگر دل کو کیا کروں خواہ مخواہ بھی اُسکی فضائے سادہ آپ حضرات کے نیاز کیشوں کے گلہائے سدا بہار سے رشک ارم بنی ہی رہی۔ میں بھی اُس کو بُرا نہیں جانتا۔ ایسی آرزو بھی قربانی چاہتی ہے۔

عمر بھائی کی زبانی آپ کو میری سرگزشت سرسری ہی سہی پر معلوم ہوئی ہوگی۔ بظاہر تو میری سیاحت کی کڑی ٹوٹی معلوم ہوتی ہے۔ مگر کہہ نہیں سکتا کہ نصیب میں اور کیا لکھا ہے۔ پاؤں کا چکر اور کہاں لے جاتا ہے مچھلی شہر کجا اور بھوپال کجا حیدرآباد کہاں، بالفعل حیدرآباد سٹی کالج میں عربی اور اسلامیات کی پروفیسری کہئے یا معلمی خدمات تعلیمی انجام دے رہا ہوں، ان دنوں باب مراثی زیر درس ہے۔ باور کیجئے دل بلیوں اچھلتا ہے جب کوئی مرثیہ پڑھاتا ہوں۔ جب سے یہ باب شروع ہوا ہے جی چاہتا ہے کہ عربی مرثیہ گوئی پر تبصرہ کروں اور اردو دنیا کو عربی جذبات اور عربی تخیل عربی اسلوب عُریان کرکے دکھا دوں یقین مانیئے اس میں ذرا شبہ نہیں اگر وہ لوگ عربی ادب العالیہ یا ادب القدیم پر نوحہ خوانی نہ شروع کردیں تو میرا ذمہ۔

مرقع ادب کے حصہ دوم کی ترتیب کی نسبت آپ کی توجہ فرمائی معلوم کرکے غیر معمولی اور بے پایان خوشی ہوئی۔ وہ ایک غیر فانی نعمت ہے اور لذیذ ترین فاکہہ۔ خوان ادب کا

وہ ایک ایسا لطیف ترین طعمۂ شیریں اور لقمۂ جان بخش ہے، مجھے تعجب تھا کہ ایسا پیارا مرقع آپ کے التفات عزیز کا کیوں آماجگاہ نہیں ثابت ہوتا؟

"حسن ادب" کے دو پرچے اگست و ستمبر کے ہم آغوش وصول ہوئے۔ قربان حسن نگاہ کے کہ بے دیکھے آپ نے مجھے اس کے خریداروں میں لکھ لیا۔ اور میرے دامان نظر کو تحفۂ گل حسن سے بھر دیا۔ لیکن حیرت اس پر ہے کہ "حسن ادب" کا [illegible] صورت اس کی جو پہلے تھی سو اب بھی ہے۔ کیا پنجۂ نگارین [illegible] نہ ہوگا؟ موجودہ عالم اس کا نہ شباب ہے نہ شیب! کاش نقشہ ہی ہوتا اگر قیامت نہ تھا۔ یہ شکل تو مجھے پھوٹی آنکھوں نہیں بھاتی۔ اور نہ [illegible] آپ کی صحیح جادو کی لطف اٹھائی ہوئی نظریں کیسے اور کس طرح اس کو اس شکل و شمائل میں دیکھنا پسند کرتی ہیں؟ بہرحال حسن ادب محتاج ہے آپ کے [illegible] اگر جی چاہے تو دو سطری شرف نامہ [illegible] فرمائیے۔ ورنہ آپ لوگوں کا عالم لاابالی تو معلوم! والسلام

آپ کا شیدائی، عثمان جعفری [illegible]

حیدرآباد۔ ١٣ نومبر ١٩٢۴ء

مخدوم خادم نواز!

جی کی آرزو تو یہ تھی کہ پیارے ہم صفدر [illegible] اپنی نیاز بھری تحریر کا سرنامہ بناؤں، کہ آپ کے قلم سے نکلے ہوئے نگینوں ستاروں میں مجھے رباب کے دلکش تاروں کا سماں محسوس ہو رہا ہے۔ اور میری نظروں میں آ [illegible] ات کسی کے

پیارے پن کے اثبات کے لئے کافی سرمایہ ہے۔ مگر آپ کی "عنان نوازی" کی کوئی ایسی نہ تھی جس کی جانشانی کی فضا میں میری قلم کاری اپنے جذب دل و کیفِ نیاز کا سین نگارش کے پردے میں دکھلا سکتی۔

آپ کے محترم سلام کا خوشترین جواب ادا کرتا ہوا اپنے سلام نیاز کا گلدستہ آپ کی بے نظیر نظر کو نذر کرتا ہوں گر قبول فتد الخ

آپ کے حالات پڑھ کر سچ کہتا ہوں گھنٹوں ہاتھوں سے کلیجا تھامے رہا ہوں اور دل سینے میں اچھلا کیا ہے۔ کنول کی سی آنکھوں کی سیحو آنکھیں بڑے بڑے بوندکے آنسوؤں کا کٹوا بن رہی ہیں تصنع نہ سمجھئے۔ بناوٹ نہیں۔ کشمکش زندگی چاہے موقع نہ دے اور فرصت نہ ہو اس سے اپنے "رہین نیاز" تخیل درد دل، فکر و نظر کی نیاز کیشی کی تصویریں بیا میری کی رنگین ڈوری میں لپیٹ کر پہنچا سکوں لیکن بخدا یقین مانیے ہمیشہ دونوں ہاتھ آپ فدا کاران "ماہ ناز"، "اردو" کے سلامت جوئی عافیت طلبی صحت و بقا کے لئے ذرِ رب العلا پر پھیلے رہتے ہیں۔ من دانم و دینا، من بنیم او دانا!

زندگی کے پنگھٹ پر (یعنی وقت دعا) جہان اور بہار آفرین آرزوؤں کی جھنکار اور ان کے ریشمی ملبوس کی سرسراہٹ دکھائی اور سنائی دیتی ہے وہاں یہ تمنا بھی اک دلکش انداز سے آسمانی رنگ کا سراپا ناز جوڑا پہنے ہوئے میرے "حرم کدۂ دنیا" میں خراماں خراماں آکر سرو قدم ہم پہلو کھڑی ہوتی ہے کہ اللہ آپ جیسے حضرات کو فضائے آسمان ادب پر جگمگانے والے تاروں کی طرح بسیط زمین کے لیے رونق بزم بنائے رکھے۔ آپ کی دل آویز نثروں اور گل ریز نظموں کی روح نواز نغمہ سنجیاں میرے

لئے نہین بلکہ تمام کائنات دل، اور موجودات نظر کے لئے پیغام حیات - اور پیام سکون پہونچاتی ہین-

محترم صفدر! آئے دن دنیا مین درد و الم کا آشنا لگا رہنے اور کسی کے لالہ گون ہستی کے شہابی رخسارون کو لیج وجن کی سیاہ آنکھین جو کھٹون مین گھر رکھنے کا راز یہ ہے کہ اپنی ہلکی ہلکی موج تبسم سے فضائے زندگی اور کائنات تخیل مرغزار فکر مین دفعتہً سیکڑون بجلیان چمکا دین اور اس سکون و اطمینان کو نہین جمود و انجماد کو جو ساکنان اردوی معلی پر چھایا ہوا ہے شورش اور تڑپ سے مبدل کر دین میری نکمی تحریر کو آپ نے سراہا ہے جو حقیقۃً عکس ہے آپ کے حسن نظر کا - صدقے اس نظر کے! سچ کہتا ہون مجھے لکھنا لکھانا کچھ نہین آتا - ارے پھر مجھے مافی الضمیر کا اظہار کرنا کسطرح بن جاتا ہے - آپ نے مضمون "عرب کی مرثیہ گوئی" بھیجنے کا حکم دیا ہے - بلکہ جواب خط کی پیاری ڈوری مین طلبی کا وارنٹ بھی جاری فرمایا ہے مین اپنا حال کیا کہون؟ لذت دیوانگی کے آشنا دیوانے ہوتے ہین - مرد جنون مجنون جانتے ہین - نہ کہ دانندہ - "کراما کاتبین را ہم خبر نیست" - کتابین مجھے بہت پیاری معلوم ہوتی ہین اور ان کی ہر تہ مین مجھے "علم الاصنام" کے آثار نظر آتے ہین، ان کا ہر صفحہ اور ورق میرے لئے ایک "صنم کدہ" ہے ان کے فقرے اگلے جملے میرے حق مین بلا تشبیہ "بت سنگین ادا" اور مین انکا پیر یا پرستار - مطالعہ نہین کرتا بلکہ ان کے حرم خیال کی گلچینیون مین لگے رہنے کے نامحدود آرزو کے ساتھ اختلاط کیا کرتا ہون سچ تبلائیے ایک وارفتہ مزاج جس کے سامنے نوا سنج او معشوقون کا جھرمٹ ہو اور "اشہی لنا داخلی من قبلۃ العذارا" کے کیف سے فضا لبریز ہو اور ہم تہی دسترس کا

پیمانہ چھلکا رہا ہو کچھ کر سکتا ہے؟ ہم بھی سمجھے ہوئے ہوں کہ جونکیں جب خون پی چکتی
ہیں آپ ہی آپ بدن چھوڑ دیتی ہیں۔ ان کا زبردستی چھڑانا کھلی ہوئی زبردستی ہے
اور [illegible] کرنا ہے۔

عالم شوریدگی میں بہت سے میٹھے میٹھے عنوان اٹھائے۔ کتابوں سے آنکھیں
چرانے کا الزام سراپا ناگزیر تھا۔ آخر کار منظور نظر کتابوں کی بے رخی کا عالم دیکھا نہ گیا
اور [illegible] سب عنوان ناتمام رہ گئے۔ حالی کی شاعری۔ اکبر پر ایک نظر کیسکی
زلف پریشان کے مانند اوراق پریشان کی شکل میں پڑے ہوئے ہیں "دور فلک"
[illegible] ہیں ہیں۔ حضرت جلیل کے کلام پر ریویو تفکر بالقوۃ کی دنیا ہی
گلگشت [illegible] ہے۔ اردو شاعری اور شیدائیان مغرب کی نکتہ چینیوں کا کچھ مواد عالم
وجود [illegible] عدم میں۔ اصناف شعر اور اردو شعراء، غزل گوئی اور مسلسل گوئی
نظم گوئی اور شعر [illegible] زبان، اور شاعر، غرضکہ کن کن عنوانوں کا نام گناؤں، حرکت
اگرچہ خود صد سکون ہو پر محرک کی طلب سے اس کا دامن ہی بے لوث نہیں کاش
اس فضا سے [illegible] جہاں کی پیاری زمین آپ جیسوں کی فانوس خیال کی
غیر فانی ضیا باری سے رشک نیرین بنی ہوئی ہے۔ میرا نشیمن ہوتا تو ممکن تھا کہ میرے
بے دم و دام کے ذرات سالمات کی صورت اختیار کر سکتے، خدا کرے آپ کے گن بھرے
ہاتھ مرقع ادب کی انگلی چوٹی سے جلد فراغت پائیں اور کسی طرح "حسن ادب" کے بناؤ
سنگار میں لگیں۔ شاید آپ کی گدگدی سے طبع شر مردہ کو ہنسی آئے اور اس کے
طبعی تبسم پاشی کا ولولہ پھر تازہ ہو۔

ان لگے ہاتھ یہ بھی کہتا چلوں برا نہ مانیے گا ناصح و واعظ کا منصب برا نہیں۔

اپنے رنگ کی ہولی کھیلنا اور آپ کو اپنے رنگ مین شرابور کرنا ہو مرقع ادب کا اڈیشن "مرقع نظر" نکلے یہ مین نے حصہ اول کی طباعت کا مرقع دیکھا ہو جو بعد مین نکلا ہو جس کا ٹائٹل گلابی ہو جس کو میرے احباب نے میری فرمایش سے منگوایا تھا۔ خدا جھوٹ نہ بلائے جی چاہا کہ چولھے مین جھونک دون۔ بھاڑ مین جائے ایسی شیرینی جس کو دیکھ کر جی مالش کرے اور ابکائی آئے۔ اعلیٰ لٹریچر کے لئے اعلیٰ طباعت درکار ہو۔ نزاکت آفرین گلبدنون کے لئے پھول ہی جیسے نرم اور شوخ رنگ برنگ کے ریشمی ملبوس قدرت نے فراہم کئے بلاشبہ "حسن طبع" حسن مصنوعی کا محتاج نہین ہے۔ مگر نفاست اور نزاکت کی کشمکش سے کسکو انکار ہو سکتا ہے۔!!

کسی نازک اور سراپا ناز کو ٹاٹ کے جوڑے۔ کمل کے دوپٹے گاڑھے اور کھدر کی ساری پہنا کر "حاجت مشاطہ نیست روے دل آرام را" کا کوئی صاحب ذوق مزہ لین تو مین دیکھون!!

آپ کے نزاکت آفرین سرمایۂ ناز ہاتھون کا مرتب کیا ہوا "مرقع ادب" "اردو ادب العالیہ (کلاسیکس) کا بہترین البم ہے" سخت ظلم ہوگا اگر کسی ناقدردان مطبع کے سپرد کر دیا گیا، آجکل کے مطبع والون کو خدا غارت کرے۔ کیڑے مکوڑون کی طرح نکل آئے ہین اپنے تجارتی مفاد کی نظر سے ہمارے ملک کی حسن نظر کو، حسن طبع کو، حسن مذاق کو غارت کر رہے ہین۔ مرقع ادب بلاشبہ اردو ادب کا "ایڈیشن ڈی لکس" صحیح معنون مین کہلائے جانے کا شایان ہو۔ اس لئے اس کا لاہور ہی اڈیشن مین شائع ہونا از بس ضروری ہے۔ علیگڈھ، اعظمگڈھ۔ آگرہ نہ سہی گورکھپور یا ناظر کی مدد کیجئے گا تو شاید وہ اہل نظر کا منظور نظر ثابت ہو "حسن ادب" کے متعلق مرقع کی رخصتی کے بعد جی

کھول کر کہوں گا۔ اس وقت دو باتیں کہنی ہیں۔ دھن کو دُھن کے پورا کرنے کا آلہ تو قدرت ہی نے بنایا ہے اس لئے اس کا معمولی تو الگ غیر معمولی جزو بھی کوئی اہمیت نہیں رکھ سکتا۔

سچ مانئے "حسن ادب" کے بہار حسن کے نکھرنے کے لئے میرا تن من بھی کام آئے تو میں دریغ نہ کروں گا۔ میری آرزو دیرینہ ہے کہ لکھنؤ سے کوئی اس شان کا پرچہ نکلے جو شمع "ادب" بننے کا صحیح مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو اور بیساختہ دنیا پکار اٹھے کہ "بڑی شان سے نکلا ہے وطن سے"

میری بے معنی بکواس اور ہم کلامی کے فرط شوق میں یہ نیاز نامہ فراق نصیبوں کے "شب فراق" کی طرح آنا دراز ہو گیا کہ آپ کی پیاری غزلوں کے لطیف شعروں کی نسبت کچھ جرات نہیں کر سکا، کھٹکا لگا ہے، جی دھڑک رہا ہے کہ کہیں میری اس "بے شرمی" سے آپ کی طبع نازک کو زحمت نہ ہو۔ اور میری یہ ہرزہ سرائی بار نہ گزرے دل سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج اب اچھا ہو اور طبیعت پورے طور سے اب صحیح ہو۔ آجکل یہاں طاعون کا سیلاب بہ رہا ہے۔ حیدرآباد کا شاید ہی کوئی کوچہ اس کے سیلابی اثر سے محفوظ ہو کنوار کا موسم، دو فصلوں کے جوڑا بدلنے کی گھڑی۔ زکام۔ نزلہ، کھانسی بخار کا زمانہ ہوتا ہی ہے۔ لڑکوں کا ساتھ ہے۔ کہیں بخار دخار میں پڑ گئے تھے۔ سارے جسم کا لہو خشک ہو گیا تھا شکر خدا کہ اب ہر طرح کا اطمینان ہے۔

میں لڑکے بالے والا نہیں ہوں، وطن کے اور نونہال بغرض تعلیم ہمراہ ہیں یہ اسلئے نوٹ کر دیا کہ میری کے آثار سے بھی طبیعت کو استغنا ن ہے گویا در پردہ اپنی "دیرینہ نا بالغی" کا ایک خاموش اعلان ہے، انھیں دکا دٹوں نے دیر کرائی اور مجھے حجاب ہے

کہ آپ کو انتظار میں رکھا حالانکہ یہ وصف .... کا ہے اور میں آپ کا آپ کی شبنمی انگلیوں کا نیاز کیش اور خادم فدائی ہوں - زیادہ والسلام

آپ کا نیاز کیش فدائی

عثمان جعفری

لکچرار سٹی کالج

حیدرآباد دکن شیدی عنبر بازار

۸ دسمبر ۱۹۲۴ء

دلنواز روح پرور صفدر!

سلام شمیم ناز میں بسایا ہوا کاش قبول فرما لیجئے تو نہ صرف سلام کی بلکہ اُس کی اوٹ میں میری نیاز بھری ہستی کے لئے نازش کا کافی سرمایہ ہے -

اس وقت آپ کے نیمکش ہاتھوں کا چھوڑا ہوا تیر یعنی دل آویز خط جو ۱۱ نومبر کو محمود نگر سے جدا ہوا ہے میری نظر کا نور بنا ہوا ہے اُس کا جواب میں دے رہا ہوں - بلکہ اُس حسرت کو عریاں شکل میں آپ کی نگاہ ناز کو دکھانا چاہتا ہوں جو تین دن سے میرے بھولے اور البیلے دل کو بیچین کئے ہوئے ہے - اور مجھے ملال کیے جا رہی ہے میرے کالج میں طاعون کی وجہ سے خدا اُس کا برا کرے مہینہ بھر کی تعطیل ہو گئی تھی کالج بند تھا - میں کاہیکو وہاں جاتا آپ کا پیارا محترم نامہ کالج کے پتہ سے تھا وہاں آیا اور کسمپرسی کے عالم میں پڑا ہوا تھا چپراسی وغیرہ تھے - دفتر گھنٹے دو گھنٹے کے لئے روز کھلتا تھا - کسیکو کیا غرض پڑی تھی کہ وہ میرے پاس بھجوا دیتا - کہ مبادا اس کے اندر میرا دل نہ بند ہوا ہو اور اُس کی طرف میری آنکھیں نہ لگی ہوں - دنیا میں اندھیر ہے - جذبات شناسی کا

کال ہے........ ہان ایک عرض ہے آپ سے کالج کے پتے سے میرے پاس خط نہ بھیجو عثمان جعفری شیدی عنبر بازار حیدرآباد دکن کافی ہے ۔ پروفیسر کے عنوان کو تیج کہتا ہون اپنی ردائے کہن کے لئے سلمہ یا ستارا نہین سمجھا گھر کے پتے سے وقت پر ملجائے گا۔ خدا کرے آپ اچھے ہون اور اچھے رہین۔

مجھے دنیائے شاعری کے باشندون سے زیادہ الفت ہے کہ خدا واسطے بھی وہ ہم جیسے آوارہ خیالون کی قدر افزائی کرتے ہین اور اس عالم کے سکونت گزینون سے اللہ واسطے وحشت اور نفور ہے خیر بہرحال مدت کے بعد خط ملا جس مین مرقع ادب کے مقدمہ کی نسبت مجھ سے فرمایش کی گئی ہے ۔ آپ کی قدر افزائی کا قدردان اور آپ کی دلکشی کے قربان ۔ مجھے بڑے لوگون کی طرح انکسار نہین آتا اور اہل کمال کی طرح تواضع مین ایک بے مایہ آدمی ہون اپنی بے مائگی کے عالم مین جو کچھ بن پڑے گا اپنے خیال کا تانا بانا دو چیتھڑون کی صورت مین آپ کی خدمت مین پیش کرون گا پسند آئے گا تو مرقع کا پیوند بنا لیجیئے گا اور نہین تو شکوہ نہین گلا نہین ۔ من آنم کہ من دانم ! اگر دیر بہت ہوگئی اسلئے مجھے فوراً اطلاع دیجئے ۔ ضرورت ہو تو مین مقدمہ لکھنا شروع کردن ۔ ورنہ کالج کی نذر ۔

آپ کا نیاز کیش

عثمان جعفری

حیدرآباد دکن ۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۴ء

پیارے صفدر ! دُلارے صفدر ! آنکھون کے تارے صفدر !

مجھے میرے اس سرنامہ کی وجہ سے اپنی ملامت کے نشانون کا ہدف نہ بنائیگا ۔ للہ اپنے نکتہ چین الفاظ کے ایزون سے میرا سینہ فگار نہ کیجئے گا ۔ اپنے گرم نگاہون کے

شعلہ نما تارون کی چھریون سے میرے بھولے اور معصوم جاذب طبع کو لہولہان نہ فرمائیگا
میرا خدا گواہ ہے مین خود چاہتا ہون میرا جی چاہتا ہے اور میری چاہ کی یہ چاؤ
ہوتی ہی کہ آپ کو اپنے دلی احترام اور عزت کے لہجہ مین مخاطب کرون، مگر دل کو مین کیا
کرون وہ میرے بس کا نہین نہ میرے قابو مین - اُس کی ڈوری آپ جیسی ہستیون کو ان
لفظون سے پکارنا بے شبہ بلاغت کی رو سے بے محل ہونا چاہئے مگر خدا کے واسطے کائنات
محبت عالم اُلفت کے مد و جزر کو بھی نگاہ مین رکھیے گا - جہان ہر حرام حلال اور ہر بدنمائی
حسن اور ہر بے وضعی تناسب اور ہر ننگ و عار صداقت و نیاز کا جوڑا پہن لیتے ہین -
اگر آپ دریا کے جھمگھٹ کے دلکش سین کو اور متوالے پن کے گلابی ڈورون مین ڈوبی
ہوئی نظرون کی نیچی نیچی نگاہون کے نظارہ کو جو زمین تک پہونچتے پہونچتے آنکھون ہی آنکھون
مین ہزار بار پردہ کرتی ہین اور بے محابا ہو کر فضائے آسمان تک جاتی اور وہان قیامت
برپا کرتی ہین کوئی وارفتہ طبع شوریدہ سر دیکھ کر بے قرار و خود رفتہ ہو سکتا ہے اور سنجیدگی و
متانت کا ڈراپ سین ممکن ہے تو یقین کیجیے کہ آپ کے کنول کی سی آنکھون سے زیادہ دلکش
خط کو پڑھ کر دیکھ کر بے دل کا آدمی بیخود و سرشار مخمور بھی ہو سکتا ہے اور اُس کے سنجیدہ و متین
انداز و طرز مین بے شبہ تلاطم برپا ہونا ایک امر واقع ہے - آپ کی عثمان نوازیون کے قربان
دل موہنے جی لبھانے من بھاونے کے آپ بے شبہ رسیا ہین !! یہ بھی ہر شخص کا کام نہین
خوبان معنی ہی کو یہ ستم ظریفیان خوب آتی ہین، لکھنؤ جس کا نشیمن ہو، شام اودھ جس کا مرغزار
ہو، اُس مین ان دلکشیون اور دلربائیون کا ہونا بھی قدرت کا ایک کھلتا ہوا عطیہ ہے -
۱۱ - دسمبر کا لکھا ہوا پیارا اور محترم خط مجھے ۱۴ - کو مل گیا تھا - آج آٹھوین دن جواب
لکھ رہا ہون، روز چاہتا تھا کہ جواب کے فرض سے سبکدوش ہو جاؤن لیکن کسی کا چاہنا یہان

ہوتا کب ہے کہ سیر چاہا اپنے وقت پر ہو جاتا۔ کالج کے کام کے بوجھ سے میری پیٹھ دوہری ہو جاتی ہے اور چار و ناچار کرنا ہی پڑتا ہے، کسی طرح سے ٹالنے کو جی نہیں چاہتا۔ اسی میں دیر پر دیر لگتی گئی، جمعہ کو یہاں چھٹی ہوتی ہے یہ وہاں کے روزگار کا بدلا ہے۔ فرصت مل گئی کواڑ بند کر کے بیٹھ گیا، ٹوٹا پھوٹا مقدمہ اپنی ٹوٹی پھوٹی گرہے دیا زبان میں یہاں کی لب و لہجہ میں لکھ دیا صاف کرتا تھا دو دن اس میں صرف ہوئے۔ آج وہ مسلسلہ ہے آپ کی خدمت میں جا رہا ہے۔ اچھا ہو کہ برا مجھے اس سے بحث نہیں آپ کا کہا کر دیا ہے۔ مجھے لکھنا دکھنا نہیں آتا اور دے خالی خولی محبت البتہ عشق پہ رکھتا ہوں پسند آئے اُس کی خوش نصیبی ناپسند ہو میری گردن پر، من خود را خوب می دانم، اپنے سچے بے لوث خیالات کو ظاہر کر دیا ہے تصنع نہ آتا ہے نہ کر سکتا ہوں۔ کاش فرصت کا دامن وسیع ہوتا۔ اور دامان نظر کو گل چینی کا موقع مل جاتا تو شاید اپنی مرضی کے مطابق مرقع میں جوڑ ملا سکتا۔ مگر افسوس۔!!

خدا کرے مرقع جلد نکلے اور شان سے نکلے۔ سچ مچ نرالی ہو سجاوٹ اپنی آپ نظیر ہو، بن ٹھن کا بھی جی دیکھ کر تڑپ اُٹھے اور وہ بھی دل ہار دینے کو تیار ہو جاویں دیکھنا ہے عروس سخن کے بناؤ چناؤ میں کہاں تک اپنے حسن طبع کو کام میں لاتے ہیں۔

آپ برا نہ مانیں تو ایک بات اور کہوں گا۔ مرقع کے شروع میں اپنا ایک فوٹو بھی آویزاں فرمائیے۔ خدا جھوٹ نہ بلائے اُس پیراہن کاغذی میں جان آ جائے گی اور شوخی تحریر کا رنگ کھل جائے گا۔ غیروں کی نظر سے میری اس تجویز کو نہ دیکھئے گا رنگ پھیکا پڑ جائے گا۔

بازار حسن متاع حسن پر نظر کے ڈورے پڑتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے اُردو کا بازار ابھی ایسا ٹھنڈا نہیں ہوا ہے قیمت بڑھ جائے بڑھ جائے۔ انمول رتن کے خریدار ایک نہیں

ہزاروں میں تو بھی کہے جاؤں گا، نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز!!

طباعت سے نکلنے کے بعد پانچ جلدوں کا وی پی میرے نام سے فوراً بھجوا لیجئے گا

دن گنوں گا رات اختر شماری میں گزرے گی۔

وادی ایمن والی غزل کو کئی بار پڑھ چکا ہوں مگر ہر دفعہ آنکھوں کی رشک طور

بن بن گئی ہے۔ اٹھا دو تم بھی چلمن، ذرا پھر دیکھ لیں، آہ غضب کے نظاروں کا مرقع ہو

آپ نے چلمن کی اوٹ میں لباس مجاز جس کا دوسرا نام ہے قیامت کی حقیقت کی جھلک

دکھلا دی کہ ہزاروں سجدے تڑپ رہے ہیں مری جبین نیاز میں۔ بس آگے کچھ نہ کہوں گا

تکفیر کے فتووں کا ڈر لگا ہوا ہے ؎

کہاں تک باغ میں چن چن کے گلچیں پھول توڑیگے

لئے پھرتی ہے بلبل اپنے دل میں سارے گلشن کو

اس شعر میں جو شاعری کا چمن زار ہے جس کی پنکھڑی پنکھڑی میں شعریت سمائی ہوئی ہے

میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے کن جذبات کا باب وا ہو گیا ہے۔ سارے گلشن کا دل میں لئے پھرنا

ایک عجیب عالم اپنے اندر چھپائے ہوئے ہے، کس کس شعر کے اثر کو دکھلاؤں؟

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم

کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا این جاست

اللہ کرے مجھے وقت مل جائے کہ آپ کے دیوان پر تبصرہ کروں عقل والے دیوانے نظر والے

بے ہوش نہ ہو جائیں تو سہی۔ جواب میں دیر لگی آپ کی انتظار بھری نظروں کو واقعی

بڑی الجھن ہوتی ہوگی۔ وجہ لکھ دی ہے مگر پھر بھی ؎

لو کھڑے ہیں ہاتھ باندھے ہم تمہارے سامنے

ہریالی زادہ عثمان جعفری

سہجلی نصیری

۲ جنوری ۱۹۲۵ء شیدی عنبر بازار

حیدرآباد دکن

قدرافزائے جعفری سلام مسنون۔

آج جمعہ کا دن تھا۔ کل ۱۲ بجے دن سے دھیما دھیما درد سر مین کانٹے کی طرح چبھ رہا تھا۔ رات سویرے ہی سو گیا کہ یہ "زہر آگین تلخی" خواب نوشین سے بدل جائے گی۔ رات ساری اُلجھن مین کٹی، جاموں کی سی کالی رات کے بھونرے بالون کو سپیدۂ صبح سلجھانے ہی کو تھا کہ آنکھ لگ گئی، ایسی لگی کہ فجر کی حاضری بھی نہ ہوئی — کم ہونے کو تو کون کہے درد سر دَوران سر بن گیا۔ بدمزگی اور بڑھ گئی۔ اُسی حالت مین مولانا عنایت اللہ جو پروفیسر ذکاء اللہ مرحوم کے صحیح معنون مین جانشین ہین۔ ناظم دار الترجمہ کے ہین۔ اُن سے ملنے چلا گیا۔ شہر سے باہر انکا بسیرا ہے۔ "باغ عام" کے پاس جس کی شاہراہ بے شبہ کہکشان سے بڑھ کر دلپذیر اور اللہ کسی مہوش کی چندن لگی مانگ سے زیادہ جانستان ہے۔ صبح کا سہانا وقت تھا نکہت آفرین کیا ہوا لگی خاصی تفریح ہوئی لیکن تسکین نہ ہوئی۔ میری طبیعت کی عجیب اُفتاد ہے جہاں پھانس بھی گڑتی ہے تو جب تک نکل نہ لے جی کو چین نہین ہوتا۔ کرنے کا کام دھرا رہتا ہے۔ خدانخواستہ مرزا پھویا نہین ہون، کام کا دھنی ہون، ثبات کا پُتلا ہون — اور اسی جمعہ پر اپنی ایک آرزوئے دیرینہ کو اُٹھا رکھا تھا۔ دل کو اُس کی کاوش اور خلش الگ چھیڑ رہی تھی، کتابین جنھین مین اپنے تئیں حور وش ماہ تمثال پری جمالون سے کم نہین سمجھتا، اور مین بھی انکی ادائون پر اتنی ہی دم لگائے لیکن اس دم میرے جی کے بہلانے مین اُن کی اتھاہ دلکشیون کا کوئی حصہ نہ تھا، نگار، معارف، جامعہ، نیرنگ خیال، اردو، ہمایون، جیسے خوبان معانی، لعبتان خیالی سرہانے اور آس پاس گل اندام ناز آفرینون کا کام دے رہے تھے۔ لیکن جی کو نہ بہلنا تھا نہ بہلا۔

نماز جمعہ کی گھڑی نزدیک آتی جاتی تھی اور طبیعت سنبھلتی نہ تھی کہ شاعروں کے نامہ بر کبوتروں سے زیادہ پیارا نامہ رسان آیا جس کو دنیا "ہرکارہ" اور روشن خیال "پوسٹ مین" کا خطاب دیے ہوئے ہیں - اس نواح میں "ٹپہ والا" کہلاتا ہے، جسے میں اس اُجڑے ہوئے دیار کے دُور دراز کونوں کی بستیوں کی یکدلی اور یکجہتی اِس دہر کا سنجوگ سمجھتا ہوں!! میں تو کیا میرا خدا جانتا ہے ڈاکیہ کو لگاؤ اور لاگ کی درپنی جانتا ہوں!! میری نظر میں تو وہ دردو اُلفت اور سوزِ محبت کا چقماق ہی چقماق نظر آتا ہے - میری رجسٹری کی رسید اور اُسی کے جلو میں آپ کا بے نقاب خط مجھے ملا - میں نے ابھی ہاتھ ہی میں لیا تھا کہ اُس کی عنبریں ہوا ؤں نے بادِ فردوس کا کام دیا، اس کا ہر ہر لفظ میرے حق میں امرت کا پیالہ اور آبحیات کا میگوں جام تھا، آپ کا خط خط کاغذی نہیں ہوتا لفظوں کا گلدستہ ہوتا ہے جن کے خوبصورت پھولوں کی حسین اور نازک پنکھڑیاں خارِ حسن سے متوالی جھومتی نظر آتی ہیں، بے بناوٹ کہہ رہا ہوں تحریر نہیں ہوتی تخیل کی نزاکتوں اور نازش و نوازش کی زمزمہ سنجیوں کا ایک نظر فریب اور دلکش مرقع ہوتا ہے، آپ کے قلم کے ٹپکے ہوئے لفظوں کی نغمہ ریزیاں جو خود میری زبان کے زیر و بم سے بہت کچھ متاثر ہوا کرتی ہیں آہ میں نہیں کہہ سکتا کسقدر خمار آگین ہوتی ہیں -!!

چنانچہ پڑھتے پڑھتے درد کافور ہو گیا - گویا خط کیا تھا مسرت کا کنول تھا، یا سرور یا تازگی کا چہرہ جس کے گل ترکے شرما دینے والے رُخساروں کی شفق نما رنگینیاں اتنی دلنشین اور جان آفریں تھیں کہ دم کے دم میں صندل کا کام کیا بے دردسری کے نہ گھسنا لگا یا اور درد دور ہو گیا -

محترم صفدر! یہ نئی بات نہیں آپ کی تحریر ہمیشہ میرے ساتھ یہی عمل کرجاتی ہے

پسج مانیئے گا کہ جب آپ کا خط میرے پاس آیا ہے میرے دل مین میرے دل کی عمیق گہرائی مین ہمیشہ ایک نہ ایک ایسا تار چھیڑ گیا ہے جو راگنی کے سکون کے بعد بھی تھرتھراتا رہتا ہو۔ کئی بار مین اس کیف سرشار سے شرابور ہو چکا ہون، میری یہ ایک کیفیت ہے اور دل آپ جانتے ہین کہ صدہا کیفیتوں کا آماجگاہ ہو۔ کسی کا اُس پر تصرف تو ہو نہین مجھے آپ سے آج سے نہین تقریباً دس سال سے دلی ارادت بحد اُنس ہو اور مین آپ کو ایک ،،محترم ہستی،، کے لباس مین دیکھتا ہون۔ آپ کی قلم طرازی کو ،،عروس اُردو،، جس کی ہمیشہ ممنون رہے گی چشم امتیاز کی پتلی سمجھتا ہون۔ اپنے انہین اضطراری جذبون کے ساتھ جلدی جلدی مقدمہ کے نام کی سطرین لکھدی تہین۔ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کسی بربادگنہ لازم کا ٹوکرا سر نہ پڑے، مگر یہ بھی آپ کی دلنوازی کا ایک ،، دل کے نہ پار ہونے والا بے پناہ تیر،، ہو شکر ہے کہ وہ آپ کے برق نگاہ سے سرسبز ہوگا، مین تو پاپی ایسا حلا سر بجھو نہ راکھ! خدا کرے اب جلدی طبع ہوکر مطبوع طبع اور منظور نظر ثابت ہو، مین تو ابھی سے مرقع کی دعوتین دے رہا ہون۔

آپ نے میرے التماس کا جواب نہ دیا جس کا اشارۃً یہ مفہوم مین نے سمجھا ہے کہ یہ سب خام خیالیان ہین یا آپ ،، زمرۂ تقدس شعاران،، کے ایک رفیق ہین، غالباً میرا مطلب سمجھ گئے ہون گے کہ مرقع مین آپ کے فوٹو کا جو کھٹا ہونا چاہیئے۔ ایک تکلیف دیتا ہون حضرت ریاض (عمرش دراز باد) کا پتہ بھیجدیجیئے۔ مجھے اُن سے کام ہے، آپ کو پھر لکھون گا، مرقع کو تو آپ دُلھن بنا چکے اب نہ جانے آپ کے پیارے اور نشاط صفت ہاتھ کیا کرین گے؟

آپ کی ،،ہلال عید،، والی غزل کی وہ کنواری اور دوشیزہ گڑیان شیرینی الفاظ

کی لڑیوں مین مجھ سے دوچار ہادیئن، فی الحقیقت مین خوش نصیب ہون کہ بزم شاعری کی حسن نمائی کے قبل میری آنکھیں انھین دیکھ رہی ہین اور میرے کان سن رہے ہین مطلع سے پہلے مین دو شرارت والے شعر کی داد دیتا ہون - آہ یہ دل! اور یہن! آپ کی دو شرارتون نے انھین قیامت بنا دیا ہے، ،، کے اور کا ،، مزہ مجھ سے پوچھیے! ان دو شرارتون کی سنجوگ ،، وفا ،، پھر کیسی کچھ ہونا چاہیے جس کا حلیہ ،، بڑی بیداد گر ہوگی ،، سے بڑھ کر میٹھی اور معنی خیز ترکیب مین نہین سما سکتا - بیدادگری وفا کی توجیہ کسقدر البیلی ہے کہ بے مانے رہا نہین جاتا وفا اور بیداد کے اجتماع کا بھلا اس سے زیادہ رسیلا اور شوخ انداز ہو ہی کیا سکتا ہے؟ مطلع کی داد کی گنجایش نہین رہی، آپ نے حسرت عشق کا خاتمہ کر دیا، ایک چھوٹا سا شعر اور اس مین عالم حسرت سما دیا، آہ کس قیامت کی حسرت اور کس غضب کا ٹھاٹ کر جو دنیائے متانت اور سنجیدگی کو تہ وبالا کر دینے کا آلہ ہے چھیڑ ہو تو ایسی، ادا ہو تو ایسی رشک ورقیبی کو بے شبہ آپ نے ثابت کر دیا کہ دل کا ایک روگ اور جی کا ایک خلجان ہوتی ہین ورنہ مین تو شاعرانہ سوکن آپا یا سوتیا ڈاہ کے مرادف سمجھتا تھا - پوری غزل کا مشتاق رہون گا -

آپ کے پاس خط لکھنے بیٹھتا ہون خدا کو علم ہے کہ اختصار اختصار مین اتنا وقت آپ کا لے لیتا ہون، میری نظر سے اپنے اخلاق سے گرانی خاطر معاف فرمایئے - اب زیادہ نہ ستاؤن گا - مین یار شاطر بننا چاہتا ہون نہ کہ بار خاطر!! خدا کرے آپ اچھے ہون، اور خوش، والسلام -

آپکا نیازکیش ازلی عثمان جعفری مچھلی شہری

نوٹ :- مولانا نے اپنے اس بے نظیر خط مین، جو بلا تشبیہ خط رخسار جانان کا

جواب ہی ناچیز مؤلف کے ایک مطلع اور ایک شعر کی جو قبل شاعرے کے موزون ہو گئے تھے، داد دی ہے ہمارے پیارے ناظرین قبل اس کے کہ ہم سے دریافت کریں ہم ذیل مین لکھے دیتے ہین مطلع و شعر کی تو حقیقت نہین مگر ہمارے محترم لایق وفایق مولانا عثمان جعفری کی داد البتہ قابل ناز ہے۔

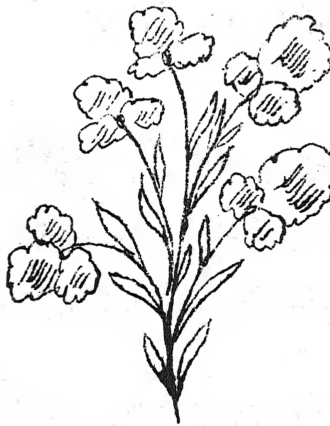
مطلع

عدو کے گھر ہلال عید پر انکی نظر ہو گی
شب وصل عدو ہاں عید بھی دشمن کے گھر ہو گی

شعر

یہ دن بھی ہین شرارت کے یہ سن بھی ہے شرارت کا
دغا بھی تیری اور کم سن بڑی بیداد گر ہو گی

(مؤلف)



حیدرآباد دکن

۵- نومبر ۱۹۲۴ء

گلزار اردو کے مالی حضرت صفدر!

سلام شوق!

خط کے ہم پہلو وقت کی مناسبت سے یہ اوراق پراگندہ ملاحظہ ہون۔ ابتدا سے طبیعت مین بے نیازی کا عالم تہا۔ اور شان استغنا کا افراط سے سرمایہ ہاتھ آ گیا تہا، ان کے ہاتھون عالم شباب مین دست شوق کے بنائے ہوئے گلدستے طاق یادگار زینت رہ نہین گئے، اب تو آسیائے فلک کا ایک دانہ ہو رہا ہون، شمع طبع بجھنے کو ہے، مذاق کا چراغ، چراغ سحری ہو رہا ہے، مین تو سمجھ رہا ہون کہ گویا لکھنے پڑھنے کے دن گئے، کام کرنے کا زمانہ نہ رہا، اور دل جس کو مین سینہ سے لگائے رکھتا تہا دنیا کی بے دردیون سے کافور ہو رہا ہے، بے قراری طبیعت اور بے تابی دل جس کو مین اس دنیائے بے مہر کا تحفہ سمجھا کرتا تہا اور یقیناً دنیا کی بے مہریون کی ان سے کچھ تلافی ہو رہی تھی، مجھ سے اس طرح جدا ہو رہے ہین جیسے "حسن کی بہارین" انحطاط شباب سے قبل کی حالت نہ پوچھئے، شوریدہ سری کا عالم تہا نچلا بیٹھا نہین جاتا تہا۔ فکر و خیال کے چلنے کے ساتھ ہاتھ پاؤن بھی چلبل چلبل کیا کرتے تھے، چار دن کونے کے مشاہیر اور اہل سخن سے اردو اور عربی مین نامہ و پیام باہم سلسلے کے بہانے داد سخن دیا کرتے تھے۔ جھوٹ نہ جانئے اکثر تحریرین اور تحریرون کے اکثر فقرے اور بیشتر جملے قلم سے نکلنے کے بعد خود اپنی رقاصیون سے مجھی کو نچا نچا دیا کرتے تھے اور دل گانے لگا کرتا تہا، باغ اردو کے رنگ برنگ کے پھولون سے میرا دامان نگاہ تنگ ہوئے تہا لیکن آہ جفا شعار آسمان کو کیسی یہ کامرانی کا سین کب بھلا معلوم ہوتا ہے؟ داد کی غربت کی

ٹھوکریں کھلانے کے لئے دیس بدیس مارا مارا پھرا ۔ اس گردش فلکی کے دور میں وہ سرمایۂ نظر پھولوں کی پنکھڑیوں کی طرح نہ جانے کہاں تتر بتر ہو گیا ۔ اب انکی حسرت دل کے بہلانے کو باقی ہے ۔

کاش میرا کشکول بے مایگی بھرا ہوتا تو میں مرقع کے دامن میں ٹانکنے کے لئے بہترین ستارے پیش کرتا ۔

حضرت مضطر خیرآبادی کا ایک خط ابتدائی نہ جانے کیسے بچ گیا بھیج رہا ہوں ۔ مولانا عبدالحق بی اے سکریٹری انجمن ترقی اُردو کے دو خط میں مجھے ان کی سادگی بڑی شیریں معلوم ہوتی ہے ۔ شاید آپ کو بھی میٹھی محسوس ہو ۔ سید محمد ہادی ہادی مچھلی شہری وکیل علیگڈھ کا ایک ابتدائی خط ہے ۔ اور باقی تین چار خط میرے ہیں ۔ مرقع کے چوکھٹے میں جڑنے کے لائق یہ نہیں مگر شاید آپ کی نظر انتخاب انھیں بھی چن لے ۔ مجھے اپنی لکھی تحریروں کے عکس لینے کا کبھی شوق نہ ہوا یا د نہیں کہ کیونکر یہ مسودے رہ گئے تھے اُن کی نقلیں بھیج رہا ہوں ۔ مرقع کے خریداروں میں میرا نام بھی چڑھا لیجئے ۔ والسلام

آپ کا شیدائی

عثمان جعفری مچھلی شہری



مولٰینا عبدالحق صاحب بی اے سکریٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے نام

جہان آرائے اردو گیتی افروز ادب مصباح فیض منبع کمالات عالیجناب فیضمآب حضرت مولانا دامت ریاض الادب بہار حیواتکم فاخرۃ و باشند۔

سلام مسنون کا فریضہ عقیدت مندانہ آداب کے ساتھ پیش کرنے کا فخر حاصل کرتا ہوں۔ میری ہیچمدانی کے عالم میں پیش کی ہوئی رہبری کا جواب جس شان کے ساتھ مجھ ذرہ بے نوا کو مرحمت فرمایا گیا۔ اُس کا شکریہ میرا دل میری زبان، میری قوت تخیل دس حصہ میں ایک حصہ نہیں ادا کر سکتی۔ اور ذرہ نوازی محتاج مدح گستری نہیں۔ حُسن کرم کاغذی گھوڑوں کے سنگار سے بے نیاز ہے۔ ارباب نوازش کی نیاز پروریاں یا ہم ایسے نیاز کیشوں کے حق میں نوازش گرائیاں تعریف و ثنا سے مستغنی، لیکن کاش جذبات دلی کی تصویر میری زبان کاغذی نوکس پر کھینچ جاتی تو باوجود اپنے عجز کے شکر گزاری کا مرقع ضرور پیش کرتا جس کے لعبتان خیالی کے نظارۂ شیرین کے سامنے دریا کی روانی، روانی میں موجیں موجوں کی لہریں لہروں کے لہرانے کا دل فریب منظر پریاگ کے لب گنگا کا سین، صبح بنارس کا جانستان تنزہ، شام اودھ کے بہار کی لذت آفرینیوں کو نہ صرف سیر بینیان عالم کی نظروں سے گرادیں بلکہ حسن معانی کی دلدادہ ہستیاں بھی اُسے دیکھ کر مثنوی میر حسن سے آنکھ چُراتے دستنبوئے غالب کے شیدائیوں کو بے التفاتی کا پالا مار جاتا۔ گلستان بوستان کے سدا بہار پھول نرگس مزار کی طرح سرنگوں ہو جاتے، مگر افسوس زبان قلم ترجمان دل نہیں بن سکتی پھر اس ذرہ نوازی کا شکرانہ ادا کیسے ہو جس کے نخل آرزو کو برگ و بر کا گہنا پہنانے کے لئے اُس کی درخواست سے پہلے تحریک فرمائی گئی ہو۔

بے طلب جو ملا ملا مجھکو
بے سبب جو دیا دیا مجھکو

کاش وہ گھڑیاں جلد آئیں جب میں مجھے فخر حضوری حاصل ہو اور فرط انبساط سے مثل حباب جامے سے باہر ہوں اور مارے خوشی کے مرا پاؤں زمین پر نہ پڑے اور دماغ آسمان پر ہو ؎

کام رُکنے کا نہیں اے دل نادان کوئی!!

صدر مہتمم صاحب دورے پر تھے آج چھ سات دن ہوئے آ گئے۔ ناظم صدیقی غازیپوری ایک لائق و معزز آدمی ہیں، میرے آبائی مراسم کی زندہ نشانی ہیں ان سے میں ملا تھا۔ استفسار پر معلوم ہوا کہ عالیجناب کا مراسلہ میری تحریک کی بابت ان کے پاس نہیں پہونچا۔ چونکہ اس کا ذکر مذکور نام کو نہیں آیا اور مہتمم کے کاغذات خطوط مراسلات انہیں کے تفویض ہوتے ہیں۔ ذکر نہ ہونا تعجب ہے۔ میری صرصر بخت مراسلہ کو اڑا لیجانا یعنی ابتک سررشتہ عالیہ نظامت سے کسی قسم کا استفسار نہیں فرمایا گیا، عالی جناب کی کریمانہ فیاضیوں نے گستاخ بنا دیا ہے۔ آتش سوزان حریق اشتیاق بنائے ہوے ہے۔ پانی چھلنی میں ٹھہر نہیں سکتا۔ توجہ کی آنکھیں پر تو حقی سے ضیا پذیر ہو چکی ہیں۔ جس کے ذرۂ وجود کو حقانی مہر افروزیوں نے ضیا فگن بنا دیا ہے۔ جس کا سویدائے دل نقشہ جمال حقی کے انعکاس سے غیرت طور بنا ہوا ہو۔ جس کو فرط جذب نے وارفتہ بنا کر کباب سیخ بنا رکھا ہو۔ آہ اس کے دل کو قرار کیسے آ سکتا ہے، اس کی جان بیتاب صبر کیسے کر سکتی ہے۔ اسی اضطرار نے (خدا اس کو اور بڑھا دے) پھر مجھے بیتابی اور بے قراری اور سچے فدائین کا مرقع[1] پہنا کر عجز

[1] مرقع کے معنی خرقے کے بھی ہیں (مولف)

اور دردمندی کا کشکول ہاتھ میں دیکر عالی جناب کے فیاض اور گہر بار در پر کھڑا کیا ہے اور میں بھیک منگوں کی طرح عالی جناب کے دروازے پر اپنی صدائے دردو سوال درد و نگ التجائے جگر تاب پہونچانے کے لئے مجبور ہوں کہ ایک مراسلہ میری تحریک کے متعلق جناب سید علی اکبر صاحب صدر مہتمم کی خدمت میں اور پہونچا دیا جائے۔ نظامت میں تو غالباً تحریک پہونچ چکی ہوگی، ورنہ وہاں بھی ارقام فرمایا جائے۔ میں نے سید محی الدین صاحب بالقابہ کی خدمت میں گذارش کیا ہے۔ محمود احمد خان صاحب کو توجہ دلائی ہے کہ مطبع سے جلد کاغذات نکلوائے جائیں۔ اپنی آرزوے دیرینہ بصورت امیدیں کہ کسی کا شعر سنا رہی ہے۔

افسردہ دل بہو دیدہ رحمت نہیں ہے بند
کس دن کھلا ہوا درِ شاہِ زمان نہیں

اپنی جہان، فرد زذات عالی صفات کی نسبت عالی جناب کے قلم گہر رقم نے جو کچھ ارقام فرمایا ہے، وہ بھی بجا شیوہ کمال ہے، اور حسن رقم، جمال قلم، ورنہ اردو کو آج عالی جناب ہی پر ناز ہے۔ اردو کی عزت، پائیداری جناب کے دم سے ہے۔ خاص کر ان آنکھوں میں جو میری آنکھوں کی پتلی ہیں۔ اور میرے سر کی زیب۔ بے مبالغہ عرض کروں گا۔ گویا میں دیکھتا رہتا ہوں، غالب، سرسید، محسن الملک، حالی، آزاد، نذیر احمد صاحب مرحوم کی نہ صرف مرزا مظہر جانجاناں بزمرہ ساطین اردویت کی روحیں اور روحانیتیں چکور کی طرح آپ کے گرد چکر لگاتی رہتی ہیں۔ اور آپ کی مبارک ہستی میں ان تمام ہستیوں کی نمود نمایاں ہے،

آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری

خدا مجھے ایک بار کچھ دنون کے لئے جناب کے قدمون تک پہونچا دے اور میرا حریم آرزو شبستان نصرت بن جائے - زیادہ حد ادب -

کمترین عثمان جعفری مچھلی شہری

۱۰ فروری سنہ ۳۲ف گلبرگہ

سید محمد ہادی صاحب ہادی مچھلی شہری بی اے وکیل علیگڈھ کے نام

گھٹا جاتا ہے دل اندوہ بے پایان سے اے ہادی

سلام مسنون!

جو جان پہچان والے تو الگ انجان اجنبی کو ملانے کا ایک واسطہ ہے اوالسلام علی من تعرف ولامن تعرت (بخاری)

جی چاہتا تھا یہ سلام ہی اپنے جوش درونی کا اُبال دکھلانے لگون لیکن سلامیت نے عنوان خط کی کایا ہی پلٹ دی، آئینہ، ادیب، الہلال، مدینہ، مین اکثر آپ کے جلوے نظر آئے - بلا مبالغہ لکھ رہا ہون، جب کبھی کبھی یہ چون مین اخبارون مین آپ کا نام دیکھا آنکھون مین بجلی چمکی معلوم ہوا کہ طور ہے، بار بار دل چاہا کہ آپ کے پاس اپنی دلی نسبت اور اُنس ہمخیالی کا اظہار کرون اور کسیو جہ سے نہین تقاضائے الفت، محبت لاکھ پردے مین چھپائی جائے، لیکن میرا خیال ہے چھپ نہین سکتی، جگر مین ہمیشہ ایک کھٹک ہو جاتی تھی - آپ علی گڈھ کے نامی وکیل ہین، اور مین مچھلی شہر کا ایک بدنام و بدنام کنندہ، چہ نسبت و بہ بہین تفاوت، حرکت تخیل کو سکون سے

مبدل کر دیا کرتا تھا۔ ہر بات کے لئے ایک گھڑی ہوتی ہے جس مین اُس کا ظہور ہوتا ہے، اکتوبر کا "خادم کعبہ" نظر پڑا، آپ کی غزل سے آنکھ لگ گئی، جون جون پڑھتا جاتا تھا دل پر کٹاری لگتی جاتی تھی، آپ سے ربط معنی قائم ہوتا جاتا تھا۔ مین نہین کہ سکتا غزل پوری کرتے کرتے میرا کیا عالم ہوا ہے ؎

مری عمر دو روزہ پر ہے احسان تیغ قاتل کا

کہ ہر ہر قطرۂ خوں مین نہان اک زندگانی ہے

سچ باور کیجئے ہر ہر دفعہ پڑھنے مین نہ جانے کے کے بار مرا ہون اور جیا ہون، آہ شعر کیا آپ کے قلم سے نکلا ہے موت، زندگی کا عجیب سنگم یاد آگیا۔ ع

مرے زخمون مین پنہان راز ہے تسکین کامل کا

دوسرا مصرع   تمھاری نوک نشتر مین ہے پانی آب حیوان کا

واقعہ تو یہ ہے کہ مرہم شفا اور آب حیات ہے، درد کا چاہے درباب نہو لیکن درد دل کی تسکین کا سرمایہ ضرور ہے مجھے ان دونون مصرعون نے جتنا تڑپایا ہے اور تڑپ مین جو سکون پیدا کر دیا ہے وہ نوک قلم پر نہین آسکتے۔ غزلون کی مجموعی کیفیت نے آشنا دارفتہ بنایا کہ بیخود ہو گیا۔ اسی عالم محویت مین محو تماشہ ہو کر آپ کے پاس حاضر ہو رہا ہون، نہ اور تو ہے نہ اور لاگ، آپ کے مقطع نے تو کہین کا نہ رکھا، تسمہ ہی کاٹ ڈالا چنانچہ بجائے القاب خط کے آپ کا مقطع زبان قلم پر آگیا۔ اندوہ بے پایان نے سینہ مین آگ لگا دی، دل گھٹنے کی کیفیت نے ایک قیامت برپا کر دی پھر اگر گویم زبان سوزد کا دھڑکا لگا ہوا ہے، ڈرتا ہون کہ کہین کاغذ نہ جل جائے، اور قلم سے آگ نہ جھڑنے لگے۔

سینہ ہی آتش دان بننے کا حق رکھتا ہے۔ ع

بر لبم قفل است و در دل راز ہا

دعا کرتا ہوں کہ آپ کے قلم میں روانی ہو اور آپ کے ناہید آسا اشعار سے افق جرائد آسمان صحائف تاباں و درخشاں نظر آئے۔ آپ کے پیارے نام سے مچھلی شہر کا نام روشن ہوتا ہے، آپ مچھلی شہر کی نگری کا نام جگاتے ہیں اور میں مچھلی شہر کی جگمگاہٹ کا سچ جانیے پروانہ ہوں، مچھلی شہر کی شمع اللہ کرے شمع طور بن جائے، اندوہ بے پایاں میں مچھلی شہر کا بھی لگاؤ ہے!!!

مجھے شائد آپ نہ پہچانتے ہوں، مچھلی شہر سے برسوں ہوئے نکلا ہوں، کہ غربت اب میرا وطن ہو گیا، بدیس رہتے رہتے پردیسی بن گیا ہوں۔ ہاں جہاں کہیں رہوں اور جہاں کہیں رہا وطن کی لو لگی رہی۔ اور وطن کی دھن میں رہا، خدا کرے اسی دھن میں جیوں، اور اسی دھیان میں مروں اور وہیں دفن ہوں۔ نام بتاتے ہوئے شرم آتی ہے، بدنام کنندۂ نکو نامے چند ہوں ؎

نام نہ پوچھو مرا بد نام ہوں
کام نہ پوچھو مرا ناکام ہوں

بھکاریوں کی طرح مارا مارا پھرتا پھرتا حیدرآباد پہنچ گیا ہوں، زندگی کے پانچ دن ہیں اجلے کالے تیر کر رہا ہوں خدا کرے ایسی ہی گزر جائے۔ تین چار لڑکے بھی آپ کے وطن کے ساتھ ہیں، وطن کی خدمت کے لئے اُن کی خدمت میں لگا رہتا ہوں۔ خدا سوارت کرے، اور ان کی معصومانہ محنت اکارت نہ کرے، پیارے وطن کے کام آئیں۔

زیادہ والسلام مع الاکرام۔ بے مایہ عثمان جعفری

مولانا عمر جعفری ایم۔اے کے نام

سرمایۂ سرور رابطۂ انبساط عمر بھائی ادام اللہ ظلہم العالی۔

تسلیم ادب! کل بھائی جان کا خط پہونچا، لخت جگر فاطمہ کے مفارقت دوام کی بیچین کن، زہرہ گداز، دل دوز خبر لے آیا، آہ یہ معلوم کرکے کہ اکدرہ کی سوگوار زمین کو تیرہ و تار بنا گئی، اُس کے حسرتناک در و دیوار کو وحشتناک چھوڑ گئی۔ عجیب حال ہو، صدمہ جس سے مصیبتون کا مارا دل بھی پاش پاش ہے۔ کتنا ہوا! نہ مین ظاہر کرسکتا ہون نہ اظہار سے کچھ سود، باوجودیکہ رنج کا خوگر غم و الم کا عادی ہوچکا ہون اور سولہ سو میل کی مسافت پر بیٹھا ہون، بارہ بجے اطلاع ملی دل آتشکدہ بن گیا۔ دماغ آتش خانہ، فطرت کا اقتضا، بقائے وجود کے لیئے ہر چیز کا مصلح اندرون جسم رکھ چکا ہے، دونون آنکھون نے سیحون اور جیحون کا کام کیا اور شام تک اُس لگی آگ کو بجھاتی رہین، سنا ہے آگ پانی پڑنے سے ٹھنڈی ہوجاتی ہے یہ آگ پانی کے چھینٹون سے اور شعلہ خیز ہوتی تھی نہ بجھنا تھا نہ بجھی، رات بیچینی سے گذر چکی ہے لیکن آتش زدہ کی بھڑک اور لپٹ کا عالم جو کل تھا وہ آج بھی ہے، اگرچہ مرور ایام اس آگ کو بھی ایک روز قابل برداشت کردیگا جیسے اُس نے پہلے کی لگی ہوئی آگ دھیمی اور ہلکی کردی ہے، اپنے جی کا جب یہ حال مین مشاہدہ کررہا ہون، صرف چچا ہونے کی نسبت سے، تو آہ آپ کی طبیعت کا عالم تو نہ جانے کیا ہوگا۔ اور ہونا چاہئے۔ آہ مین تو جب خیال کرتا ہون، فاطمہ مری نہین معلوم ہوتی، زندہ ہے، اور بلاشبہ زندہ، صرف ہم لوگون کو خواب سرشار سے جگانے کے لئے وہ میٹھی نیند سو گئی ہے!!!

آہ فاطمہ مری نہین ہے، وہ یقیناً حیات ہے اور حیات کے ساتھ خود اُس کی ابدی زندگی بھی ہمین تسلی دے رہی ہے، ہمارے رنج وغم کو ہلکا کر رہی ہے، مین کتنا ہی اپنے دل بیقرار کو سمجھاتا ہون لیکن وہ نہین مانتا وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ وہ زندہ ہے، اُس کی زندگی اب بے لوث ہوگئی ہے، وہ ہر قسم کی دنیوی تیرگیون سے صاف ہوگئی ہے۔ صرف اُس نے اپنی جگہ بدل لی ہے، گویا ہمین وہ یہ ثابت کر رہی ہے۔ کہ دنیا عیش کا مقام نہین، اور دنیا کی رنگینیان دل لگانے کے قابل۔

فاطمہ کے کھیلنے کودنے کے دن تھے، چہلین کرنے کا وقت تھا، وہ یک بیک قبر جیسی تیرہ و تار کوٹھری مین عزلت نشین کیون ہوگئی؟ آہ وہ ہمین بتا گئی کہ دنیا کی سرزمین رہنے کے قابل نہین ہے، دنیا کی کوئی لذت اپنے اندر بقا و استحکام کا ذائقہ نہین رکھتی، دنیا کی ہر لذیذ اور خوشگوار چیز اپنے پہلو مین فنا یا فراق کی تلخی ضرور لیے ہوئے ہے جس سے ہر لذت آشنا کو آشنا ہونا ناگزیر ہے۔

آہ فاطمہ، پیاری فاطمہ، ہم لوگون کی گندہ معاشرت، سقیم زندگی، شرمناک حرکات قابل افسوس اعمال، کے بار سہار نہ سکی، وہ نازک تھی، نزاکت اُس کا خمیر تھا، گڑھ کر چلی گئی ہے، گویا ہماری موجودہ سوسائٹی اُس کے قابل نہ تھی، آہ فاطمہ جان سے عزیز فاطمہ معصوم تھی، عصمت اُس کی سہیلی تھی، ہماری گناہ مین آلودہ و سرشار و عصیان مین گھری ہوئی زندگیان اُس کا دل نہ بہلا سکین، وہ ایسی سیہ کار دنیا مین رہنے کی تاب نہ لا سکی، اسی لیے ہماری بجینیون اور بیکلیون کا احساس کئے بغیر ہمیشہ کے لئے ہم سے جُدا ہوگئی۔

آہ پیاری فاطمہ ایسی روٹھی کہ ہمیشہ کے لئے منائے نہ مانے گی کاش ہماری صحبتین

اُس کے حریم قدس کی پروردہ روح کے لئے دلبستگی کا سامان بہم پہونچا سکتین، تو وہ یون منہ پھیر کر خلاف وقت خلاف موسم چلی نہ جاتی، آہ اپنے عمّا (عمر اکو رکّا ورقیہ) کو عمّا (عثمان) کو یون بچپن، دل گرفتہ اور تڑپتا چھوڑ نہ جاتی، ہمین جتنی محبت اُسکے ساتھ تھی اُسکو بھی ہمارے ساتھ اُتنی ہی محبت تھی، مگر آہ اُس کی محبت ہر آمیزش سے پاک و صاف تھی، اور ہماری محبت تیرہ و مکدر، گویا وہ یہ بتانے کے لئے ہم سے روپوش ہو گئی ہے کہ فاطمہ جیسی بے بہا نعمتون کے قیام اور بقا کے لئے ایک صاف باطن اور شفاف دل، پاک روح کی خاطر داریون کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہی تو باعث ہے کہ دنیا فاطمہ جیسی نور کی دیویون کے کرشمۂ ناز سے خالی نظر آتی ہے۔ وہ سرچشمۂ حیات کے گھاٹ پر کھڑی کھیل رہی ہے، اور ہم لوگون کو اُسی سرچشمۂ حیات سے پانی پلانا چاہتی ہے، تاکہ ہماری یہ مستعار اور روزمرہ زندگی ہر قسم کے آلام و کدورت سے آیندہ پاک اور صاف رہے۔ ہم غم نصیبا!!! خدا بھاوج کو صبر جمیل دے۔ اور اُنکی جلتی ہوئی آنکھون کو گرم گرم آنسوؤن سے ٹھنڈی کر دے۔ تڑپتے ہوے جگر اور بیتاب دل کو سکون اور قرار بخشے، آپ کو سکون! اور آپ دونون غم نصیبون اور فلک ستا ؤن کو اللہ بصحت و عافیت زندہ و سلامت رکھے، فاطمہ آئے گی مگر اپنا نعم البدل بھیجیگی، اللہ اپنی مرضی پر آپکو اور بھاوج کو ثابت قدم رکھے، اور طاعت میں مصروف، گھڑی پھر وہ پھرے گا، اور ضرور پھرے گا۔ دنیا اسی کا نام ہے، رنج و سرور توام ہو۔ اور زیادہ کیا عرض کرون۔

الم رسیدہ، دل بریان مگر راضی برضا

غم نصیب حزین عثمان جعفری

حضرت رنگین کے نام

حیدرآباد دکن - ۷ رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

بزم معنی کے صدر نشین رنگین! محفل سخن سنج کے مولائے معنی آفرین!!

سلام نیاز خردانہ آداب، جیسے میں نظروں کے سامنے بجالاتا تھا اور اس کے ایک مستانہ کیف سے خود نشہ مستی کا سرشار بن جاتا تھا، اسے اجلے اجلے دو ورق کے کاغذی پردوں کی آڑ میں بجالاتا ہوں:-

بجاآوری آداب یا سلام تو اس کاغذ پر کئی نیلی نیلی سطرین کسی شکل میں سہی اور کسی صورت سہی، آپ کی نظر نظیر نواز تک پہنچا ہی دین گی لیکن حیرت تو اس پر ہے کہ خود اپنے "کیف مستی" کا مستانہ تماشا آپ کی نظروں تک پہنچانے کا کوئی ذریعہ نہین، کیونکہ میرا خیال ہے کہ الفاظ و حروف تو محض تمثال قالب ہین!! اگرچہ اکثر ارباب علم کا خیال ہے کہ وہ قالب ہین، مگر مین اپنے ذوق کو کیا کرون، قالبیت تسلیم کرنے کو کسی طرح راضی ہی نہین ہوتا - اور حقیقت بھی کم از کم میری بے مایہ نگاہ مین یہی نظر آتی ہے - قالب مین ایک حد تک اپنے قلب کے انعکاس کا مادہ ضرور ہوتا ہے - اور وہ یقیناً عالم قلب کے حسن و جمال کا پرتو لے اڑتا ہے - اور کسی جگہ پیکر ناز آفرین نظر آتا ہے - اور کہین پیکر بیجان، مگر افسوس اور آرزو بھرا افسوس تو یہ ہے کہ حرفون مین لفظون مین انعکاس حقیقت تو کیا نقل حقایق کی بھی اہلیت صحیحہ موجود نہین" چہ جائیکہ کیف درونی" کی کیفیات، رقص مطرب کا تماشا دکھانا، اس لیے میرے سلام نیاز کی صحیح اور اصلی تصویر کاغذی پردون کی تہون سے نظر آنی محال ہے، اور خالی خولی کاغذی سلام مین -

وہ بات کہاں مولوی مدن کی سی!!

گزشتہ عنایت نامہ کی یاد دلانا فضول ہے، رات کی بات کو دن بھلا دیتا ہے، چہ جائیکہ بیسوں راتیں درمیان آچکیں، اور میں یاد دلاؤں بھی تو کیوں؟ وہ مولانا کا جوابی خط تھا جو میرے ایک نیازنامہ کے جواب میں بھیجا گیا تھا، اگرچہ مولانا نے مجھ سے ہر ہفتہ ایک عریضہ بھیجنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ اور میرا خود جی ہمیشہ چاہا کرتا ہے کہ ساتویں آٹھویں ایک پیام نیاز ضرور پیش کیا کروں مگر کیا کروں حیدرآباد کی فضا کبھی جی کا چاہا پورا نہیں ہونے دیتی، دل کی آرزو دل ہی میں رہ جاتی ہے، مصروفیت کا ہجوم نہیں اژدحام رہتا ہے گویا میں "مجسمہ کردار" ہوں کہ میرے لئے اس "دروزہ زندگی میں کاموں کا اس قدر تانتا بندھا رہتا ہے کہ سر اٹھانے کی بھی مہلت نہیں دیتا۔ اسوجہ سے صرف اس سبب سے کتنی راتیں اور کتنے دن گزر جاتے ہیں کہ استدراک مزاج کا بھی شرف حاصل نہیں کر سکتا۔ چودہ پندرہ دن ہوئے ضرورتاً بمبئی گیا تھا چار دن رہا۔ مراجعت میں اسٹیشن گلبرگہ پر جن عواطف اور جواذب نے کھینچا ہے اور جس کشش کی کشاکش میں پڑا ہوں اُس میں مولانا کا غالباً بڑا حصہ تھا۔ مگر ناگزیر سبب سے قیام نہ کر سکا۔ ورنہ آرزوے دید بر آتی، خدا سے دعا ہے کہ آپ کا مزاج وہاج مع الخیر والعافیت ہو اور ساتھ ہی وابستگان دامن بھی بعافیت، بخیر و خوش ہوں خاص کر ریحانۃ الدنیا۔ بی بی اچھی ہوں، آرام سے ہوں مسرور رہو دن، بلی کے بچے کے نئے جوڑے اُنکے معصومانہ اور پیاری محبت کے مزے اور لطف لطیف لوٹ رہے ہوں، شاید اسیوجہ سے کہ مجھے بھی آغاز عہد سے بلی اور اُسکے مسکین بچوں سے بیحد اُنس رہا ہے، اسوجہ سے کہ مجھے جناب ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے غایت ربط رہا ہے۔ یعنی عزیزہ ہیں اور مولانا کے چشم و چراغ زندگی "ربیع حیات" یعنی

بی رابعہ لکھا سے ایک خاص رابطہ یا اُن کی لطیف طبیعت سے ایک طرح کا خاص اُنس و خلوص پیدا ہو گیا ہے۔ خدا کرے اُن کی لطافتین روز افزون رہین۔ اور آپ جیسے شفیق ولی نعمت کے سایہ عاطفت مین اور اپنی امی جان کی آغوش اُلفت مین عمر طبعی پوری کرین اور رابطہ اد صاف ثابت ہون۔ آمین!

میری بہت سی دعائین فرما دی جائین۔ میرے یہان بھی تعطیل ہو گی مگر اس سال بھی قصد وطن نہین ہے، وہان جا کر اور درد مول لینا ہے۔ والدہ ماجدہ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا، پریم کی دیوی کے ساتھ محبت و شفقت کے نظارون کا خاتمہ ہو چکا۔ اور اب جاؤن تو درد و الم کے لئے، بے مہری وطن کا خدانخواستہ شکوہ سنج نہین، وقت ہے، اور حسن روئی اندوہ نہانی، اس وجدان کو کیا کرون!

کچھ روزے ہو گئے، اچھے ہوے ایک روز اور روز اول سحر کے بعد روزہ دارون پر رحمت باری کا نزول ہو گیا تھا پھر بوندا باندی وہ ایک روز رہی پھر برسا برسایا نہین گرمی اچھی خاصی رہتی ہے، روزہ دن کا تو شباب یہی ہے اور ہر چیز کا شباب ہی پیارا ہوتا ہے۔ مجھے تو گرمیون کے روزے مزے دے جاتے ہین کیا ایسی گرمیون مین بھی اُم ہریرہ رابعہ بی روزے رکھتی ہین، آپ کی تراویح اس سال کہان اور کس مسجد مین ہوتی ہے۔

نیاز کیش ازلی

خادم ابدی

عثمان جعفری

مولانا عبد الحق صاحب بی اے سکرٹری انجمن ترقی اردو اورنگ آباد کے خطوط

مولینا عثمان جعفری ایم اے پروفیسر عثمانیہ کالج حیدرآباد دکن کے نام

کیمپ مچھلی گاؤں - ۱۵ جنوری سنہ ۱۹۲۲ء

شفیقی و عزیزی سلمہ - آپ کا محبت نامہ پہنچا گو میں اس سے قبل ہی آپکے متعلق سید علی اکبر صاحب کو لکھ چکا تھا آج پندرہ روز یا زیادہ ہوتے ہیں مگر اب تک انکا جواب وصول نہیں ہوا شاید وہ مستقر پر نہیں ہیں -

آپ کے محبت آمیز خط اور اشتیاق کا مجھ پر بہت اثر ہوا اور میں ہر طرح آپ کی مدد اور ہمدردی کے لئے حاضر ہون لیکن آپ نے جیسا مجھے سمجھ رکھا ہے ویسا نہیں ہون، بقول مولانا حالی ؎

جیسا نظر آتا ہون نہ ایسا ہون میں اور جیسا سمجھتے ہیں نہ ویسا ہون میں
اپنے سے بھی عیب ہون چھپا آئے بس مجکو ہی معلوم ہے جیسا ہون میں

مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہان آنے کے بعد آپ کو مایوسی نہو، مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کی صواب بین اور عیب پوش نگاہ میرے آڑے آئے گی مجھے خود بھی آپ سے صاحب ذوق اور صاحب علم کی ضرورت ہے، میں یہان یکہ و تنہا ہون اور جو کچھ بھی برا بھلا کر رہا ہون انجمن کوئی میرا ہاتھ بٹانے والا نہیں ہے، آپ کے آجانے سے مجھے بڑی تقویت ہوجائے گی، نظامت نے یہ عجیب قاعدہ قرار دیا ہے کہ ایک صوبہ سے دوسرے صوبہ

مین تبادلہ کے لئے دونوں صدر مہتموں کی رضامندی کی ضرورت ہے تاہم مین نظامت مین لکھتا ہوں شائد وہ تبادلہ کر دین، اس عرصہ مین ممکن ہے کہ سید علی اکبر صاحب کا بھی جواب آجائے۔

آپکا ہمدرد

عبدالحق

اورنگ آباد۔ ۲۳ فروری ۲۲ء

شفیقی وعزیزی سلمہ۔ آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ آپ نے جن محبت آمیز الفاظ مین یہ خط لکھا ہے حیران ہوں کہ اسکا جواب مین کیونکر ادا کروں، بہرحال آپکی اس عنایت اور ارادت کا بہت ممنون ہوں، آپ کے اشتیاق نے میرے شوق کو اور مشتعل کر دیا ہے، اور مین چاہتا ہوں کہ اس انتظار کا پردہ جہان تک جلد ممکن ہو اٹھ جائے، اگر یہ معاملہ صرف دفتر نظامت تک محدود ہوتا تو اسکے طے کرنے مین ایک دن کی بھی دیر نہ لگتی لیکن اس مین صدر مہتمم صاحب کی بھی منظوری ضروری ہے اور یہی وجہ تاخیر ہے تعجب ہے کہ میرا خط سید علی اکبر صاحب کو نہیں پہنچا، یہ خط خانگی تھا سرکاری نہ تھا کیونکہ خانگی خط کا اثر زیادہ ہوتا ہے، آج مین نے انہیں پھر لکھا ہے، خدا کرے وہ راضی ہو جائین، وہ آپ کے کام اور قابلیت سے بہت خوش ہین، اور ممکن ہے کہ یہ سد راہ ہو۔

مجھے افسوس ہے کہ گلبرگہ مین آپ سے ملاقات نہوئی، مین نے دو بار رنگین صاحب سے کہلا کر بھیجا مگر نہ معلوم کیا وجہ ہوئی کہ آپ نہ آسکے، ایک بار اورنگ آباد مین آپ سے ملاقات ہوئی تھی اور اُس کے بعد پھر آپ کی صورت دیکھنی نصیب نہوئی، میری بدقسمتی ہے کہ گلبرگہ پہنچکر بھی آپ سے نہ مل سکا، اب سید علی اکبر صاحب کے خط کا منتظر

ہون مین حیدرآباد سے کل ہی واپس آیا ہون۔ اس وقت آپکا عنایت نامہ ملا اسلئے جواب مین تاخیر ہوئی۔

آپکا خیر طلب
عبدالحق

خواجہ عبدالرؤف صاحب عشرت لکھنوی سکرٹری انجمن اصلاح سخن کے خطوط

اکمل الشعرا مولوی کامل صاحب عظیم آبادی کے نام

لکھنؤ ۷ نومبر ۱۹۱۹ء

مولوی کامل صاحب۔ دعا۔ خلش سلمہ میرے پاس آئے تھے۔ میرے خیال مین دوسری طرح معنی خیز ہی جناب حامد کی یاد فرمائی کا مین شکر گزار ہون لیکن اس پیرانہ سالی مین مین شریک مشاعرہ ہوکر کیا کرون حال کی تہذیب سے نابلد ہون اگلی تہذیب تو اب قصہ کہانی ہوگئی، اب جو رنگ مشاعرون کا سنتا ہون تو دل کانپ جاتا ہی، پچھلی صحبتین بچھڑے ہوے احباب یاد آجاتے ہین، اگلی تہذیب یہ تھی کہ مشاعرون مین بزم آدب کا لطف آتا تھا۔ ایک شخص تحت اللفظ غزل پڑھتا تھا، لوگ ہمہ تن گوش ہوکر سنتے تھے اور داد حسب آداب عمر حسب لیاقت دیتے تھے کوئی غلطی ہوتی تھی تو سب کے سب خاموش رہتے تھے۔ نو عمر پہلے پڑھتے تھے کہنہ مشق آخر مین۔

ایک صحبت کا ذکر ہے کہ نواب اصغر حسین صاحب فاخر مرحوم کے یہان مشاعرہ تھا مولوی تقی میان کامل کا پاؤن سن ہوگیا۔ اُنھون نے نواب صاحب سے عرض کیا، نواب صاحب نے کہا کیا مضائقہ ہے پاؤن پھیلا دیجئے اول تو آپ بزرگ ہین دوسرے شکایت بھی ظاہر ہو انھون نے پاؤن پھیلا دیا سب شعرا نے مشورہ کیا کہ یہ امر تہذیب مشاعرہ کے خلاف ہو اگر اسطرح دے جائے گی تو تہذیب قائم نہ رہے گی سب کے سب اُٹھ کھڑے ہوے اور کہا کہ جناب کامل کی طبیعت ناساز ہے تو مشاعرہ بے لطف رہیگا، ہر چند معذرت کی مگر قبول نہوئی۔

قیمرحوم کا ذکر ہے، ایک مشاعرے مین مرحوم شریک بزم تھے۔ ایک شاعر نے ٹوپی اُتار کر اپنے داغ کو ہوا دی۔ آپ نے غزل نہین پڑھی اور عذر کر کے چلے آئے۔ اُس دن سے مرتے دم تک کسی مشاعرے مین نہ گئے ؎

لے مصحفی مین روؤن کیا پچھلی صحبتون کو

بن بن کے کھیل ایسے لاکھون بگڑ گئے ہین۔

اِس تہذیب کو دیکھتے ہوے تو مشاعرہ اب مشاعرہ نہین رہا اور بہت سے کہنہ مشق خوشگو شعرا گوشہ نشین ہوگئے۔ لسان الملک حضرت ریاض فضل اللہ ولد جناب فضل علی خلف جناب امیر جناب انجم لکھنوی تلمیذ جناب امیر اور بہت سے شاعر شریک نہین ہوے مجھے نہ گانا آتا ہے نہ بتانا اگر میر تقی مرحوم کی بھی غزل پڑھون گا تو رنگ نہ دیگی اسلئے کہ آجکل داد بقیدہ علم موسیقی ملتی ہے۔ پھر مجھ ایسے ناکارہ شخص کو مشاعرے مین بلانے سے کیا حاصل دوسرے مین اپنی موجودگی مین اپنا کلام کسی خوش گلو سے پڑھوانا معیوب جانتا ہون ایسی حالت مین کیا آؤن۔ کیا سناؤن۔

ہان صاحب۔ روپیہ تو آپ کے حامد صاحب نہایت اولوالعزمی اور عالی ہمتی سے صرف کرتے ہین مگر اپنی اپنی رائے ہے کم سے کم ایک ہزار روپیہ اس مشاعرے کے سازوسامان اور شعراء کی آمدورفت مین صرف ہوا ہوگا۔ اسی روپیہ مین انکے کئی دیوان چھپ جاتے جوان کی یادگار رہتے۔ سندیلہ کا مشاعرہ اتنا عظیم الشان ہوتا تھا۔ مگر آج کوئی اُس کا نام بھی نہین لیتا۔

میری تو رائے اس بارے مین بالکل جناب حامد کی رائے کے خلاف ہے بات یہ ہے کہ جب ہمارے گردوپیش کے رؤسا ایسی باتون پر خیال نہ فرمائین گے تو ایک اکیلی ریاست حیدرآباد دکن کس کس صوبہ کے علمی کارنامون کی اشاعت مین حصہ لے سکتی ہے میرا مقصد صرف یہ ہے کہ جناب حامد کو اس طرح روپیہ برباد نہ کرنا چاہیئے بلکہ کسی مفید کام مین صرف کرکے کچھ ملک کی زبان کی خدمت کرنا چاہیئے۔

دعاگو

عشرت

مولوی اکمل الشعراء کامل صاحب تسلیم

مین آپ کی غزل مین وجہ اصلاح نہین لکھتا میرے خیال مین آپ ان باتون کو خوب سمجھ لینگے اگر کسی شعر مین کچھ عذر ہو تو ضرور دریافت کرلیا کیجئے مین اس سے بہت خوش ہوتا ہون۔ مین نے جو باتین بتائی ہین وہ کچھ ایسی مشکل نہین ہین، اس مین شک نہین کہ آپ مصرع بہت صاف بامعنی لگاتے ہین مگر بعض بعض مصرعون مین اکثر جلی تعقید نظر آتی ہے، بندش سست ہوتی ہے اور حشو قبیح کی غلطیان اکثر نکلتی ہین۔

تعقید کی مثال ۔ ۶

نہین مرغوب ہو گی فصل گل کی غیر موسم مین

یعنی فصل گل غیر موسم مین مرغوب نہو گی ۔ اتنی سی بات کو اسقدر تبدل تحرف کے بعد لکھا ۔

سست بندش کی مثال مصیبت کو جہان کی ۔ یہ کو ۔ کی مُخلِّ فصاحت ہے بدل دی گئی ۔

حشو قبیح کی مثال ۔ ۶

کہ دیکھون آج ساقی کی مرے ہمت کہانتک ہے

اس مصرع مین آج اور میرے دونون حشو واقع ہوے ہین ۔ ان باتون کا آیندہ خیال رہے اگر اصلاح سمجھ مین نہ آتی ہو تو مین وجہ اصلاح بھی لکھدیا کرون ۔

مین شیخ محمد جان شاد پیر و میر کا شاگرد ہون جو گیارہ برس کے سِن مین ملک الشعرا میر تقی میر دہلوی کے پاس اصلاح کو غزل لے گئے میر نے اپنے بیٹے سید محمد عسکری عرف میر کلو عرش کے حوالے کر دیا ۔ شیخ صاحب کا ایک دیوان عہد شاہی مین چھپا تھا ۔ ایک حال مین جسکو پندرہ سال کا زمانہ ہوتا ہے طبع ہوا ۔

عشرت لکھنوی

۶ ۔ جولائی ۱۹۱۸ء

مولوی کامل صاحب ۔

ادہر میری طبیعت نادرست تھی اور ابھی تک بالکل اچھا نہین ہون ۔ تمھاری غزل سرسری طور پر دیکھ کر بھیج دیتا ہون ۔ امید تو نہین مشاعرے کے وقت تک پہنچے تاہم اپنی سی کوشش کرتا ہون ۔

فک اضافت کو تم کیا پوچھتے ہو۔ جب ترکیب اضافی ہوتی ہے یعنی مضاف مضاف الیہ واقع ہوتا ہے اس وقت اضافت حذف کر دیتے ہین اس کو فک اضافت کہتے ہین۔ جیسے قلبِ سیاہ فارسی والے بدلکر سیاہ قلب بول جاتے ہین یا جامِ بلورین کو بلورین جام کہتے ہین تو اس طرح کا حذف جایز ہے اور اگر تربتِ مجنون کی اضافت کو حذف کرکے کوئی تربت مجنون کہے تو یہ ناجایز ہے۔

اب سنو! مضاف اور مضاف الیہ دو اسمون کے درمیان واقع ہوتا ہے فعل اور حرف کے درمیان نہین واقع ہوتا۔

روش کے چار معنی ہین۔ ایک تو باغ مین مہندی کی قطار کو کہتے ہین۔ جیسے کہ ہر روش باغ کی گویا کہ صف قائم ہے یعنی مہندی کی قطار۔ دوسرے اس راستے کو کہتے ہین جو باغ مین مہندی کے درمیان ہوتا ہے۔ صاحب بہادر روش باغ پر ٹہل رہے ہین تیسرے روش چال کو کہتے ہین داغ کہتے ہین ؎

وقتِ خرامِ ناز دکھا دو جدا جدا
یہ چال حشر کی یہ روش آسمان کی ہے

چوتھے روش حرف ہے بمعنی طرح۔ ؏

پامال ہوتے ہین گل ہر ہر روش چمن مین

یعنی ہر ہر طرح پامال ہوتے ہین اس مین روش کو چمن کے ساتھ کوئی تعلق اضافی نہین ہے پھر مضاف مضاف الیہ کیسا اور اضافت کیسی اور فک اضافت کیسا۔

دعاگو عشرت

۲۲-جولائی ۱۹۱۸ء

۱۷- مولوی کامل صاحب-

تمہارا خط آیا طوفان نوح کی خبر لایا- بھائی وہاں تو طوفان آیا اور یہاں ایک قطرہ پانی کا بھی آسمان سے نہ برسا- صحیح لفظ گنجلک نہ ہے گجلک نہیں ہے جب کسی شعر میں زیادہ حرف تقطیع سے گرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس میں گنجلک ہے بعض ناواقف تعقید کو بھی گنجلک سے تعبیر کرتے ہیں مگر یہ غلط ہے-

معشوق کے کسی واقعہ کو یا عاشق کے کسی حادثے کو نظم کرنا معاملہ بندی ہے جیسے ؎

کیونکر اُس کی نگہِ ناز سے جینا ہو گا
زہر دے اُسپہ یہ تاکید کہ پینا ہو گا

دوسرا مصرع معاملہ ہے اور داغ نے معاملہ بندی کی ہے-

شیوا بیانی شاعر کی صفت ہے، جو شاعر شعر کو صاف کر کے کہتا ہے اسکو شیوہ بیان کہتے ہیں شیوہ کہتے ہیں کام کو اچھی طرح کرنے کو-

عشرت

۳۱- اگست ۱۹۱۸ء

لکھنؤ- احاطہ خانساماں-

مولوی کامل صاحب- علیکم السلام

رباعیاں آپ ضرور لکھیں، ممکن تھا کہ دو چار رباعیاں میں لکھکر بھیجدیتا مگر میری خواہش یہ ہے کہ تم خود ہر طرح کی نظم پر قادر ہو جاؤ- اس کا وزن یہ ہے- لاحول ولاقوۃ الا باللہ

تعقید دو طرح کی ہوتی ہے تعقید لفظی و تعقید معنوی تعقید لفظی یہ ہے کہ
اس کا فعل فاعل مفعول اپنی جگہ پر مستعمل نہوا ہو تعقید معنوی یہ ہے کہ شعر کے معنی
صحیح نہون تعقید یہ ہے کہ مصرع مین لفظ اپنے محل استعمال سے بہت دور ہو گیا ہو
نذر کے متعلق جلال و امیر کا خیال تہا کہ یہ لفظ ز سے صحیح ہے چنانچہ جلال کے
دیوان چہارم مین جہان یہ لفظ آیا ہے ز ہی سے لکھا گیا ہے مگر املا حقیقت مین
ذال سے قائم ہو چکا ہے اور سب لوگ اسیطرح لکھتے ہین اسلئے جمہور کی تقلید واجب ہے۔
بھانا بمعنی پسند آنا متروک ہے۔ بدل دیا۔ یان۔ وان بھی اب متروک ہے
سایان کی اضافت تو جایز ہے۔ مگر احتیاط کرنا چاہئے۔ باد صرصر گرم ہوا کو کہتے ہین
ساقیا بھی متروک ہو۔ بدل دیا تعقید کا لفظ عام لوگون نے بنا لیا ہے نحویون کی
اصطلاح نہین ہے حقیقت مین ایہام اور تعقید لفظی مین بہت کم فرق ہے۔

عشرت لکھنوی

یکم اکتوبر ۱۹۱۰ء

کا ملہ حضور کی بدمزگی کے قبل یہ جملہ تم نے غلط لکھا۔ پٹنہ مین شاید بولا
جاتا ہو۔ کیونکہ ایک بار جناب حفیظ نے بھی فرمایا تھا کئی روز سے لڑکی بدمزہ ہے یعنی
بیمار ہو۔ یاس نے بھی ایک دفعہ کہا آج کل بدمزہ ہون اصل مین بدمزگی بدمزہ صفت
ہے اس کو بغیر موصوف کے اہل زبان نہین بولتے اسطرح کہنا چاہئے کہ آپ کی طبیعت
کی بدمزگی کے سبب سے یا لڑکی کی طبیعت بدمزہ ہے یا میری طبیعت بدمزہ ہے۔
بھائی غلو یہ نہین ہے جسکو تم غلو کہتے ہو۔ یہ عیوب قافیہ قدمائے عرب کے تحت
مین ہے اردو مین علم قافیہ ایک دوسری چیز ہے جس طرح فاع لاتن اور فعلاتن کا فرق

اُردو کے دربار سے نکال کر پھینک دیا گیا اسی طرح حرکت مجہول اور معروف کی قید خلاف فصحائے عجم اضافہ کی گئی آزاد یا متنا جمہور کے خلاف حکم دینگے وہ مقبول نہیں ہو سکتا۔

عشرت لکھنوی

۱۹- دسمبر سنہ ۱۹۲۱ء

جناب منشی بہاری لعل صاحب مشتاق دہلوی تلمیذ حضرت غالب کا

خط جناب قاضی محمد خلیل صاحب رئیس اعظم بریلی کے نام

مکرمی

تسلیم و نیاز کے بعد عرض یہ ہے کہ الوطرہ آگیا۔ حاضر خدمت ہو کر آپ کی مدح میں مولانا حالی نے جو رباعی رقم فرمائی مجھے بیحد پسند آئی آپ کی تازہ غزل سنکر جو مجھی مسرت ہوئی اُسے بیان نہیں کر سکتا مگر اسی زمانہ میں مزاج مبارک جادۂ اعتدال سے منحرف تھا یہ تردد تو اس وقت رفع ہو کہ جب آپ صحت یابی کا مژدہ رقم فرمائیں اور نشان مذکورہ بالا پر آپ کا عنایت نامہ شرف ورود لائے اور اس میں رقم ہو کہ آپ کے والد ماجد کے نام جو مرزا غالب کے خطوط ہیں اُنکے نقول کے واسطے کاتب کو ہدایت کر دی گئی ہے تا کہ پہلے خطوں کے تلف ہو جانے کا رنج رفع ہو جائے۔

ہاں خاکسار جب آپ کے ہمراہ رکاب الوطرہ گیا تھا اور وہاں تذکرہ شعراء کی جلدیں دیکھی تھیں لیکن میں انکا نام بھول گیا ہوں۔ آپ کو یاد ہو تو مطلع فرمائیے تا کہ اپنے عزیز کے کتب خانہ میں دیکھوں جہاں آجکل میں قیام پذیر ہوں۔ عزیز موصوف

کا نام لالہ سری رام ایم اے ہے خمخانۂ جاوید شعرا کا تذکرہ ایسا لکھا ہے کہ ابتک تو ایسی شعرا کے حال کی تاریخ نگاہ سے نہین گذری، نہ ترتیب ہوئی -

خاکسار بہاری لعل

۹ - جون ۱۸۲۵ء

مولوی نواب علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج کے خطوط مؤلف کے نام

بڑودہ ناگرواڑہ ۲۰ - اپریل ۱۹۱۵ء

کرمی تسلیم - آپکا عنایت نامہ پہنچا اور ساتھ ہی مرقع ادب کا ایک نسخہ بھی - یادآوری کا شکریہ - اپنی ناچیز رائے علیحدہ لکھکر خط کے ساتھ ملفوف کرتا ہون -

حضرت زاہد نے آپ کو لکھا کہ صفحہ ۱۸۶ کی آخری سطر کو مین نہ دیکھون میں نے سب سے پہلے اسی سطر کو دیکھا اور کیون نہ دیکھتا ہمارے جد امجد سے کہا گیا کہ باغ عدن مین جو جی چاہے کرنا لیکن اس درخت کو نہ چھونا مگر انھون نے چھونا کیا معنی مزہ سے خوب چکھا پھر مین اس سطر کو کیون نہ مزہ سے باربار پڑھتا حضرت مین آدمی ہون فرشتہ نہین ہون - الانسان حریص علی مامنع -

زاہد نے میرے چند خطوط آپ کو دیدیے غضب کیا مجھے گمان بھی نہ تھا کہ یہ ایران پبلک کے سامنے پیش ہون گے زاہد کا اگرچہ لفٹنٹی کے دفتر سے تعلق ہے لیکن اب مجھے یقین ہوگیا کہ حضرت کا تعلق کراما کاتبین کے سی آئی ڈی سے بھی ہے مین خوش تہا

کہ جب قیامت مین حساب وکتاب ہوگا تو مین جھٹ یہ شعر پڑھ کر بری ہو جاؤنگا ؎

پکڑے جاتے ہین فرشتون کے لکھے پر ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

مگر اب ڈرتا ہون کہ کہین میان زاہد جنکو مین اپنا آدمی سمجھتا ہون وہان بھی کوئی پرچہ پیش نکر دین جناب اب آپ بھی زرا ہوشیار رہئیے اور زاہد کو سمجھ بوجھ کے خط لکھا کیجیے۔

مین نے زاہد کو لکھا ہے کہ اپریل کے پہلے ہفتہ مین لکھنؤ آؤنگا۔کیا اُنکے ساتھ آپ سے بھی دہین ملاقات ہوسکتی ہی۔فقط والسلام

نواب علی عفی عنہ

مرقع ادب

مرقع ادب زمانۂ حال کے مشاہیر کے اُردو خطوط کا ایک نہایت دلچسپ معنی خیز اور مفید مجموعہ ہی۔یہ اپنی قسم کی پہلی کتاب ہی اور اپنی آپ مثال ہی، لائق مصنف نے نہ صرف اُردو لٹریچر کی ایک بیش بہا خدمت سرانجام دی ہی بلکہ ایک ایسا قیمتی ذخیرہ جمع کیا ہی جو آئندہ زمانہ مین جب مشاہیر حال کی سوانحمریان لکھی جائینگی نہایت کارآمد اور پُراز معلومات ثابت ہوگا۔کیونکہ بہت سے مکاتیب ایسے جمع کئے ہین جو ان مشاہیر کی پرائوٹ زندگی کا آئینہ ہین اور جنکی نسبت کاتب کو یہ گمان بھی نہ تھا کہ یہ کبھی پبلک کے سامنے پیش ہونگے۔

اس مجموعہ مین مختلف رنگ کے خطوط جو زبان اُردو کے آسمان پر قوس قزح

کی طرح جلوہ گر ہین شیدائیان اُردو تو یہ بہار ضرور ہی دیکھین گے لیکن ہمارے وہ نوجوان تعلیم یافتہ جو اپنی مادری زبان مین خط و کتابت کرنا فیشن کے خلاف سمجھتے ہین بیچارے بوجوہات خود ہی معذور رہین مُ انکی بھی آنکھین کھل جائینگی اور امید ہر کہ وہ اس پرلطف مجموعہ سے ضرور مستفید ہونگے یہ کتاب اس قابل ہر کہ سررشتہ تعلیم اس کی خاص طور سے قدر کرے اور لایق مولف کی ہمت افزائی کی معقول سبیل کرے لایق مولف سے اُمید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو جو بے شبہ نہایت مفید ہے جاری رکھینگے انشاء اللہ تعالیٰ انکی یہ قیمتی ادبی خدمت خاص و عام مین ضرور مقبول ہوگی۔

نواب علی

بڑودہ ۔ ناگرواڑہ ۔ ۱۷ جولائی ۱۹۱۵ء

مکرمی تسلیم۔

یقین مانیے روز ارادہ کرتا تھا کہ آپ کے محبت نامہ کا جواب لکھون لیکن نوبت نہین آتی تھی آج اس وقت آپ کا دوسرا عنایت نامہ پہنچا۔ تقدیم کرر کا لطف آیا الناظر مین آپ کے مشاعرہ والی غزل پڑھی ماشاء اللہ بہت مزہ دار اشعار ہین۔ اُمید ہے کہ آیندہ پرچون مین آپ اپنا کلام شائع فرماتے رہین گے۔ مرقع ادب کے دو نسخے میرے نام روانہ کیجیے قیمت وصول کرکے روانہ کرونگا۔ میری کتاب پر مولانا شرر جولائی کے دلگداز مین ریویو لکھین گے۔ اپنے خط مین انھون نے بہت کچھ پسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے جس سے امید ہوتی ہے کہ ریویو معرکۃ الآرا ہوگا۔ الناظر مین آپ شرر کے ریویو کے بعد کچھ لکھئے گا۔

دس جلدین الناظر ایجنسی مین روانہ کرتا ہون، بعد فروخت اور طلب کر لیجیے گا

کمیشن کی شرح کیا ہے میری تالیفات علی گڈھ بکڈپو میں پچیس فیصدی کمیشن پر جایا کرتی ہیں۔

معاملات تو ہو چکے اب فرمائیے کہ آپ کی فرمایش کا کیا جواب دوں۔ گویم مشکل وگرنہ گویم مشکل کا معاملہ ہے معارج الدین کے موضوع پر غور کرنے سے آپ کو میرے کام کی اہمیت اور انہماک کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔ ایسی حالت میں الناظر کے واسطے نظم لکھنا معلوم۔ دوسرا حصہ آجکل لکھ رہا ہوں۔ اور اس کے ساتھ ایک دوسری کتاب تاریخ صحف سماوی بھی جس میں توراۃ انجیل اور قرآن مجید کے جمع و ترتیب وغیرہ پر مفصل بحث ہے لیکن چونکہ آپ اس مرتبہ زبان سے کہہ چکے ہیں۔ اس لئے ایک نظم جو میں نے اسی ہفتہ میں الہ آباد سے واپس آکر لکھی تھی بھیجتا ہوں۔ واقعہ یہ ہے کہ آپ نے اس مرتبہ اپنے چند احباب شفیق الحسن علوی کاکوری احسن و حمید الہ آبادی وغیرہ کے ہمراہ مجھے جمنا کی سیر دکھائی کشتی پر سکار نغمہ سرائی۔ نظر بازی غرضکہ مختلف دلچسپیاں پیدا کی گئی تھیں جسکا فوٹو ان اشعار میں کھینچا ہے۔

سنگم کی سیر

کشتی عمر رواں پھر سوئے جمنا ہو رواں — نگہ شوق دکھا پھر مجھے سنگم کا سماں
وہ شفیق آتے ہیں مانند نسیم سحری — زاہد خشک ہے بلبل کی طرح زمزمہ خواں
یاد آتا ہے بہت نغمہ جاں بخش حمید — وہ نشاط جرأت احسن کہ قضا کا فرماں
لو وہ سنگم نظر آتا ہے عجب رنگ سے واہ — چاک گنگا کا گریباں ہے جمن کا داماں
نیلگوں رنگ جمن اگر ہے رنگ گنگا — دیویاں حسن کی شاید ہیں تہ آب نہاں
ملتے جاتے بھی ہیں اور ملنے سے ہچکاتے بھی — وصل میں فصل کی اک صورت دلکش ہے عیاں

چھپکے ملتے ہین نظر آتے ہین ظاہر مین الگ — کہین دریا سے نہ سیکھی ہو ان کی یہ بیان

گرچہ ہین دست بہ بغل پھر بھی کنارہ ہی مگر — دلمین گھٹتے ہین نکلتے نہین دل کے ارمان

واہ کیا عالم برزخ کا کھنچا ہے نقشہ — آیہ یلتقیان[ل] کیون نہو یان ورد زبان

اپنی ہستی کو مٹا دیتے ہین سچے عاشق — ملکے گنگا سے جمن ہو گئی بے نام و نشان

دل مضطر تری بیتابیان اب حد سے بڑھین — سیکھ اس راہ مین جمنا سے ز ضبط فغان

زاہد و حسن و نواب و شفیق آؤ ادھر — ناؤ منجدھار مین ہے ہمت مردان یاران

ڈگمگاتی ہے بہت کشتی ایام شباب — ناخدا سے کہ فتنون کا ہے اٹھا طوفان

چھٹنے لڑنا ہے چہیتون سے تو لڑلو اچھا — ہان مگر تر کسی صورت نہو اپنا دامان

شوق سے جلوۂ قدرت کا تماشہ دیکھو — لیکن اس راہ مین ہونا نہ کہین سر گردان

مثل آئینہ ہی تھا دل اپنا ہر دم — گرچہ ہون جلوہ فگن سیکڑون تمثال انسان

پاکبازی کا تجھے شیخ جو دعوی ہے تو ہو — ہم تو انسان ہین خطا وار ہے ہر دم انسان

سر کے بل چلتے ہین ہم گنگ و جمن کے مانند — سیل کی طرح روان خاک بسر گریان

زندگی جسم کا اور جان کا ہے سنگم نواب — دیکھ لے دیدۂ باطن سے تو پر لطف سمان

یہ نظم الناظر کے لئے بھیجتا ہون - اور جو زبان سے آپ کہہ چکے ہین اُس کو دست مین کر دکھایئے۔ مگر للہ اب جو ایسا دعوی نہ کیجئے گا ورنہ مجھے سخت وقت پیش آئے گی۔ گزشتہ ماہ مین میرے ایک دیرینہ کرم فرمانے ایک خط لکھا تھا جس مین میری کوتاہ

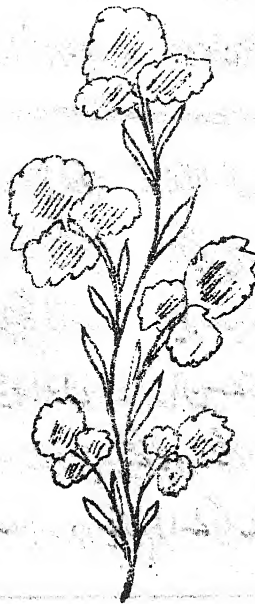
ل اشارہ ہے اس آیت پاک کی طرف۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان۔

قلمی اور احباب فراموشی کی شکایت تھی۔ مین نے اس کے جواب مین یہ قطعہ لکھدیا تھا یقین ہے آپ اس کو بہت پسند کرینگے۔ اور الناظر مین شائع کر سکتے ہین بشرطیکہ آپ اپنے قلم سے اس کی توضیح و شرح بھی شائع کرین۔

گو صحبت دیرینہ ہوئی درہم و برہم — بگڑا نہ کچھ اے چرخ ستمگار ہمارا
عکس رخ احباب ہین سینہ سے لگائے — البم ہے محبت کا دلِ زار ہمارا

نیاز کیش

نواب



اعتبار الملک حضرت مضطر خیر آبادی کا خط

مولانا عثمان جعفری ایم اے پروفیسر سٹی کالج حیدرآباد دکن کے نام

جناب جعفری سلام مسنون!

آپ کا خط جسکو دوسرے الفاظ مین آپ کے خیالی جذبات کا نمونہ کہنا چاہیے۔ غیر متعارفانہ حالت مین اس تعارف معنوی کو ساتھ لیکر میرے پاس پہونچا جو ہمجواری کی خوبصورت ڈوریون سے بندہا ہوا تھا۔ نہ مین اس قابل ہون کہ نا خدائے سخن بنکر دریائے نظم کی موجون کے تھپیڑون سے کسی ڈوبنے والے کی کشتی امید کو بچا سکون نہ اس لایق کہ گرداب آرزو کی چکر کھانے والی ناؤ کو ساحل نجات کی طرف جانے کو کوئی سہارا دیسکون، ہدایت و رہنمائی کے کفچے اور تعلیم عہدہ برائی کی بلیان جو ہاتھ مین تھین وہ قلزم سخن کے ناپید اکنار منظرون نے عرصہ ہوا کہ گوشہ ترک مشاغل مین رکھوادین، بادبان استدراک پھٹے پرانے کپڑے اب تو اس قابل رہ گئے ہین کہ زخم کہن کے پھاہون کے کام مین لے لئے جائین تاہم جو امداد اصلاح نثر مجھ سے ممکن ہے وہ مین آپکو بدل دے سکون گا۔ اگر آپ کوئی مضمون لکھا کرین تو شوق سے دکھا لیا کرین خط کی اصلاح اور اس کی واپسی بعد اصلاح میرے خیال مین کچھ ضروری نہین ہو۔

العاقبتہ بالخیر اسمہ معناد محکم اینما کنا و کنتم

مضطر تاب اللہ علیہ — ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۲۰ء

لشکر گوالیار

ایم مہدی حسن افادی الاقتصادی مرحوم کے خط

خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام دہلی کے نام

الٰہ آباد

جناب عالی تسلیم۔ اکتوبر کا صلا آپ کے نام "عروس جمیل لباس حریر" لاجواب نکلا، پاکیزگی لٹریچر کے ساتھ صنعت گری یعنی آرٹ کا اچھا خاصہ مرقع ہے جو یہاں اس سے جلد کچھ ہی مہینوں میں دیکھا گیا۔ آخر مجھ آپ کی نزاکت خیال میری آنکھوں سے آنسو بنکر ٹپکی لیکن دل کا درد نہ گیا، خدا را مشکل کیا حشر ہوگا؟ آپ کی تحریر سے دل کو چوٹ لگتی ہے۔ جیسے مجھ پر گذر رہی ہو یعنی کوئی چٹکی چٹکی کرید رہا ہو۔ آپ لکھتے نہیں دونوں ہاتھوں سے کلیجا نکالتے ہیں...... جتنے مضامین خاص تھے ایک ایک کو یاد نہیں کے دفعہ پڑھا اور ابھی پڑھنا جاری رہے گا۔ عید پر فلسفیانہ دادِ سخن بہت اچھی رہی، آپ نے جن ٹکڑوں کی جانب بالتخصیص مجھے توجہ کیا تھا وہ دل پر نقش ہو گئے جس طرح چھری گلے مل کر تڑپ کو مٹا دیتی ہے میں دیکھتا ہوں آپ کی تحریر اتنا ہی کو مل کر مارتی ہے۔ آپ کے قلم میں زبان کی جگہ چاقو، خنجر، تلوار، کٹار سبھی کچھ تو ہے، خدا ہی ہے جو جان بچے......

ایک نقرہ میرے لئے عنوان زندگی کے لحاظ سے میرے ڈھب کا تھا جس پر لوٹ ہو گیا! "وہ عورت جب منہ پھیر کر چلنے کے لئے کھڑی ہو تو اس کے یہ معنی ہیں کہ یہ چاہتی ہے کہ کوئی مرد آگے بڑھ کر دامن پکڑ لے" کتنا اچھوتا خیال ہے۔ "دائرۂ ادبیہ" آپ کی نظر سے گذرا اور پسند آیا یہ میری طفلانہ اُپج کا بہترین صلہ تھا جو آپ سے زبردست انشا پرداز کے ہاتھوں مل سکتا تھا

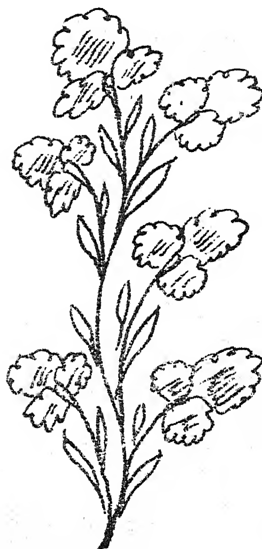
"کھلی چٹھی نے مار ڈالا جس کام کے لئے نیچر جلدی کر رہی ہے تم اپنے ذمہ اُس کا عذاب نہ لو۔ مین تم سے جیت نہین سکتا تم نے اپنے مضمون مین جوانی کا زور دکھایا ہے"

کیا بتاؤن ان فقرون نے مجھپر کیا ستم ڈھایا!

آپ کا ہر فقرہ ریویو کے لئے مستقل عنوان چاہتا ہے، اور مین لطف کو قائم رکھنا چاہتا ہون اس لئے جستہ جستہ داد دیتا رہون گا۔

آپ کا فدائی

مہدی - ۲ نومبر ۱۹۰۹ء



انشاپردازی کا دورِ جدید

حکیم برہم صاحب ایڈیٹر مشرق گورکھپور کے نام

پیارے برہم! مین دیکھتا ہون "مشرق" موضوعِ اخباری کے لحاظ سے نسبتاً اور پرچون کے مقابلہ مین اس قدر سطح فایقہ ہے کہ مین نہین جانتا کہ غور کرنے پر بھی کوئی نئی بات کہہ سکون گا جس کی وجہ غالباً یہ ہے کہ آپ اس کے قوام مین بہتر سے بہتر اجزا سے مدد لیتے ہین جو لایق حصول ہو سکتے ہین لیکن اس وقت مجھے اس کی ایک حیثیت اضافی یعنی انشاپردازی پر مختصراً کچھ عرض کرنا ہے۔ کچھ دنون سے آپ نے لٹریچر کے بعض نازک مسائل چھیڑ دیے ہین آپ کی دلچسپ عالمانہ تنقید کے سوا شہری کا پچھلا مضمون نہایت قابلیت سے لکھا گیا تھا۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مشرق مین ایک مستقل عنوان "دائرۂ ادبیہ" قائم کیا جائے جس کے تحت مین شایقین ادب کی نکتہ سنجیان جگہ پاتی رہین، آپ کے ساتھ اگر اور صاحبون نے بھی توجہ کی تو اس سلسلہ کا جاری رکھنا بڑی بات نہین۔

مین اس لحاظ سے کہ آپ میری تحریک کو محض زبانی جمع خرچ نہ سمجھین اپنے خیالات کی پہلی قسط بھیجتا ہون جس کا موضوع سخن ناصر علی کا اردو لٹریچر ہے جن کی پاکیزہ خیالی اور خوش بیانی کی نسبت مجھے اصرار ہے کہ ملک کی انشاپردازی مین امتیاز خاص رکھتی ہے اور چاہتا ہون کہ اردو کے آشنا ان کے کمالات کی داد دیجائے جس کا فیاضانہ اعتراف خود لٹریچر کے فرایض مین سے ہے، آپ نے میری

ایک سرسری تحریر کو پچھلی دفعہ اس قدر چمکایا کہ مین دیکھتا ہون مجھے بے تکلف بنا پڑا جس کے آثار آپ کو ان اوراق پریشان مین ملینگے جو بھیج رہا ہون۔

آپکا فدائی

دہلی ۱۷ ستمبر ۱۹۰۹ء

"دائرۂ ادبیہ"

بخدمت جناب خان بہادر سید ناصر علی صاحب بالقابہ اڈیٹر صلاے عام دہلی

جناب من! یاد فرمائی کا شکریہ ایرچے دیکھے، مدت کی چوٹ جو دل کا چور بنی ہوئی تھی ابھر آئی آپ کے لٹریچر کا مین اُس وقت سے دلدادہ ہون جب لٹریچر کا صحیح مفہوم بھی میرے ذہن مین نہین تھا۔ کم وبیش بیس برس ہوے جب آپنے ایک وضع خاص پر لکھنے پڑھنے کا مشغلہ جاری کیا یعنی "تیرھوین صدی" مین داد سخن دی "تہذیب الاخلاق" کے ساتھ ساتھ آپ نے جس ٹھاٹھ سے دھوان دھار مضامین لکھے اور سرسید کے لٹریچر پر جس سلیقے اور سخن گسترانہ شوخیون سے آپ نے انتقادات کی ٹھہرائی سچ تو یہ ہے کہ وہ اردو لٹریچر کی جان ہین۔ آج سنجیدگی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ مین نہین جانتا کہ ملک کے نامور اہل قلم آپ کے گزشتہ کمالات کی داد دینگے۔ لیکن مین کھل کر کہتا ہون کہ آپ نے اُس وقت انشا پردازی کو چمکایا جب بہتون نے قلم بھی ہاتھ مین نہین لیے تھے۔ آپ کا ادبی مذاق اور ایک خاص طرح کا مادہ اختراعی (اوریجنیلٹی) دراصل آپ کے اولیات مین داخل ہونے کے لائق ہے!

موجودہ نسل تمام تر تہذیب الاخلاق کے ادبی دور کی پیدا کردہ ہے جب یکے

لٹریچر کا شباب تھا اور یہیں سے اپنا مرتبہ دیکھ لیجئے "تیرھویں صدی" میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ آپ کا عنصر غیر فانی ہے لیکن افسوس ہے آپ کو یہ خیال نہ آیا کہ جس سے اتنے دنوں دماغی سابقے رہے وہ بہیئت مجموعی کتابی صورت میں جلوہ گری کا حق رکھتی ہے اس پاکیزہ مجموعے کی ترتیب سے اردو ادب العالیہ (کلاسکس) میں آپ کی طرف سے مستقلاً ایک قیمتی اضافہ ہوتا - جو یادگار زمانہ رہتا - آپ معاف فرمائیں گے یہ بدترین حق تلفی تھی جو آپ اپنی کر سکتے تھے - یہ خیال قطعاً صحیح نہیں ہے کہ ملک میں اچھے لکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں، نئی نسل کو آپ کی اردو سے کچھ واسطہ نہیں ہے نہ بہیئت موجودہ کسی میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ آئندہ کچھ کر سکے، صاف بات یہ ہے کہ جس لٹریچر پر آپ مٹے ہوئے ہیں مرے سے اس کی جان ہی سکے لالے ہیں جس زبان کی حیات طبعی بڈھے نذیر احمد اور حالی اور شبلی کے دم تک ہو وہ سسک سسک کر کب تک چل سکتی ہے؟ آپ سے کچھ امیدیں تھیں مگر اس وقت تک آپ کا صحیح مصرف کچھ نہ معلوم ہو سکا سنتا تھا لٹریچر بڑھاپے میں جوان ہوتا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ آپ کے ساتھ آپ کی طبیعت کا رنگ بھی کچھ بدل سا گیا ہے یعنی خیالات میں ایک طرح کی پختگی پائی جاتی ہے اور وہ بات نہیں رہی جو کچھ پہلے تھی شاید اس لئے کہ تہذیب الاخلاق کی طرح کوئی چیز الجھاو پیدا کرنے والی نہیں رہی یعنی جذبات کے اکسانے کا سامان نہیں رہا -

ملک میں اچھے لکھنے والے کم ہیں ان میں بھی تھوڑے ہی ایسے ہیں جو آپ کے رنگ میں دو سطریں بھی لکھ سکیں مرحوم ریاض (خدا انہیں مدتوں زندہ رکھے) اور ہم دو شہری کے دل سے پوچھئے ناصر علی پھر کہاں؟ صلائے عام کی ترکیب باوصف

حسن ظن جو آپ کی طرف سے ہی کچھ پسندیدہ نہ آئی۔ اس سے تو ناصری اچھا تھا
خاصے کی چیز اور "وقف عام" ایک طرح کا بے تکا پن ہے۔ ادب سے آپ کے
مذاق انشا پردازی پر نکتہ چینی منظور نہین لیکن آپ کو اپنے ڈھب پر لانا ہے۔
بیسوین صدی مین جو پرچہ آپ سے باکمال کے قلم سے نکلے ساتھ ہین اور وہ بھی … سخن
سخن" کے میکے یعنی دلی سے نکلے اس کا نام مین آپ کی جگہ ہوتا تو بے سوچے
سمجھے۔

ارتقاء

رکھ دیا۔ نام اتنا تو بالکیف ہو جس سے پرچے کی علت غائی یعنی آپ کے ادبی
تخیل (لٹریری ائیڈیل) کا پتا چل سکے تقطیع بھی مجھے پسند نہین۔ ولایت کے نامی
رسالے تو آپ کے پیش نظر ہونگے دور کیون جائیے الندوہ کی سی تقطیع اختیار
کیجئے جو نہایت موزون ہے۔ … ٹھیک نہین … رہا ہون اور سمجھ
مین نہین آتا آپ کے قدردان کہان سے آئینگے موجودہ … آپ کو نہین جانتی اور یہ
آپ کا قصور ہے لیکن "ہر فعل خود اپنی مکافات ہے" دنیا مین رہنے اور اچھی طرح رہنے کا
اسقدر حق ہے کہ جس طرح ہو اپنی مستقل یادگار چھوڑ جائے۔ اس کی اچھی ہوئی ترکیب
یہ ہی کہ تیرھوین صدی اور مشرقی … کچھ آپ نے لکھا لکھایا ہے اہتمام کے ساتھ
ایک دم سے شائع کر دیجئے لیکن مضامین … ہون۔ آب روان مین گاڑھے کا پیوند
بے جوڑ ہوگا۔ اگر یہ نہ ہوا تو میرے سر مین خاک مین سمجھونگا آپ جیتے جی مر گئے۔ اور
لٹریچر کے خون ناحق کا بار گران جو گردن پر رہا وہ علیحدہ۔ یہ اصرار آپ کے فاضلانہ
انشا پردازی کے لحاظ سے ہے آپ کی زبان … آپ کے مختلف النوع صفات کے ساتھ

کسی اور کے بس کی چیز نہین اور سچ یہ ہے کہ آپ فن کے اختصاصی (اسپلشٹ) ہین۔
مین آپ مین یونانیون کی سی لطافت خیال پاتا ہون، آپ کی چشم سخن جہان
"جنس لطیف" اور اُس کے متعلقات کی طرف اشارے کرتی ہے وہ نزاکت خیال کی
آخری حد ہے "تیرھوین صدی" مین بہتیرے نشتر ہین جو آج تک دل مین چبھ رہے
ہین ابھی ابھی ایک فقرہ نظر سے گذرا "یہ پان اُنکے لئے ہے" بے اختیار جی بھر آیا
اگلے پچھلے قصے پیش نظر ہو گئے، پوچھئے تو بتا نہین سکتا لیکن کچھ تو ہے جو دل پر چوٹ
لگی رکھ رکھاؤ آتا تو ہوا ایک چھوٹا سا فقرہ اور عطر زندگی۔
بوڑھے حالی جو شاعرانہ جذبات کے ساتھ بھی عورت تو خیر "چھوٹے چھوٹے
کپڑے" سے گھبراتے ہین اس قسم کی نزاکت خیال کو پسند نہین کرتے لیکن انشا پردازی
ان سے کبھی قطع نظر نہین کر سکتی، شوق کی مثنویون مین سے اگر زواید کو نکال ڈالئے
تو جو کچھ بچ رہے گا فلسفۂ اخلاق کی جان ہو گا ؎

یاد اتنی تمھین دلاتے جائین
پان کل کے لئے بناتے جائین

ان سیدھے سادے مصرعون مین جو رکھ رکھاؤ ہے کسی راز دار فطرت سے پوچھیے۔
کیا دنیا کی شاعری اس کی نظیر پیش کر سکتی ہے؟ یورپ مین جو آج بڑے پایے کے
لکھنے والے ہین اُنمین مذاق حسن پرستی اس قدر رچ گیا ہے کہ قریب قریب اُن کی
ہستی کا ایک جزو ہو رہا ہے، عورت جسے "خواب طفلی اور آرزوے شباب" کہئے۔

"ہر بات تری فسانہ حسن"

ہیئت اجتماعی (یعنی سوسائٹی) کی روح روان ہو رہی ہے جس سے کوئی شائستہ

لٹریچر دست بردار نہیں ہو سکتا۔ آپ ان نزاکتوں سے خوب واقف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ "عکس رُخ موتیوں کے دانوں میں"

صنف نازک آپ کے دائرہ تحریر میں کسی نہ کسی حیثیت سے آ ہی جاتی ہے۔ مہرالنسا کا وہ واقعہ کس قدر دلچسپ ہے جب اس نے باغ کی ایک روش پر جہانگیر کے ہاتھ سے کبوتر لیکر چھوڑ دیے تھے پروفیسر آزاد نے جس خوبصورتی سے اس کو دکھایا ہے انشاپردازی کو اس سے بہتر الفاظ آجتک نہ مل سکے۔ آپ وہ سمان دکھائیے جب مہرالنسا جوان بیوہ کی حیثیت سے شاہی محل میں رہنے سہنے لگی ہے لیکن ہائے وہ حسن افسردہ جو خود اپنی قوتوں سے واقف ہو۔ خوب جانتی تھی بجلی کدھر گرے گی ؎

شب امید بہ از روز عید می گزرد

کہ آشنا بہ تمنائے آشنا خفتست

جہانگیر ایک روز اُس کے کمرے میں جا نکلا جو ضیائے حُسن سے شیش محل ہو رہا تھا حور وش کنیزوں کی زرق برق پوشاکیں آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی تھیں اور فطرت کی لاڈلی "ہمہ غمزہ ہمہ عشوہ ہمہ ناز" نہایت سادے باریک لباس میں تھی لیکن شیشہ کی طرح صاف صاف جسم جھلک رہا تھا ؎

کلائی وہ نازک سی ہیرا تراش

وہ محرم میں سربستہ اک راز فاش

"مقیاس الشباب" کی سرکشی بتا رہی تھی کہ وہ دستانے کی طرح چھچھی محرم سے زیادہ اور دی اودی رگوں کے پیچ وخم اور اعصاب کی قدرتی کھینچ تان کی ممنون ہے۔ اس پر وہ کافوری برہنہ حصہ افقی اجیال کے لئے کیا باقی رہا غرض مہرالنساء عالم تصویر بنی ہوئی

تھی شاہی نگاہیں جم کر حسن عریانی کا جائزہ بھی نہ لینے پائی تھیں کہ ایک کہربائی قوت نے بجلی کے تاروں میں نہیں زلف عنبرین کے پیچوں میں "جہاں پناہ" کو جکڑنا شروع کیا، شاہانہ تمکنت نے دیکھتے دیکھتے حسن گلو سوز سے شکست کھائی جہانگیر سے ضبط نہ ہو سکا دل کا چور زبان پر یوں آیا۔

تمہارے اور تمہاری نونڈیوں کے لباس میں کیوں فرق ہے؟ اس کا جواب جو کچھ ملا اسی کا حصہ تھا جو آگے چل کر نور جہان ہونے والی تھی۔

"جی میرا لباس لازماً اوروں سے مختلف ہوگا۔ کیونکہ اسے شاہی خواہشات کے زیر اثر ہونا چاہیئے" ذرا دیکھئے گا یہ کیا کہہ گئی، جتنا کہا نہیں اس سے زیادہ تخیل کے لئے گنجائش چھوڑ دی۔

ایک فلسفی نے کیا چبھتی ہوئی بات کہی کہ "دنیا میں جہاں کہیں حسین عورت ہے میری رشتہ دار ازلی ہے یہ تعلق فرد انسانی میں ہمیشہ سے ہے اور وراثت طبعی کے قاعدے سے ہمیشہ رہے گا ہماری تمہاری خاک سے اور اٹھیں گے اور یہ سلسلہ قائم رہے گا"

"وہ کہتا ہے" "مجکو صرف ایک تخیل کی ضرورت ہے جو فانی زندگی کا ایک خیالی سہارا ہو اور اسی پر نہایت خوشی سے قانع رہوں گا۔ کیونکہ معلوم ہے دنیا دیکھنے کیلئے ہے برتنے کے لئے نہیں ہے۔

اس قسم کے بہتیرے نکتے ہیں مگر کہاں سے کون؟ آزاد جیتے جی مر گئے آپ باتوں باتوں میں ٹالنا چاہتے ہیں، کیا اچھا تھا اگر آپ بیسویں صدی کا مناظرہ لکھتے "اخوان الصفا" کے رنگ میں ایک خیالی مجمع الفصحا (لٹریری اکیڈمی) ترتیب دیجئے پورا دارہ ہو اس میں بحث یعنی اخلاقی، مذہبی، افادی، اقتصادی اور فلسفی وغیرہ مختلف الموضوع عناصر

اگر جمع ہو گئے اور ان سبھون مین آپس مین دماغی ٹکر ہوئی تو لطف آجائے گا۔ کچھ نہ سہی خیام کے فلسفہ پر ریویو کر ڈالئے اور جو پتے پتے کی کہہ گیا ہے ناآشنایان حقیقت کو سمجھا دیجئے بیچارہ یورپ کے ہاتھون جی رہا ہے ایشیا مین بے طرح اس کی مٹی خراب ہو تقہ لوگ اُسے ہاتھ بھی نہین لگاتے نہ جاننا بھی مزے کی بات ہے اس قسم کی سرد مہریان لٹریچر پر ایک بدنما داغ ہین۔

آجکل سرمایہ دار وہی سمجھا جاتا ہی جو پچھلون کے جمع کردہ مواد مین تصرف بیجا یا بجا کر سکے، آپ مین مادہ اختراعی کی کمی نہین مواد موجود ہو یورپ سے لیجئے اور خیالات کو پھیلا کر سمیٹئے اور لکھئیے غزالی اور ابن رشد کا محاکمہ بہت دلچسپ تھا۔ لیکن ضرورت تھی کہ زیادہ پھیلاؤ ہوتا اور لگے لپٹے مسائل مین کچھ رہ نہ جاتا مختصر یہ کہ جس پیمانہ پر آپ لکھ رہے ہین میرے توقعات اس سے کہین بڑھے ہوئے ہین۔ اور یہ امر آپ کی عظمت کے ثبوت مین ہو نری باتون سے خواہ وہ کتنی ہی پیاری ہون اگر بار بار دہرائیے تو جی اُکتا جاتا ہی، متعدد ادھورے مضامین کی جگہ ایک آدھ لکھئے لیکن ذرا جی لگا کر۔ کم سے کم ایک مضمون خالص فلسفیانہ رنگ مین ہو جسے ہمیشہ اُٹھا رکھاؤ کی حیثیت سے آپ اختراع فایعہ (ماسٹرپیس) کہہ سکین؛

نئے گروہ سے کچھ امید نہ کیجئے، ان کے ہان اس وقت تک صحیح علمی مذاق کا پتہ نہین، نہ پڑھنا لکھنا ضروریات زندگی مین داخل ہو۔ قومی لٹریچر سے بیگانگی جیسا اس سے پہلے کسی موقع پر لکھ چکا ہون اور سچ تو یہ ہے کہ انگریزی شاید کچھ آتی بھی ہو اُردو تو خیر سے قطعًا نہین آتی۔ انگریزی غیر ضروری آمیزش نے روزمرہ کا جسطرح خون کر رکھا آپ دیکھ رہے ہین، مغربی تمدن اور شائستگی کے دلدادہ جہان یورپ

کی تقلید پر مٹے ہوے ہین ایک خاص مسئلہ مین اجتہاد سے نہین چوکتے اس پر ستم ظریفی یہ ہے کہ کیسیکو احساس نہین یعنی تکلفات زندگی کے اصرار کے ساتھ بھی قومی لٹریچر پر کچھ صرف کرنا جرم ہی نہین بلکہ ایسا گناہ ہے جس کی بازپرس ہو کر رہے گی ایسے افراد کہان تک آپ کے توقعات پورے کر سکتے ہین۔ بہرحال آپ سے جو کچھ ہو سکے کئے جائیے اور یہ تو مین تفصیل سے عرض کر چکا کہ آپ سے کیا چاہتا ہون مغربیت کے اثر سے نئے نئے عنوان زندگی پیدا ہو گئے ہین انہین سے کسی بحث کو چھیڑیے آجکل کے عوائد رسمیہ (ایٹی کیٹ) اور ارتقا لباس پر جو نہایت اہم مسائل ہین کچھ لکھئے لکھائیے تو سب سے پہلے آپ کے دل و دماغ کے نتائج کی داد جس سے ملیگی وہ

مین ہون

آپ کا نیاز مند

ایم مہدی حسن (افادی الاقتصادی) الہ آباد۔ ۲۷ ستمبر ۱۹۰۹ء



مداحِ آلِ محمد حضرت محشر لکھنوی کا خط مولف کے نام

مکرمی جناب صفدر صاحب زاد لطفہ۔ تسلیم

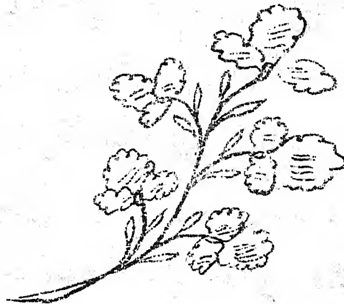
آپ کی تصنیف رسالہ مشاطہ سخن مین نے اول سے آخر تک دیکھا، واقعی دور شاعری مین آپ کے دماغ نے وہ کام کیا جو آج تک کسی نے نہین کیا۔ اساتذہ قدیم و جدید کی اصلاحین مع اپنے تنقیدی خیالات ارباب نظر کو دکھا دیے اس کے معنی یہ ہوے کہ فن اصلاح کو زندہ کر دیا۔ ہر شعر پر متقدمین کا زور قلم متاخرین کے لئے ایک کافی سبق ہے۔ اگر مین کہتا ہون کہ دنیاے ادب مین اس مقبول تالیف سے اضافہ ہوا تو کیا کیا یہ کچھ بھی نہین یہ سب کچھ کہہ چکے ہونگے سمجھ مین نہین آتا مشاطہ سخن کی حقیقی تعریف مین کیا کہا جائے بجز اس کے کہ خلاق سخن آپ کے زور تحریر کو ہمیشہ یونہی کامیاب رکھے۔ مشاطہ سخن اسم با مسمی ہے، یہ کتاب موجودہ یا آنے والے شاعرون کو طرز اصلاح سکھاتی ہے اور سکھا دیگی۔ مشاطہ سخن ایسی کتاب ہے جس کو دیکھ کر اہل قلم صحیح جدت طرازی کی طرف مائل ہوتے ہین مشاطہ سخن ارباب ادب کا ذوق سلیم درست کرتی ہے، مشاطہ سخن پرانے اُستادون کے جوہر کمالات کا آئینہ ہے۔ مشاطہ سخن سے پتہ چلتا ہے کہ ہمارے دماغ و فکر نے کیا کام کیا اور اُستادوں کے پُر زور قلم نے کون سا صحیح راستہ دکھایا۔ مشاطہ سخن وہ چراغ ہدایت ہے جس کی روشنی مین فکر شاعر منزل مقصود تک بے خوف و لغزش پہونچ سکتی ہے مشاطہ سخن اہل علم و کمال کے کتب خانون مین عزت سے جگہ پانے کے قابل ہے مشاطہ سخن مین جہان تک آپ کی فکر نے کام کیا سونے مین سہاگہ کہنا چاہئے آپ کا زور قلم آج سے نہین بلکہ مدتون سے ملک مین مشہور ہے مشاطہ سخن نے اور بھی زائد کر دیا۔ مشاطہ سخن مین

اکثر مقامات پر بعض اساتذہ کی اصلاحین دیکھنے والون کو سرمۂ چشم ہین۔ میرا جی چاہتا ہے کہ مین آپ سے فرمایش کرون کہ ایسی ہی ایک اور کتاب تیار کیجئے۔ ابھی اساتذہ کا سرمایہ بہت کچھ باقی ہو آپ کی کوشش سے صفحات کاغذ پر آجاے گا۔ ورنہ بہت جلد ضائع ہوجائے گا۔ آپ نے اس کے جمع کرنے مین جو کچھ جانکاہی کی یا دقت اٹھائی وہ آپ ہی کا دل جانتا ہو۔ میری راے ہے کہ مشاطۂ سخن ایسی کتاب ہے جس کی تالیف مین تصنیف کے اسرار ظاہر ہوتے ہین اُردو زبان کے ادبار کو روکئے اور جہان تک ہوسکے قلم کی روانی شب و روز برابر جاری رہے۔

اہل کمال کے تغافل نے فن کو مردہ کر رکھا ہے۔ خیر آپ ہی ایسے دو چار لکھنے والے ہین جن کی کوشش باطنی و ظاہری اُردو کی مسیحائی پر آمادہ رہے۔ آپ کا قبضہ جتنا اقلیم نظم پر ہے اتنا ہی نثر پر پھر کیون نہ آپ کے قلم کی نکلی ہوئی کتابین ادب کی محفلون مین آئینون کا کام دین کوشش سے باز نہ آئیے برکت دینے والا کوئی اور ہی ہو۔

آپ کا دیرینہ نیاز مند مداح آلِ محمدؐ

محشر لکھنوی



مولینا محمد حسین محوی کے خطوط مولف کے نام

لکھنؤ ۲۷ مارچ ۱۹۱۶ء روز دوشنبہ

برادرم تسلیم!

پرسون آپ کو لفافہ روانہ کیا تھا - کل اپنی مریضہ بیوی کو اجل کے حوالے اور سپرد خاک کیا - بھائی زندگی کی خوب بہار دیکھی - جوانی کے جو عیش دیکھے انکا گواہ یہ فلک ہے سنا تھا کہ جوانی مین عیش ہوتے ہین اور زندگی کا مزہ شباب مین آتا ہے لیکن ہم کچھ نہ کر سکے اور کچھ نہ دیکھ سکے اور جو دیکھا وہ بیان کرنے کے قابل نہین - کل ساڑھے نو بجے دن کو عمر کی سانس آخر ہوئی اور تمام تکالیف و آلام سے نجات حاصل ہوئی - دو بجے دن کے قریب تجہیز و تکفین سے فرصت پائی - ایک انیس زندگی کی دائمی مفارقت میرے عمر بھر رونے کے لئے کافی تھی جو یہ دوسری مصیبت مجھپر پھٹ پڑی کیا لکھون میرے حواس درست نہین اور نہ کچھ لکھنے کو جی چاہتا ہے بچہ خیریت سے ہے دیکھئے آپ کب تک ادہر آتے ہین غالباً مین پھر تک یہان اور رہون گا پھر بھوپال کا کوچ ہو - اب خدا جانے کب آنا ہو کیا عجب خاک بھوپال مجھے بھی زیادہ مہلت نہ دے - فقط

محمد حسین محوی

جامعہ الٰہیہ کانپور - ۸ مارچ ۱۹۲۱ء

بھائی جان سلام مسنون - آج جناب مولانا نے آپ کا کارڈ مجکو دیا جس مین آپ نے تازہ مشاعرہ کے تین شعر لکھے ہین ابھی مین احسن کو یہ کارڈ نہین دکھا سکا تینون شعر لاجواب ہین اور بہت خوب ہین "منظر خون شہیدان" والا مجکو بہت پسند آیا -

اور دین و ایمان بھولنے والے تو موجودہ دور کے لئے حاصل زمین ہی۔ اس رنگ کا مشاعرہ بھر مین صرف ایک شعر ہوگا۔ اب اسی شاعری کی ضرورت ہی۔ سبحان اللہ کیا کہنا ہی۔ مطلع کی سادگی اور ادائے بیان قابل داد ہے۔ "جی بچا ارشاد ہوتا ہی" کا ٹکڑا دوسرے شعر مین قیامت کا ہے۔ لٹے کیا اچھا شعر کا مفہوم ہے۔ آپ نے تو مجکو فراموش ہی کر دیا۔ جو صاحب لکھنؤ سے آتے ہین آپ کو ضرور پوچھ لیتا ہون۔ مدت کے بعد آپ کا یہ ہدیۂ رنگین پہونچا۔ یاد تازہ ہوگئی خدا جانے کتنے اگلے پچھلے قصے پیش نظر ہوگئے۔ بیساختہ جی چاہا کہ کاش آپ بھی سامنے ہوتے۔

میری جانب سے خورشید کو پیار۔ گھر مین سلام

محمد حسین محوی

شیخ محمد مختار احمد صاحب عرف منے میان قدوائی بی اے ایل ایل بی کے خطوط حضرت زاہد نتنوی کے نام

بارہ بنکی ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۳ء

زاہد آؤ تمھین بھی دکھلا دین
سیر تہخانے مین خدائی کی

کہو زاہد کیا حال ہی۔ کس دھن مین ہو۔ مین نے تو ۸ تاریخ کو ایک خط لکھا مگر تم نے آج تک جواب نہ دیا۔ کیا تم بھی پیرے آتے ہی الہ آباد سے نکل کھڑے ہوے اگر یہ سچ ہے تو کدھر گئے اور کہان۔

محرم کی تو خوب بہارین لوٹی ہون گی۔ سیدانیون کے وہ چمپئی رنگ پر دھانی

جو اڑے - دست نازک میں ریشمی لچھے اور اُس پر سادگی اُف غضب! ؎

کوئی میرے دل سے پوچھے تیرے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

بھئی اس وقت تو الہ آباد کی دسویں کا سماں آنکھوں کے سامنے پھر گیا - کربلا میں کیسی مست الست سیدانی کا جلوہ اور وہ بھی کس انداز سے - سر پر آب رواں کا دھانی دوپٹہ جسم پر ایک مہین تنزیب کا کرتہ - دن بھر کی پریشانی سے آنکھوں میں حلقہ پڑے ہوئے - اُف جن ہونٹوں پر پانوں کی ہلکی ہلکی سرخی یا خون شہیداں کبھی رنگ لاتا تھا - آج پیاس سے خشک ہیں اور ان سب پر غضب ہے کہ تمہاری شوق بھری للچائی ہوئی نگاہیں - دل ہی دل میں کھبی جا رہی ہیں - بس بس زاہد ذرا سنبھلو محرم ہے اور دسویں تھا - یہ معلوم ہوتا ہے کہ خواب دیکھا، مگر یہ تمہاری مایوس اور حسرت آگین نگاہیں آنکھوں کے سامنے پھر رہی ہیں تمہاری یاد ہے اور میرا دل - اللہ تمہیں خایز المرام کرے - ہم تو تمہارے دعا گو ہیں - خیر اپنی سرگزشت تو کہہ جاؤ اور ہماری نہ پوچھو - بس بلبل شیراز کا یہ شعر پڑھ لو اور سمجھ لو کہ ہم کس رنگ میں ہیں ؎

آہ ازاں نرگس جادو کہ چہ بازی انگیخت
وائے ازاں مست کہ با مردم ہشیار چہ کرد

تمہاری یاد ہے کہ دست ستم سے دل کو پامال کر رہی ہے - آج کل یہاں بے طرح شکار ہو رہا ہے والد صاحب قبلہ بھی یہیں ہیں اور مصطفے بھائی بھی موجود ہیں دن بھر شکار اور رات کو خواب خرگوش - دل ہے کہ بلا تمہارے کہیں نہیں بہلتا تم ہو کہ تمہاری خیالی تصویر آنکھوں میں، تمہاری دھن دل میں تمہاری یاد قلب میں

تمھارا سودا دماغ مین غرضکہ ع

جدھر دیکھتا ہون اُدھر تو ہی تو ہے

ایسا کچھ کھو گئے کہ مین کیون ہونے لگا ہوگا وہ جو تمھین زیادہ عزیز ہوگا۔ مگر اس کہنے سے تم چھیٹی پر پاؤ گے مین نے جو کہا ہے یہی کہون گا تم جو چاہو کہو، رہی اپنی اپنی سمجھ مین اپنی سمجھ لونگا۔ تم اپنی سمجھنا۔ سمجھ مین ممکن ہے فرق ہو مگر قول فعل کا اعتبار دنیا دارون [illegible] کیا سکتا ہے۔ خدا جانے کہ تم مین کیا لعل لگے ہوے ہین کہ جسے دیکھو وہ تمھارا دیوانہ ہے اور تم کو بہت عزیز رکھتا ہے۔ خیر رخصت مدن سے میرا سلام کہنا۔ اور کیسے سلام لکھین اور کس کی مزاج پرسی کرین۔ خیر تم خود سمجھ بوجھ لینا۔ لو خدا حافظ

خرم آن دم کہ چو حافظ بہ تمنائے وصال
سرخوش از میکدہ با دوست بکاشانہ روم

مین ہون ایک دلدادہ

ہو العزیز

[illegible] ۱۱ فروری سنہ ۱۹۰۱ء

اگرچہ مرغ زیرک بود حافظ در وفاداری
بہ تیر غمزہ صیدش کرد چشم آن کمان ابرو

پیارے زاہد

تمھارا خط پڑھ کر مجھے نہایت افسوس ہوا۔ تم نے محض مجید بھائی کی خوشامد مین میرا دل دکھایا۔ اس سے پہلے جب مجید بھائی سے مجھ سے خاص سبجکٹ پر چھڑی ہوئی تھی تو تم بھی جانتے ہو کہ میرے پاس دل تھا اور جو بحث تھی وہ محض ایک لطف کے

لئے چھیڑ دی گئی تھی اور وہ بھی باتوں باتوں میں مگر یہ اتنا خبط نہیں کہ کسی کو یوں بیکار بدنام ہوتے دیکھیں اور چپ رہیں۔ افسوس ہے کہ تم بھی دل رکھتے تھے مگر کان نہیں یہ معلوم ہوگیا کہ جیسا وسیع اخلاق تمہارا دوستوں کے ساتھ ہے ویسا ہی تمہارا عشق بھی وسیع ہے اس لئے تمہاری محبت کا اعتبار نہیں کس کس سے وضعداری کے ساتھ رسا ہو گے پس تمہاری تعریف یا ہجو قابل اعتبار نہیں اور تعریف "ناشناس" کی مصداق ہے۔ اگر تم ہمارے درد دل سے باخبر ہوتے تو تم بھی ہمارے ہم زبان ہو جانے کے لئے تیار ہو جاتے اور پند و نصائح کے الفاظ زبان قلم سے نہ نکلتے نہیں پر کیا ہے دیکھو ہم نصیحت کرنے کے لئے موجود ہے اب تو یہ عالم ہو گیا ہے

ناصح کے ڈر سے گھر سے نکلنا محال ہے
رستہ میں بھی ملے تو نصیحت ضرور کی

ہم نے تو اب اپنا مشرب ہی بدل دیا بدل نہ دیتے تو کیا کرتے۔ کسی نے کوئی فقرہ خلاف طبیعت کہا اور یہ معلوم ہوا کہ تیر کلیجے پر پڑا اور چھلنی ہو گیا۔ ذرا سوچو تو سہی جسکے سینے میں دل نہ ہو وہ کب یہ مانے گا۔ یہ تو بتاؤ تم کیوں مٹے ہوئے ہو اور کیوں مرے ہوئے ہو مرو اور ضرور مرو ہمیں بھی کھول کر دکھاؤ تمہارا دل تمہارا جگر جیسا ہے جسے درد و رنج ہو جہاں کھینک کر رفو کے لئے کسی غم دیدہ کو بتاؤ۔ دیکھو زاہد تم مکتب عشق میں ابھی بالکل طفل مکتب ہی نظر آتے ہو حسن کی نیرنگیاں کاش کتابوں میں پڑھ کر یاد کر لیتے۔ وہ کیوں جاتے گلستان کا باغ تم ہی حفظ کر لیتے معشوق کے خاص معنی تو یہ ہیں کہ جس کو دل چاہے۔ اصطلاحی معنی معشوق کے یہ ہوا کرتے ہیں کہ وہ پری پیکر ہو۔ آنکھیں نرگسی اور بڑی ہوں گل عارض جنت کے پھول ہوں پیشانی چاند ہو بال

گھونگھر والے ہون گیسو ہون اور پیچ و خم اُن مین سیاہی ایسی کہ قیامت مین بھی ایک دوسری قیامت اٹھ کھڑی ہو اور زبانون پر یہی ہو ۔

وہ اندھیرا ہے کہ دیدار خدا بھی ہو محال

کون کھولے ہوے آیا سر محشر گیسو

ہائے وہ آنکھین فتنہ زا اور نرگس مخمور جن کا جادو سحر سامری کی طرح ایک نظر مین سارے عالم کو تسخیر کرے ۔ لب ہون مگر پتلے اعجاز مسیحائی بھی جس پر صدقے ہو ۔

لطافت وہ کہ جسپر جان دیتی ہو مسیحائی

حلاوت وہ کہ جس سے آب حیوان پانی پانی ہو

غرضکہ یہ سب پرانی باتین ہین اور اگلی تصانیف مین مل جاوینگی مین کیون بکون یہ سب اگر پڑھو اور غور سے نظر پھیلا کر دیکھو تو الہ آباد مین اس حسن و صورت کا کون نظر آئے گا وہی ایک قتال عالم جس کا اثر ہر دل پر جس کا ذکر ہر زبان پر اور جو ہر ذی بشر کو عزیز ہے جس کی نظیر اگر مشعل ماہ بھی لیکر آپ تلاش کیجیے گا تو نہ پائیے گا ۔ مین لاکھ سمجھاؤن مگر تم سمجھتے ہی نہین مگر خدا کے لئے آشنا تو کہا مان لو کر کسی حسرت مند دل کا ستانا برا ہوتا ہے میرے دل کی پریشانی کا صبر کس پر پڑے گا اگر تم دل والے ہو تو خوب سمجھ سکتے ہو کہ میرے دل کی کیا حالت ہو گی ۔

مین بارہ سال سے الہ آباد مین ہون کبھی یہ تکلیف گھر آنے کے بعد نہ ہوئی جو اس مرتبہ ہو رہی ہے ۔ خدا جانے تمھاری اور کس کس کی یاد ستا رہی ہے اور کہان کہان درد ہے کیا دکھاؤن اور کسے دکھاؤن ۔

کبھی دل مین ہے کبھی سر مین کبھی سینہ مین — چارہ گر کیا کہون مین درد کہان ہوتا ہے

اور اگر کہوں اور دکھاؤں تو پرسان حال کون ہوگا - اور سوائے زاہد کے چارہ گر کون ہو سکتا ہے اور کون ہے جو سچا ہمدرد ہو - ہائے مگر افسوس ہے کہ میں تو تمھیں ہمدرد کہوں اور سچا اور تم میری ہی جان پر صدمے پہونچانے کے لیے تیار ہو - سچ ہے ؎

عجب ہی رسم جہاں پر فن کہ دوست بنتے ہیں جی کے دشمن

چھپایئے جس کو زیر دامن وہ سانپ بنتا ہے آستین کا

خدا جانے جوش جنون میں کیا بک رہا ہوں - میاں زاہد کیسی باتیں کرتے ہو - محبت تم سے ہو یا کسی اور سے بری بلا ہے ؎

محبت ہی بری شے دور کیوں جاؤ ہمیں دیکھو

ہمیں نے بارہا سر رکھ دیا ہے پائے دشمن پر

کسی نے پیار کی نگاہوں سے دیکھ لیا خرمن دل پر بجلی گر پڑی اور چشم زدن میں کہاں سے کہاں پہونچ گئی - قرار، صبر، سکون، تحمل سب کو تاراج کر گئی - نئی چوٹ ہے نیا درد ہے بھائی زاہد خدا کے لئے اب زیادہ نہ چھیڑ دو ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو

رونا ہے یہ کچھ ہنسی نہیں ہے

اچھا رخصت!

ایک آوارۂ کوئے الفت



بی شتری کا خط حضرت نسّاخ عظیم آبادی کے نام

شفقت و اخلاق کے موجد، احسان و امتنان کے موکد، اقبال و اجلال کیساتھ دنیا میں رہو، میری دعا ہے دلی ہے کہ اسسٹنٹ کمشنر ہو۔ صدمہائے فراق سے اتنی نوشتہ نہیں ہی ہوں کہ جو داستان اشتیاق کو مبالغہ و نقلی شاعرانہ سے لکھوں، اسیقدر غنیمت ہے کہ اپنا حال پُر اختلال زبان قلم پر لاؤں اور اپنے قصے پُر غصہ کو کہ بے حد و بے پایاں ہے مکرر سناؤں۔

کیوں صاحب شرط عنایت و فتوت یہی ہے کہ ایک تو اپنا احوال مبارک رقم نہ فرمائیے اور جو کوئی خط و کتابت کے ذریعہ سے مزاج اقدس پوچھے اُس کا جواب نہ بھجوائیے اور جو کبھی کبھی رحم و مروت کے تقاضے سے جواب بھجوایا تو طرفہ قانی بیگناہ کو الٹا دام الزام میں پھنسایا خیر برگذشتہ صلوٰۃ۔ آپ سنئے یہ بات کہ دو دو نگارنامہ خلوص طراز بھجوائے دونوں کے جواب نہ آئے معلوم ہوا کہ کارسرکار کا ہجوم ہوگا، یا نصیب اعدا کسی طرح کی بدمزگی سے مزاج وہاج مغموم ہوگا، ورنہ کوتاہ قلمی بلا سبب آپ کی عادت نہیں، سوال سُن کے جواب نہ دینے کی خصلت نہیں، یہ بھی میری قسمت کا لکھا ہے، آپ سے صادق و وفا دوست کا کیا گلا ہے۔ ان روزوں میں آسمان نے عجیب صدمہ و رنج دیا، خدا جانے کج رفتار نے کب کا بدلا لیا کہ شعر کے مسودوں کا جزدان چوری گیا ہر چند ڈھونڈھا تلاش کیا مگر نہ ملا۔ دس برس کی محنت برباد گئی، ناچار بہ صلاح و مشورت تجویز کی کہ جن شفیقان دور و نزدیک کے پاس میرا غزلیں تھا سب سے مستعار منگوایا اور سب کی نقل کچھ اپنے ہاتھ سے لی اور کچھ کاتب سے لکھوائی نقل یہاں لکھی اصل

جہان سے آئی تھی وہان بھجوائی، آپ سے بھی اُمیدوار بلکہ بلجاجت ملتجی ہون کہ جس قدر حماقت نامے چھوٹے بڑے حضور مین ہین سب بلا تکلف میرے سر کی قسم بھجوا دیجئے میرے آنسو پونچھنے کے واسطے فرط عنایت و نوازش سے اس سوال ناچیز کو زود تر قبول کیجیئے۔ بحول و قوۃ الٰہی پندرہ دن مین بہت زور کا [illegible] آپ کا نقل کر لون گی منقول اپنے پاس رکھ کے منقول عنہ واپس بھیج دون گی، اپنی طبیعت و رنج کا ماجرا تحریر فرمایئے، فکر و تشویش کے ہاتھون سے مجھکو جلد چھڑایئے۔ عزت و دولت ترقی و برتری پر رہے، حاسد بدخواہ دلریش و خستہ جگر رہے۔

مشتری

منقول از جادو ڈھاکہ



ایم نور علی صاحب ایم اے پروفیسر بڑودہ کالج کے خط مسٹر زاہد حسین صاحب تقوی کے نام

بڑودہ ناگروارہ - ۹ فروری سنہ ۱۹۰۷ء

برادرم السلام علیکم عنایت نامہ صادر ہوا قبل اس کے مین نے ایک لفافہ ارسال کیا تھا جسمین گاؤن کے متعلق تحریر کیا تھا یقین ہے کہ پہونچا ہو۔ آجکل شعر و شاعری کا آپکے یہان خوب مشغلہ ہے۔ حضرت صفدر کا شعر واقعی مزا دیگیا۔ کیون صاحب یہ نظر بازیان، چلمن سے چھن چھن کے شربت دیدار پینا، پھر ذوق تکلم اور پاکباز رہنا اور اب آخر جذبات کا دب جانا یاد آگیا آہ ؎

کیا بُرا نشہ ہے جوانی کا
لڑکھڑا جاتے ہین شباب مین پاؤن

اُف لڑکھڑانے کا سمان بندھ گیا، مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دامن عصمت گناہون سے آلودہ نہوا۔ اللھم احفظنا۔ "شباب مین پاؤن" واقعی مشکل زمین ہے مگر شعر کیا چھلکتا ہوا نکلا ہے۔ مین نے بھی کوشش کی کہ اس طرح پر کچھ کہون مگر کچھ بن نہ پڑا تاہم حسب ذیل اشعار صوفیانہ رنگ مین کہہ ڈالے ؎

دھوئے چشمہ گلاب مین پاؤن — رکھئے تب باب بوتراب مین پاؤن
جلتے ہین پر جہان فرشتون کے — تو نے رکھا ہے اُس جناب مین پاؤن
شیخ! چلنے کو مین چلا دون تو مگر — نہیں تھمتے رہ صواب مین پاؤن
شوق کہتا ہے تیز ہو سکے — اسکی رہ مین ہین کس حساب مین پاؤن
دست حسرت نہ کیون ملین تو آب — زندگی ہے کہ ہے رکاب مین پاؤن

"اسرار عالم" اب تک نہ آیا عجب اسرار ہے دیکھنے کا شوق ہے مضامین کی فرمایش آنسفر جنی سے پوری ہونی مشکل ہے۔ بزم رندان مین خشک مضامین کیا لطف دینگے خیر دیکھا جائے گا۔

موشیان کی پونچھ مروڑ دینا یعنی سلام کہدینا۔ باقی سب حال بدستور ہے

والسلام! نیازمند

نواب علی عفی عنہ

بڑودہ ناگرواڑہ۔۱۰ مارچ ۱۹۰۷ء

برادرم۔ السلام علیکم قبل اس کے کہ اور کچھ تحریر کیا جائے ایک تھیٹر کی داستان سن لیجئے آپ نے الفرڈ کمپنی وغیرہ کے تماشے دیکھے ہون گے مگر یہ ڈواین کمپنی Divine جو عالم مین ہر جگہ شب و روز تماشے دکھاتی رہتی ہے غور سے اُسی وقت دیکھی جاتی ہے جبکہ کوئی انوکھا تماشہ دکھایا جائے۔ ملاحظہ ہو نومبر سے مارچ تک کے سین ہین۔

پہلا باب (سین اول)

پردہ اُٹھا بڑودہ کا دربار بمقام راج محل، مہاراجہ صاحب ولایت سے تشریف لائے ہین وزرا اُمرا درباری زرق برق لباس پہنے ہوئے ہین ہر ہر صوبے سے ڈپوٹیشن مبارکباد دینے آیا ہے، انجمن اسلام ڈپوٹیشن پیش ہو رہا ہے "ن ع" کے ہاتھ مین اڈریس زرین ایک زربفت کے خریطے مین نظر آرہا ہے، اس نے اڈریس کو دربار مین پڑھنا شروع کیا، مہاراجہ بہادر خاص طور سے شکریہ ادا کر رہے ہین۔

(دوسرا سین)

راج کنواری اپنے محل مین اپنی چچازاد بہنون اور سہیلیون کے ساتھ جلوہ آرا ہے،

کمرہ دلہن کی طرح سجا ہوا پر تکلف حسن خود بین کی رونمائی کر رہا ہے شہ نشین پر وہی ان ع"
لکچر دینے کے واسطے کھڑا ہے بیچارہ کچھ کھویا ہوا سا نظر آ رہا ہے، رعب حسن نے اس کے
حسن پرست مگر پاک باز دل پر عجب اثر ڈالا ہے لیکن لکچر چونکہ حبیب خدا صلعم کی مقدس
زندگی کے حالات پر ہے اس لئے خود ایسے پاک مضمون نے وہ معجز نمائی کی کہ لکچرار سنبھل
گیا اور ایک غلط انداز نظر ان حسن کی دیویوں پر ڈال کر اس نے انگریزی مین تقریر شروع
کردی اور ع

بیا ر خوبان دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

کی محویت کچھ ایسی طاری ہوئی کہ حسن عارضی کی دلفریبیان جو نیرنگ نظر ہو رہی تھین
بھول گیا - آخر لکچر ختم ہوا مگر ساتھ ہی برق تبسم نے اظہار شکریہ کے واسطے ایک ہی لپک
مین لکچرار کی ساری تقدس مآبی خاک مین ملادی بیچارہ دل ہی دل مین ؎

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا

بات کرتے کہ مین لب تشنۂ تقریر بھی تھا

پڑھتا ہوا اور غالب کی روح کو ثواب بخشتا ہوا گھر آیا -

دوسرے سین کا تتمہ

پھر وہی حسن کی دیو یان مگر بالکل بے تکلفانہ انداز سادگی کا زیور زیب تن مگر بلا
کی دل فریبی قیامت کی دلکشی بنارسی ساری بندھی ہوئی بال چھٹکے ہوے، زیر لب
ہجولیون سے گفتگو غالباً بیچارے لکچرار پر جو اس وقت "اسلام" پر لکچر دینے آیا ہے
پھبتیان اڑ رہی ہون گی مگر لکچرار کی اب کسیقدر ڈھیٹ ہو گیا لام زلف کے پیچ و خم
مین کچھ دل الجھ جاتا تھا کہ سلسلہ تقریر بھی سے کہین ہو جاتا تھا غرضکہ اسی کشمکش مین

لکچر ختم ہوا اُدھر وہ ناگنین اُڑ گئین اور ادھر یہ اپنے ڈسے ہوے دل کو گھر اٹھا لایا اور راستہ بھر یہ شعر پڑھتا ہوا آیا ؎

غلط ہی جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کس کا ہے
نہ کھینچو آپ کو گر تم کشاکش درمیان کیون ہو

دوسرا باب (پہلا سین)

شب کے وقت راج محل مین دربار عام - مہاراجہ صاحب اور تمامی اراکین - مولوی مقبول احمد شیعی کا لکچر "توحید" پر سن رہے ہین لکچرار اپنی سحر بیانی سے دلون کو تسخیر کر رہا ہی اور ساتھ ہی در پردہ سینون اور ہنود کو طنز سے یاد کرتا ہے -

لکچر ختم ہوا اور یکایک مہاراجہ نے "ن ع" کی طرف اشارہ کیا کہ تم کچھ کہو یہ سخت آزمایش کا وقت تھا گرڈ وائن کمپنی کے منیجر یعنی فضل الٰہی نے "ن ع" کے گوش دل مین چپکے سے کہا کہ ہان بس یہی موقع ہے تم کہنا شروع کر دو اور لو مین "اثر" کا ہارمونیم بجاتا ہون "ن ع" اس کے اطمینان دلانے سے سنبھلکر اسٹیج پر کھڑا ہوا اور جھوم جھوم کر مضامین توحید ادا کرنا شروع کئے عجب لطف تھا مولوی مقبول احمد سنی سے شیعہ ہو گئے ہین اور "ن ع" شیعہ سے سنی بس دونون کی تقریر مین وہی فرق تھا جو فساد اور صلح مین ہوتا ہے غرضکہ لکچر ختم ہوا مہاراجہ پر کچھ ایسا اثر ہوا کہ ختم دربار پر "ن ع" کے پاس آکر کہا کہ تمہاری یہ برجستہ تقریر نہایت دلکش پر اثر تھی -

(دوسرا سین)

پرنسپل ڈائرکٹر اور دیوان ریاست سفارش کر رہے ہین کہ "ن ع" کی ترقی کی جاوے مہاراجہ پرائیوٹ کمرے مین اس کاغذ کو دیکھ رہے ہین اور یہ حکم لکھ رہے ہین -

ن ع" کی ایک دم سے پوری تین سو ماہوار تنخواہ مقرر ہو اور اب ہر دوسرے برس مبلغ صہ؎ کا اضافہ دیا جائے یہان تک کہ مبلغ چار سو تک پہونچ جائین بعد از ان نمبر کے لحاظ سے جب جگہ خالی ہو مبلغ پانچسو کی جگہ کی امید دلائی جائے۔

ڈراپ سین

ایک نقل - خدا اپنے گدھون کو خشکہ کھلاتا ہے - خاتمہ -

نیچر کی تقریر سن لے "ن ع" تجھے امید سے زاید کامیابی ہوئی اب شکر کر شکر اس کا نام ہے کہ جو نعمت تجکو ملے اُس کو وسیلۂ گناہ نہ بنا اور خدا و رسول کی اطاعت کے واسطے مستعد ہو جا - واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین -

برادرم تھیٹر کی داستان سن چکے - گاؤن مین موقع دربار پر پہونچکی، عنقریب فوٹو کھچواکر ارسال ہوگا - اور "چغدیت" کا خاکہ پیش نظر ہوگا، اسرار عالم کے دو پرچے پہونچے، فی الحال کالج مین امتحان ہو رہا ہے انشاء اللہ تعالیٰ ۱۵-اپریل کے بعد کوئی مضمون لکھونگا سفید کا مضمون واقعی عمدہ ہے، بایسکل کا سین اور وہ وٹر کا پیغام، اُف غضب کیا کیون نہو، پیارے خلیل سے تعلق ہے آپ نے وہ سین خوب کھینچا، اُف اس نشیلی آنکھون والے کا

اُنکا بندہ ہون جو بندہ ہین محبت والے

والسلام

نواب

بھوپال چوک ۱۳-اکتوبر ۱۹۰۸ء

ذرا حضرت کی نحوست دیکھئے ابھی تک عنوان مین لفظ بڑودہ تحریر کرتے ہین حالانکہ بھوپال آچکے ہین کیا بڑودہ مین کوئی خاص مقناطیسی کشش ہے کہ نوک قلم

قطب نما کی سوئی کی طرح اسی سمت کو پھر جاتی ہے!

اے حب وطن تیرا ہیں جادو کیا ہوا؟ کہ وطن کو تو جا رہے ہین مگر طائر دل کی وہی وحشت ہے۔ غربت سے اُنس بیگانوں کی یگانگت کا اثر نقش کالحجر اصل یہ ہے کہ وطن کی محبت اہل وطن کے باعث ہے، اہل وطن کا حال ظاہر ہے اعزہ کی عنایات محتاج بیان نہیں پھر اگر وطن جانے کی خوشی کا جوش نہو تو کچھ تعجب نہین۔

آپ کو رعایتی رخصت کب ملے گی مفصل حال سے جلد اطلاع دیجیے۔

توبہ شکن روزہ دار

نواب خانہ خراب

بھوپال چوک ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء

برادرم۔ السلام علیکم۔ لفافہ موصول ہوا۔ ماشاء اللہ معاشرت بھوپال کا خوب خاکہ اڑایا ہے، واقعی مسلمانوں پر جو عیش پرستی کا الزام لگایا جاتا ہو اس کی اصلی حالت کا خاکہ اسلامی ریاستوں مین نظر آجاتا ہے اور پھر رنگیلے بھائی صاحب کے ذریعہ سونے پر سہاگہ؟ مگر اس مرتبہ ایک بات کا افسوس ضرور ہے کہ نوبت باینجا رسید کہ، زاہد کی بے لوث محبوبہ اور نواب کی خیالی معشوقہ، بھی زمرۂ شہدا مین داخل ہو گئین، مین جس وقت اسٹیشن سے مکان پر آیا کمرے مین قدم رکھتے ہی کیا دیکھتا ہون کہ بڑا سا فوٹو سامنے لٹک رہا ہو اے یہ کس کا فوٹو ہے: منتہی از روزہ شکن، نہین نہین کسقدر دلفریب اور دلکش، آج ..... برس ہوتے ہین جب کیسکی اٹھتی جوانی اور نغمۂ جانسوز نے آنکھون اور کانون کو صم بکم عمی کا مصداق بنا دیا تھا اور شب بھر قیصر باغ کے کمرے مین بیچین نہین نہین تنک نشان دکھا تھا۔

اُف۔ س

کیا غرض لاکھ خدائی مین ہون دولت والے
انکا بندہ ہون جو بندے ہین محبت والے

کی سُریلی صدا، دلکش آہنگ آجتک نہین بھولا۔ ع

ساقیا تُو نے بھی مے ردح فضا تھوڑی سی

مدتون خیالی سرُور رہا پھر خیالی خمار بھی ہوا، اور آخر مین صرف ایک کھٹک سی باقی تھی مگر آہ کو لب تک آنے کی اجازت نہ تھی اب بھائی صاحب کے دخل در معقولات نے مجھے اس شعر کا مصداق بنا دیا۔ غالب ؎

بس ہجوم نا اُمیدی خاک مین مل جائے گی
یہ جو اک لذت ہماری سعی بے حاصل مین ہے

لیجئے آپ کے "جوان صالح" کی قلعی کھُل گئی اگر اس کے گناہون کی فہرست یکصد دستی رم پر تیار کی جائے تو ناکردہ گناہون کی حسرت کے فوٹو کے واسطے پورا صفحہ آسمان درکار ہوگا، عیاذً باللہ۔

مشرق کا ریویو نظر سے نہین گذرا کیونکہ وہ پرچہ میرے پاس نہین آتا۔

آپ ولرزہ کا ہر جگہ زور ہو خدا کرے اس کی گاؤ زوریان موٹے مُسٹنڈون ہی تک محدود رہین اور "مُشتے استخوان" اس مین رہین۔ زرا عابد و حفیظ تو بہ تو بہ موشیون کو ہشیار کر دینا۔ فقط

ساعی بے حاصل

نواب

بھوپال، چوک یکم نومبر ۱۹۰۸ء

برادرم۔ السلام علیکم۔ لفافہ مرسلہ پہونچا۔ کچھ تو میاں رمضان خان کے رخصت کرنے مین اور کچھ بی عید صاحبہ کی خاطر مدارات مین اسقدر انہماک رہا کہ ابھی تک جواب لکھنے کی نوبت نہ آئی۔ ساتھ ہی گذشتہ ایام کی دلفریب یاد کچھ ایسی محو کرنے والی تھی کہ کسیطرف متوجہ ہونے کو دل نہین چاہتا تھا، مانا کہ نہ وہ حسن رہا نہ اسکی آب و تاب لیکن کسی دلفریب خیال کیساتھ شرط وفا یہ ہے کہ

زوال حسن پہ کیا ترک کیجئے اُلفت
خزان بھی دیکھئے جسکی بہار دیکھی ہے

عارضی حسن اور شہوانی عشق کا انجام ہی یہی ہی مگر افسوس آنکھین اُس وقت کھلتی ہین جب نہ حسن کی بہار رہتی ہی نہ عشق کا جوش۔ قدیم یونانیون کا عقیدہ تھا کہ روح ایک ایسے چشمہ کا پانی پیتی ہی جس کے باعث تمام گذشتہ خیالات رنج و راحت کے محو ہو جاتے ہین، کاش ایسے چشمہ کا حقیقی وجود ہوتا مگر افسوس ایسا نہین ہی، جذبات کا زنگ ایسا پختہ ہوتا ہی کہ روح کے دامن سے کبھی چھوٹ نہین سکتا۔ یہ وہ نشہ نہین ہی جسکو موت کی ترشی اُتار دے بلکہ یہ وہ زخم ہی جو اگرچہ مندمل بھی ہو جائے مگر اُس کا داغ مٹ نہین سکتا۔ بیشک جزا و سزا کی اصل حقیقت یہی ہی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

آج کل مولوی شبلی صاحب یہان تشریف لائے ہوئے ہین۔ ۲۱۔ نومبر کو ندوہ کا سالانہ جلسہ لکھنؤ مین ہوگا، اس مرتبہ شرکت کا ارادہ مصمم ہی ابھی سے آپکو اطلاع دیتا ہون ۲۸ و ۲۹ و ۳۰ نومبر تین دن کی رخصت کا انتظام رکھئے۔ فقط والسلام

مشتاق دیدار نواب

نیوتنی اناؤ - ۱۲ - نومبر ۱۹۰۸ء

برادرم السلام علیکم - آخر ایک عرصہ کے بعد نیوتنی کی زیارت پھر نصیب ہوئی - در و دیوار کوچہ و بازار تو وہی ہین مگر اس بلا کا سناٹا ہی کہ شہر خموشان کا دہوکا ہوتا ہے تپ و لرزہ مین لوگ اس کثرت سے اور اس طور سے مبتلا ہین کہ اگر گھر سے کوئی شخص کانپتا ہوا لڑکھڑاتا ہوا نکل بھی آتا ہی تو ایسا معلوم ہوتا ہی کہ گویا نکیرین کے سوال و جواب کیواسطے اٹھایا گیا ہی - خیر تپ و لرزہ کا فتنہ تو عارضی ہی لوٹ پوٹ کر پھر لوگ اچھے ہو جاینگے، لیکن حقیقت مین اب ایسا معلوم ہوتا ہی کہ نیوتنی کی بہار مبدل بہ خزاں ہو رہی ہی قصبہ مین رونق نام کو نظر نہین آتی - صدر اعلی صاحب مرحوم کا گھر جس مین ہر وقت چہل پہل رہتی تھی میر اعظم علی کی للکار اور گالیون کی پاٹ دار آواز شیو دین حلوائی کی دوکان سے سنائی دیتی تھی اب وہان یہ حال ہی اور سناٹے کا یہ عالم ہی کہ فی الحقیقت الو بولتا ہی اور در و دیوار پر سبزہ اگ رہا ہی ؎

اگ رہا ہی در و دیوار پہ سبزہ غالب

ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہی

بازار کی طرف نکل جائیے تو نہ دھن کٹی کی مسلسل آواز نہ میان میڈو کی گلخپ - البتہ پہاٹک کے اندر میان سنجاین کی بھنبھناہٹ اور یاور کی "ختم قرآن" کی صدائین متحیر گزرنے والے کے کانون مین گونج کر عجب کیفیت پیدا کرتی ہین، سامنے کہیر یا موہنیا اس سوگوار کی طرح جس کے آنسو انتہائے غم و الم سے خشک ہو گئے ہون سوکھی پڑی ہی - البتہ شیطانی فوج کے رنگروٹ مولوی بدر الحسن کی آنکھ بچا کر کبھی کبھی چھٹر کا ذکر دیتے ہین اور وہ بھی کھڑے کھڑے -

اورنگ آباد جائیے تو کچھ اور ہی سماں نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر رحمت اللہ کا مکان پوسٹ آفس کی بدولت اور امیر سے کی دوکان بیماروں کے باعث آباد نظر آتے ہیں۔ باقی سنسان البتہ ایک مکان داہنی طرف ایک خاص کشش رکھتا ہے منقول ہے کہ حضرت جبرئیل بیر کے درخت کے نیچے جسکو سدرۃ المنتہی کہتے ہیں قیام پذیر ہیں۔ یقین ہے ایسا ہوگا کیونکہ جب اس سرائے فانی میں قمری شاہ کے چار معصوموں کو بیر کا سایہ عطا ہوا ہے تو عالم بالا میں فرشتگان معصوم کے واسطے ویسا ہی ہونا چاہیئے۔

ماشاء اللہ چار دیواری ستاروں نے نورانی کھٹولا بنایا ہے اور بیچ میں قطب تارہ

اللہم زد فزد۔ سچ تو یہ ہے کہ جیسی سچی خوشی اور روحانی لذت "فاتحہ" کے اعجاز بیانی سے نصیب ہوتی ہے کسی اور طریقہ سے خواہ بظاہر وہ کیسا ہی دلکش اور دلفریب ہو حاصل نہیں ہو سکتی کسی کا پیغام آئے تو وہ آتے ہیں کوئی خلوت میں ہمراہ ہوا اور لطف تنہائی اٹھائے سب کچھ سہی مگر یہ وہ شراب ہے جس کا انجام مار جمیم ہے ....

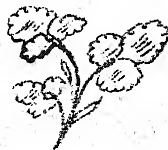
یہ کہئے نوبت با ینجا رسید۔ ذرا سنبھلکر ؎

بوالہوس عشق اور آہ کیا خوب

پاکبازی بھی شرط الفت ہے

مشتاق دیدار

"ل ع"



نیتوتنی، ناگپور- ۱۷ نومبر ۱۹۵۰ء

برادرم السلام علیکم! قبل اسکے ایک لفافہ ارسال خدمت کر چکا ہون- غالباً اب پہنچ گیا ہوگا اور مفصل حالات سے اطلاع ہوئی ہوگی- مشرق کا ریویو دیکھا حضرت صفدر کی عنایت کا ممنون ہون، میرا سلام اور شکریہ ادا کر دیجیئے گا-

یہان آج کل کام کاج کی وہ دقت ہے کہ الامان جسے دیکھئے بیمار ہے کام چلے تو کیونکر چلے سخت پریشانی مین پھنس گیا بہر حال دو تین ہفتہ جس طرح کیٹین گے کاٹ دون گا- قمری شاہ مع اپنے ذریات کے بخیریت ہین-

ایک دن عجیب تماشہ ہوا کیا دیکھتا ہون کہ کلہاڑی ہاتھ مین ہے اور قمری شاہ لکڑی چیرنے کے واسطے مستعد کھڑے ہین اے بھائی یہ کیا؟ بھیا کا کرون کوئی لکڑی چیرنے والا نا ہین ملت،

بس بس آپ اپنی مردانہ ہمت دکھا چکے ادہر تشریف لائیے دیکھا تو ہاتھ کلہاڑی کے پھیٹ سے زخمی الحمد اللہ وہی نیتوتنی ہے کچھ عجیب عالم ہے، فاعتبروا!!!

قمر علی بھائی کے یہان جب جانے کا اتفاق ہوا، "بکی" کچھ اس طرح سے لپٹتا ہے کہ طبیعت نہایت متاثر ہوتی ہے، سچ ہے بے مان کا بچہ جس کسیکو محبت سے پیش آتے دیکھتا ہے اسی طرح لپٹتا ہے-

آج کل یہان ہمت اور صبری رضا کئے ہوئے ہین اعوض بھی ہین مگر حالت یہ ہے- ع

ہمہ را لائق حسرت دنیا دیدم

کسی قسم کی دلچسپی نہین ہے، پرانے کاغذون کا ڈھیر جو الماری مین بند اکثر بخیال غم غلط کرنے کے دیکھا جاتا ہے ایک پرچہ نکلا جس کی عمر پانچ برس کی ہے حسب ذیل اشعار درج

تھے، خدا جانے اُس وقت طبیعت کا کیا رنگ تھا۔

کیجئے قتل پر اتنا کیجئے | خود مرے خون کا دعویٰ کیجئے
خود بتا دینگے تمہارے گیسو | حال دل مجھ سے نہ پوچھا کیجئے
شوق دیدار کا ایسا یہ سبب | ٹکٹکی باندھ کے دیکھا کیجئے
نہ سہی ذوق تکلم نہ سہی | چشم و ابرو سے اشارا کیجئے

ق

ضبط کہتا ہو ذرا صبر ابھی | شوق کہتا ہو تقاضا کیجئے
صبر معلوم، تقاضا مشکل | وعدہ پورا ہو کچھ ایسا کیجئے

دل پہ یا عمر رواں پر کس پر
آہ نواب بھروسا کیجئے

والسلام نواب

قندھاری بازار ۲۴ دسمبر ۱۹۲۰ء

ہائے یہ عذر بھی ہے عذرِ گنہ سے بدتر
کہتے ہیں غیر نے روکا ترے پاس آنے سے

جامع المتفرقین! بطفیل رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ دو مشتاقوں کو جلد گلے ملائے۔ فانی کوشش، فانی ارادہ اسپر انانیت کا دعویٰ معاذ اللہ!
اب نہ کسی ارادہ سے کام نکلتا ہے نہ کوئی کوشش کارگر ہوتی ہو تری رحمت پر بھروسا ہے۔

خداوندا ہفتہ کا دن عید یہود ہے، تو اسے زاہد و نواب کے واسطے عید المسلمین بنادے

بار الہٰا! ہفتہ کو دس بجے دن کے وقت جو ریل جاتی ہو اُس پر ایک معتوب درگاہ صدق و صفا ہ کو سوار کر کے کی توفیق عطا فرما - ارحم الراحمین اُسی ہفتہ کو ۲ بجے دن کا وقت دو محبوبوں کے واسطے اسی انداز سے تخلیق کر جس طرح ،، دونوں وقتوں کا گلے ملنا ،، مقرر کیا گیا ہے - آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین - آمین یارب العالمین برحمتک یا ارحم الراحمین

الراقم

معتوب درگاہ الفت

بڑودہ تاگرداره ۱۷ جنوری ۱۹۰۹ء

الٰہی خیر - معاملہ کیا ہے - یا بات شور اشوری، یا بایں بے نمکی، ایک ماہ کے قریب ہوتا ہے خبر تک نہ دی کہ سفر میں جیتے ہیں یا مرتے ہیں -

کرسمس کی تعطیل میں چپکے چپکے گھر بھی ہو آئے اور خبر تک نہ کی اگر اطلاع ہوتی تو کرسمس کی تعطیل بھوپال میں کیوں صرف کی جاتی -

یا ایک دم کی مہلت نہ تھی اتوار کو بھی دن بھر کام کرنا ہوتا تھا یا اسقدر فرصت خیر اچھا ہوا کہ وطن جانے کی مہلت ملی اگر اطلاع بھیجی دی ہوتی تو لکھنؤ میں دو چار دن لطف رہتا - خیر جو ہونا تھا ہو گیا کیا اب خط لکھنے کی بھی قسم کھائی ہے - جی ہاں ایک دم کی مہلت نہ ہو گی لیکن سنے ہیں کہ اگر ایک کارڈ بھی روانہ کیا مگر نسبت برخاست، آفت اسقدر تغافل ؎

دل جلانے ہی کو ہو میرے ضرر کس کا ہے

جیسے ہم آگ لگاتے ہو یہ گھر کس کا ہے

سبب وفا تغافل شعار مہلجو - زاہد ریائی کا عزرده ہم نفس

نواب

بڑودہ ناگرواڑہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۹۰۹ء

[illegible] سلسلے پہ ہیں ہم جو صلح ہوئے جنگ ہو کر

برادرم السلام علیکم

نازک مزاجی کا تھرمامیٹر جو جوش دل کے باعث ۱۰۵ درجے تک پہونچ گیا تھا اب معذرت کی کونین کھانے اور غلط فہمی کا پسینہ نکلنے سے پھر ۹۹ درجے تک آ گیا۔ الحمد للہ علی احسانہ۔ البتہ نقاہت باقی ہے۔ انشاء اللہ دو چار تھانوں کی پوڑیاں کھانے سے رفع ہو جائے گی، جب صبح وطن شام غریباں ہے تو پھر شام غریباں کا کیا پوچھنا۔ الو کی طرح جو لیتا چلی ساتھ لیے ہوئے جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے پرکار کے سرے کی طرح پھر وہیں آ گئے جہاں سے چلے تھے، احباب پوچھتے ہیں گھر ہو آئے خوش تو رہے لکھنؤ کی خوب سیر کی کیسے کیا لائے، "اگر این جانب دم بخود ہیں کہیں تو کیا کہیں دیوالہ ہی نکل گیا لانے تو کیا لاتے۔ یہی غنیمت ہے کہ سر پر ٹوپی اور پاؤں میں جوتہ ہے، وہ تو کہیے کہ عین کالج کھلنے کے دن یہاں پہونچے اور چپراسی کا خدا بھلا کرے بیچارہ ایک تھیلی میں کچھ سفید سفید کھنکتے ہوئے "ٹھکرے" لے آیا ورنہ آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا۔ لیجیئے یہ داستان مختصر ہے۔ کیسے حالات کہاں کے واقعات۔

بیدنہ کابل کم بخت ابھی تک کارکنوں کے پنجے میں ہے بک ڈپو کی تحویل میں روپیہ اب باقی نہیں اور منگوایا جائے تو بل ادا ہو معاملہ اب کھچڑ پکا رہا [illegible] یہاں بار قرض کمر توڑے دیتا ہے۔ خیر اب جو ہو مارچ کا پہلا ہفتہ عید بدوزہ واٹال [illegible]۔

این ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر

چلمن کا جلوہ دھویا نکلا، مکان مقفل، کمرہ بند، چالاک کاتب غائب قاصد لا پتہ خفا ہو گئے

یہ آشیانہ کب تک اُجڑا رہے گا۔ کہیں ایسا نہ ہو خانۂ خالی را دیو میگیرد کا معاملہ ہو جائے۔
بہرحال۔ ع

آشیاں جب بنایا وہی ڈالا ٹوٹا

آج کل یہاں مشاعرے کا بازار پھر گرم ہوا ہے گزشتہ اتوار کو جلسہ تھا۔ مصرع طرح

عید ہوتی جو گلے پر مرے خنجر ہوتا

حسب ذیل غزل لکھی گئی، سنئے ؎

پلائے ساقی یہ جو مستی میں مرا سر ہوتا — وہ خوشی ہوتی کہ میں آپے سے باہر ہوتا
ہوس مال نہ ہوتی نہ غم زر ہوتا — دل شوریدہ اگر اپنا تو نگر ہوتا
یہ تو ہوتا کہ نہ رہ جاتی ہوس جینے کی — نہ سہی گر لب قاتل لب خنجر ہوتا
تو جو دو گھونٹ بھی چھپکر کہیں پیتا واعظ — کاشف رمز حقیقت خط ساغر ہوتا
فلک تفرقہ پرداز نہ ملنے دیتا — مائل رحم کبھی گر وہ ستمگر ہوتا
تو نہ ہوتا تری آواز ہی آیا کرتی — گھر مرا کاش ترے گھر کے برابر ہوتا

بیم و امید کے پھندے میں نہ پھنستے نواب
کاش اس دل کے عوض سینے میں پتھر ہوتا

والسلام
نواب



مؤلف کے نام

بڑودہ سیاجی گنج۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۲۴ء

مکرمی سلام مسنون! مدت کے بعد آپ سے نصف ملاقات ہوئی غریب الوطنی کا بھلا ہو کہ برسوں یاران باصفا کا دیدار نصیب نہیں ہوتا، خیر یہی سہی ؎

دل ہو رہا ہے ایک رفیق کہن کے پاس
جتنا وطن سے دور ہوں اُتنا وطن کے پاس

یہ داہنا انگوٹھا قلم ہونا کیا معنی، کیا کوئی حادثہ پیش آیا، اب تو نصیب دشمنان بھی کہنے کا موقع نہیں کیونکہ واقعہ سے انکار کیونکر، خدائے کریم آئندہ حوادث سے بچائے اور آپ کو ادبی خدمات کے لئے عرصہ تک صحت و عافیت سے رکھے۔

مرقع ادب کی کنگھی چوٹی کے لئے ایسے ہی مشاطۂ سخن چاہیئے چشم بد دور۔ مرقع نظر کیا، "جنت نگاہ" بنکر نکلے گا، غالب مرحوم کے غیر مطبوعہ خطوط ایک بیش بہا اضافہ ہوں گے مگر ذرا تحقیق کر لیجئے گا۔ اور ماخذ وغیرہ کا حوالہ دیجئے گا۔

سمع خراشی معاف اب کچھ "غریب شہر" کی بھی سُن لیجئے مدت سے گجرات میں رہتے رہتے مسخ ہو گیا ہوں ؎

محفل میں اس کی عرض تمنا نہ چاہیئے
ساقی ہو خود کریم تقاضا نہ چاہیئے

یہ شرط ہے کہ راز محبت نہ ہو عیاں
اے چشم تر سنبھل تجھے ایسا نہ چاہیئے

کہتا ہوں جب کہ جور کی کچھ حد بھی ہے تجھے
کہتا ہے منہ کو پھیر کے اچھا نہ چاہیئے

اعجاز دیکھتا ہو لب یار کا ہمیں
آب بقا کا خضر تماشا نہ چاہیئے

دنیا نئی ہوس کی ہو جنت کی آرزو — زاہد خدا کیواسطے ایسا نہ چاہیے

اے رہرو حرم کبھی یہ بھی تھا اسکے گھر — دیر و کنشت سے تجھے جھگڑا نہ چاہیے

بس بس پسینہ آگیا چہرے پہ یار کے
نواب اس طرح سے تو شکوہ نہ چاہیے

فقط والسلام

نیازمند

نوابعلی

خان بہادر میر ناصر علی ایڈیٹر صلائے عام کے خط مؤلف کے نام

جناب من! آپکا مضمون فارسی کا پہونچا، ممنون فرمایا، گو فارسی کی قدر نہیں اور یہ مضمون ایک شخصی بحث سے متعلق معلوم ہوتا ہو مگر میں اس کو صلائے عام میں چھپنے کے لیئے دہلی روانہ کردونگا۔

مجھے افسوس ہو کہ آپ کے ہان ایسا حادثہ ہوا جس سے آپکو رنج و ملال ہے۔ لیکن آپ صبر کریں دنیا مصیبتوں کا گھر ہے، پروردگار کی مرضی میں کیسکو اختیار نہیں۔

مجھے ان دنون فرصت ذرا کم رہی اس وجہ سے خط و کتابت میں دیر ہوگئی، مگر جہانتک مجھے یاد ہے آپ کی کوئی جواب طلب بات باقی نہیں۔ جب آپکو فرصت ہو "صلائے عام" کے لئے کچھ لکھئے۔

نیازمند - ناصر علی

پاٹودی - ۲۵ ستمبر ۱۹۱۵ء

دفتر صلائے عام فراشخانہ دہلی

۱۵- جنوری ۱۹۲۵ء

جناب من۔ پوسٹ کارڈ پہونچا۔ نہایت پاکیزہ تہا، مجھے معلوم نہ تہا کہ آپ کہاں ہین، صلائے عام آپکے پاس پہونچا کرے گا۔ آپ خاطر جمع فرمایئن، اِس وعدہ کے ساتھ ایک آرزو بھی ہے، کہ آپ "صلائے عام" کے لئے ایک مضمون مہینہ مین ایک دفعہ ضرور بھیجدیا کرین اور نہین تو جو "صلائے عام" پہونچے اُس مین سے جن مضامین کو آپ پسند فرمایئن اُن کا ریویو سخن گسترانہ مجھے بھیجدیا کرین۔ میری عمر زیادہ ہوگئی ہے، بڑھاپے مین مجھ سے زیادہ لکھا نہین جاتا، آپ اچھا لکھتے ہین۔

نیاز مند

ناصر علی



نواب حیدر یار جنگ مولانا علی حیدر طباطبائی نظم لکھنوی کے خطوط

مؤلف کے نام

کرم فرما تسلیم! آپ نے شاعرہ کی طرح بھیجی اُسکے ساتھ میرے مکتوبات کی بھی فرمایش کی، مکتوبات کہاں جمع ہو سکتے ہیں طرح میں کچھ شعر کہہ لیے ہیں انہیں اشعار پر نقد و تبصرہ لکھکر بھیجے دیتا ہوں اسی کو مکتوب سمجھ لیجئے، اور یاران شاعرہ کو میرا سلام پہونچا دیجیو آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صحبت میں اکثر میرے احباب بھی موجود ہونگے افسوس ہو کہ میں نہ شریک ہوا ع

کہاں لے نظم لیکر کاروانِ صبر و تاب آیا
یہاں سو بار طوفاں موج خیز اضطراب آیا

لفظ کاروان و طوفان سے پتہ چلتا ہے کہ عالم ہستی کو وادی تصور کیا ہے جہاں سے قافلے بھی گزرتے ہیں اور جس میں سیلاب بھی آجایا کرتے ہیں ع

خیال و خواب سا گزرا نظر مثل سراب آیا
یہی جلدی تھی جانے کی تو کیوں عہد شباب آیا

استفہام یہاں انشائے حسرت کے لیے ہے ع

لرز جاتا ہوں گر دل میں خیال ناصواب آیا
سمجھتا ہوں معاذ اللہ کوئی تیر شہاب آیا

ابلیس کی طرح اندیشہ بد کہائی نہیں دیتا اگر یہاں تیر شہاب کی روشنی میں صاف صاف

نظر آیا ہے

سحاب تیرہ لیکر خیمہ مشکین طناب آیا

اور اس ظلمات میں لے کر یہ ساقی آفتاب آیا

آفتاب جتندل سا استعارہ ہی جام شراب سے مگر بیان ظلمات میں آفتاب کا آنا کچھ تازگی رکھتا ہے ۱۲

شب غم میں ستارون کے لئے روز حساب آیا

کہ میں گنتا ہون تارے وہ سمجھتے ہین عذاب آیا

میری اختر شماری سے تارے تنگ آ گئے ہین ۱۲

عبث کی گردش افلاک نے گہوارہ جنبانی

نہ دل ٹھہرا، نہ غم بہلا، نہ موت آئی، نہ خواب آیا

فصحا کا محاورہ یہی ہے کہ ٹھہرنے میں دونون طرح کی (ہ) بولتے ہین مخلوط و غیر مخلوط ۱۲

نکل اے جان مضطر میں بھی ہون اب ہمعنان تیرا

ٹھہر اے عمر رفتہ میں بھی تیرے ہم رکاب آیا

ہمراہ، آپ ہم، میں کہلا کہلا تنا فرہے لیکن مجھ سے نہ ہو سکا کہ اس شعر کو نکال ڈالون ۱۲

ہنسی آئی حیا آئی بگڑ ہی تیوری میں حیران ہون

یہ مجھ سے کیون نگہ پھیری یہ مجھپر کیون عتاب آیا

کسے ہنسی آئی کسے عتاب آیا اس کا کوئی ذکر ہی نہیں، مسند الیہ جملہ کی جان ہے اسی کو حذف کر دیا مگر یہ حذف بڑا لطف انگیز ہے ۱۲

اٹھایا تیر خنجر لطف نظارہ کا جی بھر کے نہ بسمل کی پلک جھپکی نہ قاتل کو حجاب آیا

غضب ہے اگر کوئی سمجھے کہ یہان خنجر اور بسمل و قاتل اپنے اصلی معنی رکھتے ہین غالب مرحوم نے اسی بات کو سمجھایا ہے ؎

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

یہی معلوم ہوتا ہے محبت سے حسینون کی — کہ مرنے کی مرادین مان کر عہد شباب آیا

کسی سے محبت کرنا اور کسی پر مرنا ایک ہی بات ہے ضرورت شعر نے مجبور کیا کہ عشق کی جگہ یہان محبت کا لفظ اختیار کیا جائے ۱۲

ہر نو کے اشارے سے یہی مطلب نکلتا ہے
کہ جو آیا سرائے دہر مین پا در رکاب آیا

ہلال دیکھتے ہی دیکھتے چھپ جاتا ہے یہی اس کا اشارہ ہے اور اس اشارہ سے یہی مطلب نکلتا ہے کہ اس سرا مین جو آیا بہت جلد جانے والا ہے، رہی تشبیہ یعنی ہلال کو رکاب سے اسقدر بتذل ہو گئی ہے کہ اس مین کچھ لطف نہین رہا ۱۲

نجانے طاقت رفتار کیا کہتی ہے جھک جھک کر
مین اب جھک جھک کے چلتا ہون کہ سنلون کیا جواب آیا

جھک جھک کے چلنے کا سبب یہ ہے کہ مین سننا چاہتا ہون کہ طاقت رفتار کی طرف جواب آیا ؎

اثر یہ ہے خلوص قلب کا زندان معصیت کے
دعا کو جب اٹھایا ہاتھ گھر گھر کر سحاب آیا

خلوص قلب کا یہ مرتبہ ہے کہ گناہون سے بھی اُسے ضرر نہین پہونچتا شعرا ہمیشہ سے اس مذہب

کی تائید کرتے آئے ہین ؎

جواہر ریز ہو گردون طرب انگیز ہے ہامون
شفق سے شیشۂ شبنم مین یاقوتِ مذاب آیا

یعنی شفق کا عکس شبنم مین ایسا ہو جیسے یاقوت گداختہ ۱۲

فلک زیرِ فلک ہو کائنات اس بزمِ ہستی کی
مُے عشرت کا پیمانہ حباب اندر حباب آیا

حباب کی ہستی کچھ اعتبار نہین رکھتی اس سے پیمانہ مے کی حالت ظاہر ہے کہ وہ بھی بے ثبات ہین ۱۲

نہ پوچھو دم نکلنے مین تھی کیا لذت شب غم مین
اجل اس طرح سے آئی کہ مین سمجھا کہ خواب آیا

بعض لوگ اس طرح سے ،، نہین کہتے ،، اس مین ،، سے ،، کو زائد سمجھتے ہین ، اس سے مجھے اتفاق نہین ہے ۱۲

نہ جا میخانہ مین اے نظم ہم کہتے نہ تھے تجھ سے
وہان سے ہو کے سرشار دسیہ مست وخراب آیا

شعر جب حقیقت پر محمول نہو تو یہی قرینہ ہو اس بات کا کہ اس مین استعارہ ہو یعنی میخانہ مین جانے سے لذت دنیا مین منہمک ہو نامراد ہو اور خراب ہونا استعارہ ہو بُرے نتائج سے جو انہماک لذت سے پیدا ہوے ہین ، ایک ناصح مشفق کی زبانی شماتت کے لہجہ مین اس مضمون کو ادا کیا ہے ۔

نظم طباطبائی ۔ بازار نور خان
حیدر آباد دکن ۲۶ جنوری ۱۹۲۵ء

شعبۂ تالیف و ترجمہ عثمانیہ یونیورسٹی

حیدرآباد دکن

۷۔فروری ۱۹۲۵ء

حضرت صفدر صاحب شفیق کرم فرما تسلیمات

طرح کی غزل کو آپ نے بہت پسند کیا اور حد سے زیادہ داد مجھے دی، ڈرتا ہون کہین ایسا نہو کہ یہ خیال میرے دماغ مین بھی نہ سما جائے۔

آپ کی دونون غزلین مین نے پڑھین اچھے اچھے عاشقانہ شعر قلم سے ٹپکے ہوے معلوم ہوتے ہین، اور وہ تصنع سے پاک ہین غزل مین سب کا حصہ ہی کچھ واقعہ نگاری مین مفصل حال کھلتا ہی قلم سے جو شعر ٹپکے نہین وہ ہمیشہ بے لطف ہوتا ہی جس شعر کے متعلق شاعر کو خود شک ہو کہ یہ کچھ لطف رکھتا ہی یا نہین اکثر وہ شعر بے لطف ہی ہوتا ہی، یہ مصرع

پڑی ہی خاک جنپر وہ مرقع دیکھے جاتے ہین

بالکل صحیح ہی لفظ دلکش بہی صحیح ترکیب رکھتا ہی اس کے لئے سند کی ضرورت نہین ہان صحیح لفظ زخود رفتگی ہی لیکن اساتذہ اگر خود رفتگی کو نظم کر چکے ہین تو انکی سند کافی ہوجائے گی، امیر مرحوم کا مصرع شاید یون ہی۔

مری دیوار کو وہ دے گئے چھلا نشانی کا

یعنی میرے خانۂ تن کی دیوار گرنے والی تھی اُنھون نشانی کا چھلا اس دیوار مین دیکر سنبھال لیا جب دیکھتے ہین کہ دیوار کمزور ہوگئی ہی تو ایک تہ اینٹ چونے کی اُس پر چڑھا دیتے ہین، شائد معمار اسی کو چھلا دینا کہتے ہین۔

یادش بخیر جناب حکیم دانش صاحب کو میری طرف سے سلام شوق پہونچا دیجئے گا۔

نیازمند

علی حیدر طباطبائی

سید محمد نصیر الدین احمد صاحب تمنا کا خط حضرت زاہد کے نام

۱۰ ستمبر ۱۹۱۲ء

جانشین گنج الہ آباد

ڈیر زاہد صاحب، سلام علیکم۔ آئیے عید مل لیجئے، مبارک باشد، بھائی معاف کرنا رمضان المبارک کی وجہ سے جواب نہ دے سکا، اب عید کا قبل ہوگیا، مگر موسم لاابالی ہونے کی وجہ سے اُبالی سیویوں سے اس مرتبہ قطعی پرہیز کیا گیا، البتہ ضعف و نقاہت سے سیویوں سے زیادہ باریک ہوگیا۔ ویں مصمم قصد تھا کہ رمضان المبارک میں آپ کو خط لکھ کر دل بہلاؤں مگر خدا نے بڑی خیر کی کہ میں نے خط نہ بھیجا ورنہ جیسے مرزا صاحب غفران مآب کا خط آپ نے لعبتان کوہسار کے ہاتھوں میں یکے بادیگرے تھما دیا تھا اسی طرح تمنا علیہ الرحمۃ کا بھی بطور افطاری اُن کے نازک نازک ہاتھوں میں تھما دیتے تو اُن کے حق میں تو ہم خرما و ہم ثواب ہو جاتا مگر یاروں کا روزہ تو بالکل ہی ناکردہ تحریمی ہو جاتا جل جلالہٗ و جل شانہٗ کا ہزار شکر ہے کہ میرا قلم اس مبارک ماہ میں نہ اٹھا کیونکہ اللہ میاں کے یہاں جب بم توپ بجی تو اس وقت کوئی کام نہ آتا، لعبتان کوہسار مجرے کے بہانے اور مرزا صاحب دورہ کے حیلہ اور آپ دفتر کے حوالے سے کنائی کاٹ جاتے۔ اس وقت افطاری کی کوری کوری پیالیاں مجھ غریب کے سر پہ توڑی جاتیں کسی معصوم کا مقدمہ تو تھا نہیں کہ چار سو روپے

خرچ کرکے جان بچنے کی امید ہوتی، خیر خدا نے جو کچھ کیا بہتر کیا، آیندہ بھی خیریت ہے۔

کیون بھئی اونچی جگہ پہونچکر آپ بلا مشورہ ڈیکل بورڈین خوب فرسے اڑا رہے ہین۔ کم سے کم مرزا صاحب کو تو تار پر بلایا ہوتا، آپ کو تو گھر بیٹھے مفت لعبتان کوہسار میسر ہین، یہان کہانسی زکام مین علاج کے لئے لعوق سپستان بھی میسر نہین۔

اچھا بھیا روزون کے نطرے کا اناج انہین جنت کی قمریون کو خوب کھلاؤ تاکہ جنت مین بھی یہ تمھارے کام آئین۔ آہ زاہد ؎

مل جائیگا موقع جو کبھی داد رسی کا

اللہ سے زاہد تری فریاد کرین گے

مرزا صاحب عنقریب بمبئی نہضت فرما ہونے والے ہین اور وہان گنا ہون کا آنتیجا سمندر مین پاک کرکے واپس آئین گے۔ غالباً اس وقت تک آپ بھی لیڈی اسٹاک لے الہ آباد مین گھومتے نظر آئین گے، یہان ہیضہ کا آج کل بہت زور رہا نامی نامی آدمیونکو پچھاڑ ڈالا چنانچہ شیخ عبدالصمد صاحب رئیس و شاہ حاجی جان صاحب پدر بزرگوار ارشد صاحب و عبدالحمید صاحب برادر نواب عبدالمجید صاحب و میر واحد علی صاحب برادر نسبتی بیرسٹر صاحب چودہری جمال الدین صاحب، اب اور نام یاد نہین آتے تکیہ دار سے دریافت کرکے فہرست فوتی ارسال کرونگا شاء اللہ میان کے یہان یکم اکتوبر کو زبردست پنچایت ہونے والی ہے، جمنا مشن کالج کے پرنسپل ڈاکٹر ایون صاحب بھی راہی ہوگئے یہ شاید پریسیڈنٹ بننگے، بنجانے وہان کس مسئلہ پر بحث ہونے والی ہے اور وہان دو ایک نامی شاہدان بازاری بھی اوٹ ننگ ہوگئی ہین وہان کانفرنس کے بعد گانے بجانے کا بھی جلسہ ہوگا اس جلسہ کے اہتمام کیلئے کالکا دین وہان پہلے سے موجود ہین۔ زیادہ والسلام۔ تمنا

جناب مولوی نور الحسن صاحب نیر خلف مولینا محسن کاکوروی رحمۃ کا خط قاضی محمد خلیل صاحب

رئیس اعظم بریلی کے نام

بندہ پرور زاد لطفہ تسلیم! والانامہ صادر ہوا جناب کی ناسازی مزاج دریافت کر کے قلق ہوا، خدا کرے اب صحت درست ہو آئندہ آپ کی زیارت اتفاقیہ مجکو نصیب ہوئی وہ چند ہی منٹ کی کیون نہو لیکن ہنوز سمان آنکھون کے سامنے ہے، اور دل جو ایسے ذی علم حضرات کی ملاقات کا شیدائی ہے آپ کی عنایت و محبت کا بندۂ بے دام ہو گیا ہی لغت کا کام اوقات فرصت مین برابر جاری ہے۔ اللہ تعالی تکمیل کو پہونچا دے ہندوستان کے ہر حصے سے لغت کی طلب مین خطوط آرہے ہین۔ اور جی چاہتا ہے کہ پہلا حصہ جلد شائع کر دیا جائے۔ لیکن کاغذ کی گرانی ہمت پست کئے دیتی ہے جنگ یورپ کے ختم ہونے سے پیشتر اسکی اشاعت مناسب نہین ہے۔

گورنمنٹ اور والیان ملک سے اس زمانہ مین قدردانی کی کوئی امید نہین ہے پیشہ کی مشغولی لغت کے کام مین خلل انداز ہے۔ محاورات مع اشعار حرف ہی تک لکھے جا چکے حرف با بالکل مرتب ہے۔ بقیہ حروف کی باری آ گئی محاورات اردو کے اردو مین معنی لکھنا اور ترتیب دینا آسان کام نہین ہے زیادہ وقت اسی کام مین صرف ہوتا ہے مین نے کوشش کی ہے کہ فارسی کے مقولے محاورات اور اشعال جو اردو زبان کا جزو ہو گئے ہین حتی المقدور چھوٹنے نہ پائین مثلاً "بہرین ریش فش" "بایدو شاید" "برات عاشقان بر شاخ آہو" وغیرہ وغیرہ

نیاز مند نور الحسن نیر کیفی

دلِ بیتاب کی اس بُت کو خبر ہو کہ نہین
میرے نالون مین خدا جانے اثر ہو کہ نہین

جسکی رگ رگ مین کھٹک ہو وہ بتائے کیونکر
درد دل ہو کہ نہین درد جگر ہے کہ نہین

تم نڈر ہو کے ستم ڈہاتے ہو میرے دل پر
یہ سمجھتے نہین اللہ کا گھر ہے کہ نہین

تیر کے بننے بگڑنے سے مٹا جاتا ہے
دلِ نادان تجھے اپنی بھی خبر ہو کہ نہین

گنبدِ سبز مین آرام سے سونے والے
اپنے تیر کی تجھے کچھ بھی خبر ہے کہ نہین

جناب محمد ہادی حسن صاحب بی اے ہادی مچھلی شہری کا خط مولانا عثمان

جعفری ایم اے کے نام

میرے قدر شناس عزیز، محبت نامہ پہونچا، آپنے جن سچے جذبات کا اظہار فرمایا ہو اُنکے شکریہ سے میری زبان قاصر ہو، میرے خیال مین اس شخص سے زیادہ جس کی اسکے اعزہ اور اہل وطن قدر کرین خوش قسمت نہین کیونکہ اس مصرع کی صداقت کو۔ ع

لعل قیمت کو پہونچتا ہے بدخشان چھوڑکر

پیش نظر رکھتے ہوے اس بات کی بہت کم اُمید کی جاسکتی ہے، آپ کے اظہار خلوص نے میرے دل کو گھنٹون بیچین اور مضطرب رکھا اور مجھے یہ معلوم ہوا کہ گویا آج میری محنت ٹھکانے لگی، مجھے خدا نے خلقتاً ایک پُر درد دل عنایت فرمایا ہے اور میری شاعری اسی کے درد انگیز جذبات کی ایک تصویر ہے، میرا مقصد شاعری سے صرف اسقدر رہی کہ خود رلاؤن اور دوسرون کو رلاؤن، اگر یہ مقصد حاصل ہو تو مین خود کو کامیاب سمجھونگا ورنہ کچھ بھی نہین

جس غزل کا آپ نے تذکرہ فرمایا ہے اس زمین میں میری دس غزلیں ہیں مجھے
اپنی شاعری کا دعویٰ نہیں بلکہ بعض اوقات تو یہ خیال ہوتا ہے کہ یہ بے سروپا اشعار اس
قابل بھی ہیں کہ کوئی انکی جانب متوجہ ہو۔

غزلوں کا بہت کافی ذخیرہ میرے پاس جمع ہو گیا ہے آپ خود غور فرمائیے اور
دیگر ارباب نظر کو بھی دکھائیے۔ اگر آپ لوگوں کی نظر میں میری کاوش کسی قابل ہو تو
اس کی اشاعت کا انتظام کروں۔ ورنہ اس دفتر بے معنی کو سپرد خاک کروں۔

میرے قدرشناسوں میں سے ایک صاحب حکیم الطاف احمد آزاد سہارنپوری
حیدرآباد تشریف لے گئے ہیں اور غالباً اپنے صاحبزادے محمد احسان احمد کے ساتھ مقیم ہیں
افسوس مجھے انکا پتہ معلوم نہیں شاعری میں ایک خاص رنگ کے موجد اور بڑے پایہ کے
استاد ہیں اگر انکا پتہ مل سکے تو ان سے ضرور ملئے گا اور میرا تذکرہ کیجیے گا۔

آپ کے اظہار خلوص کے شکریے میں چند غزلیں روانہ کرتا ہوں اگر آپ چاہیں
تو ان غزلوں کو کسی اخبار یا رسالہ میں شائع کر سکتے ہیں اور اگر فرصت ملے تو مع تنقید
تبصرہ ورنہ یونہی سہی۔

کبھی کبھی بذریعہ خط و کتابت یاد فرما لیا کیجیے۔

آپکا دور افتادہ ہم وطن خاکسار آزری

۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء از علیگڑھ



جناب حکیم سید وراثت حسین صاحب صل نیتوی کا بقیہ خط

حضرت زاہد کے نام

(سلسلہ کیلئے دیکھو صفحہ ۱۹۲ و ۱۹۳ و ۱۹۵ و ۱۹۶ حصہ اول اڈیشن دوم)

المورخہ ۲۰ جون ۱۹۰۸ء

اس وقت ان کے شکم معدہ مین درد تھا، مجھ سے کہا مین نے مذاقاً نہین کہا تھا کہ آپ میرا علاج کرسکتے ہین بلکہ واقعی میرے پیٹ مین درد ہو رہا ہے، مین نے اصرار کرکے پیٹ کھلوایا اور مقام درد دیکھ کر ایک سفوف اور دو گولیان درد کی کھلائین، خدا کی عنایت شامل تھی فوراً درد موقوف ہوگیا؛ اس کا لمبے چوڑے الفاظ مین شکریہ ادا کیا گیا چونکہ اثنائے گفتگو مین ان کو معلوم ہوا تھا کہ انکو اشتہا ہے، ٹوکری سے پانچ سیب نہایت اعلیٰ نکالے اور یہ کہکر میری طرف بڑھا دیے (یہ کسی خوبصورت چہرہ کے دو نمودار حصہ کے نمونے ہین) مین نے فوراً سیبون کو بیباکی سے چوم لیا، اسپر شرما کے آنکھین نیچی کرلین، لیکن مسکراہٹ کا انداز بتا رہا تھا کہ میری یہ حرکت اُن کو ناگوار نہین گزری بلکہ ایک حد تک میری حاضر جوابی سے خوش ہوئین، پھر اُنھون نے عجب عجیب صورت اور ذایقہ کے اکثر میوے مجھے دیے کہ بعض مین نے انمین سے ہندوستان مین کھائے تھے اور بعض کو دیکھا اور سُنا بھی نہ تھا۔ بعد اسکے ایک بڑا ٹکڑا مجھے ایسی مٹھائی کا دیا جسکو مین نے ذائقہ مین نہایت خستہ بالوشاہی کے قریب قریب پایا۔ آخر مین ایک گلاس برف کا پانی بھر کر اُس مین ڈبیہ سے ایک سفوف سفید رنگ کا چھوڑ دیا جس سے پانی قند کے شربت سے زیادہ شیرین اور خوش ذایقہ ہوگیا، مطابق اُن کے بیان کے یہ ایک پھل کا سفوف ہے جسے پنجاب مین رؤسا و امرا

بعد غذا اکثر اور کبھی غیر وقت غذا پیتے ہین ہین اُن کی ہر عنایت پر سیٹ سے اُٹھکر فراشی سلام کرتا تھا، غالبًا میری یہ ادائین اُن کو بہت پسند آئین- کیونکہ وہ کوشش کرتی تہین کہ مین متواتر وہ ادائین انکو دکہاتا رہون سب عنایتون کے بعد میلے کاغذ کے سُنہرے ڈبل سگرٹ دیے وہ بھی نہایت خوشبودار اور خوش ذایقہ پائے گئے-

ان سب صفات خداداد پر مذاق شاعری نہایت ستھرا اور پاکیزہ ہو مجھ سے شعر پڑھنے کی فرمایش کی اور سُنکر ایسی عمدہ داد دی کہ جی خوش ہوگیا-

.... کہنے لگین کہ مین آپ سے خط وکتابت تو نہین کر سکتی لیکن کبھی الہ آباد آسکتی ہون اور نہایت آزادی کے ساتھ مل سکتی ہون- مین نے اُنکی نوٹ بک مین آپ کا نام اور پتہ اور عہدہ لکھوا دیا ہو- پھر میرے اظہار محبت مین اور اُن کے اظہار خلق مین جو مزیدار گفتگو ہوئی وہ لکھنا مناسب نہ معلوم ہوا زبانی کہون گا لیکن خلاصہ کلام لکھتا ہون، ان سے مطلب اخذ کیجیے گا، اثنائے گفتگو مین حقیقت مین عمدًا لیکن بظاہر ایک عالم محویت کا اظہار کرکے انہین کی سیٹ پر جا بیٹھا، پہلے جھجکین لیکن مجکو از خود رفتہ یا جو کچھ سمجھکر تعرض نہ کیا، مین نے بڑی بہادری کی یہ کہا کہ مجکو آپنے اپنا خادم بنایا چھوڑنے کو کسی طرح جی نہین چاہتا- اسپر مسکرا کر جواب دیا کہ یہ میری صورت کی کشش ہو لیکن مجھے آپ سے کیون اُنس ہوگیا، مین نے کہا کہ میرا دلی تعلق اور اصلی خوشامد یہی سبب ہوا، کہنے لگین سچی قسم کھائیے، مین نے شدید قسمین کھائین، اس پر ایک زرا تامل کیا اور کہا کہ یہ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ مین ایک باعصمت عورت ہون، مین نے جواب دیا میری نظر مین آپ کی عصمت آپکے یقین سے بہت زیادہ ہو ورنہ مین بے قرار ہوتا، بات ٹال کر کہنے لگین کہ آپ کو اگر اس مضمون کا جس مین (عصمت) کے متعلق کسی شاعر نے

کہا ہو اگر یاد ہو تو سنائیے، مین نے فوراً ہی یہ شعر پڑھا ؎

عصمت یوسف نے اچھا گل کھلایا مصر مین
چاک دامانی سے پیدا پاک دامانی ہوئی

اس شعر پر مسکرا کر داد دی، اور ساتھ ہی اس کے یہ فقرہ بھی کہا کہ پھر آپ سے ملنے کی کیا صورت ہوگی، مین صورت تصویر خاموش رہا کہ خود ہی یہ فرمایا، اچھا آپ کراچی آئیے کرایہ آمد و رفت میرے ذمہ، مین نے اقرار کیا پھر کہا آپ واپسی مین نینی تال آئیے، مین نے اس کا بھی اقرار کیا، پھر مین نے اصرار کیا کہ نینی تال سے واپسی مین الہ آباد ضرور آئیے۔ اقرار کیا کہ حتی الامکان

اب آخری سین مخدوش جس کا خطرہ ظاہر ہوتے ہوتے رہ گیا، افوہ، کیا لکھون، خیر لکھ ہی دون، انگڑائی لیکر کہنے لگین، آپ کے زانو پر سر رکھ دون، مین نے نہایت شوق ظاہر کر کے دبی زبان سے کہا کہ اگر دل زیادہ بے قرار ہوگا تو مین بوسہ لیلون گا، کہنے لگین کہ نہ ایسا نہ کیجیے گا اس سے ایک حد تک میری بے عفتی اور آپ کی بد طینتی ثابت ہوگی، مین نے کہا مین یقین دلاتا ہون کہ مین تعظیمی بوسہ دون گا اس سے آپ کی بے عفتی اور میری بدنیتی نہین ہوسکتی، یہ امر زیر بحث ہی تھا کہ تلہر کا اسٹیشن آگیا اور ان کے دیور صاحب آگئے، مین کھڑا ہوگیا لیکن انہون نے نہایت متانت سے گجراتی زبان مین اس سے کچھ کہا اور مجھ سے فارسی مین کہا کہ اب آپ کسی جگہ مجھ سے مل کر جب تک مین مخاطب نہون کوئی بات نہ کیجیے گا، مین حیرت کے ساتھ گاڑی سے اتر کر اپنے سونے کمرے مین آگیا ؎

کر کے بسمل وہ مجھے چھوڑ گئے
ایسے ملنے سے نہ ملنا اچھا

۹ بجے شب کو بریلی پہونچے وہ سین نظر نہ آیا ساڑھے ۱۰ بجے وہان سے روانہ ہو کر کاٹھ گودام سے

پہلا اسٹیشن لعل کنواں ہے وہاں نظارے خوش گذرے پر اکتفا کی گئی لیکن کاٹھ گودام میں پانچ بجے سے چھ بجے تک دیدار کا لطف رہا پھر وہ ایک تانگے پر سوار ہو کر اشارہ ان میں خدا حافظ کہکر رخصت ہو گئیں اور ہم یہاں کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ پھر ہم بھی وہاں سے ڈانڈی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے، راہ کا حال پھر لکھوں گا۔ میرے سب ملنے والوں کو میرا بہت بہت سلام کہئے گا۔ اور جو خواہش کریں اُن کو میری دکھ بھری داستان یعنی میرا خط سنا دیجئے گا۔

ننھے نواب عفی عنہ

جناب سلطان احمد صاحب واقف بسوانی کے خطوط مؤلف کے نام

۱۸ مئی ۱۹۱۵ء لکھنؤ

اب کے بہار آنے سے ایسی ہوا چلی ٹوٹی وہ شاخ جس پہ مرا آشیانہ تھا

مائی ڈیر صفدر، سلام شوق! ایسی افتاد پڑی کہ جنوری سے وہ دوکان چھوڑنا پڑی اور اس وقت تک دوسری دوکان نہیں ملی، میں خانہ بدوش تھا اور ابتک ہوں، اتفاق ہے آپکا کارڈ ملا آپ غالباً مجھے تلاش کر کے واپس چلے، معاف کرنا جس وقت لکھنؤ میں قیام ہو تو انشاء اللہ اشاعت کی کوشش کرونگا کتاب میں نے دیکھی ہے، اردو لٹریچر کی جان ہے بھائی ریاض خیرآبادی میں ہیں آپ ان سے بھی ملکے انکی پسند کی طرح میں فوراً غزل بھیجئے۔ ع جگر میں چٹکیاں کیا کیا ترے ارمان لیتے ہیں۔

۲۱ جولائی ۱۹۱۵ء امین آباد پارک نمبر ۷۲ کا بالاخانہ

صفدر صاحب السلام علیکم! سنتے ہیں آپ فرانٹیر میں ہیں، آپکے دوست شاکر صاحب ایکدن کہہ گئے تھے اگر یہ سچ ہو تو کبھی کبھی تشریف لایا کیجئے، بہت سی نو تعمیر غزلیں سنانا ہیں، جلد آئیے تو اچھا ہو فصل گذری جاتی ہے۔ باقی زبانی میرا حال بھی میری زبانی۔ نیازمند سلطان احمد

جناب سید محمد افضل صاحب واقف الہ آبادی کا خط مؤلف کے نام

محسن فن حضرت صفدر صاحب مرزاپوری اطال اللہ عمرہ بالعز والقدر

سلام شوق قبول ہو میری اس بے تکلف اور غیر متعارفانہ تحریر پر آپکو تعجب تو ضرور ہوگا اور کیوں نہو حقیقۃً میں ایک گمنام شخص ہوں شعر و شاعری اسیقدر جانتا ہوں کہ دنیائے سخن میں میرے افکار کا عدم و وجود برابر ہے اردو کی خدمت کے قابل نہیں اور بدقسمتی سے مکروہات دنیوی کے مصائب ناخوشگوار میں مبتلا ہوکر کچھ عرصے سے بادیہ پیمائی کے لئے اہل زبان اور اہل وطن سے سیکڑوں کوس فاصلہ پر علاقہ بھوپال کے ایک کوردہ مقام قصبہ رائسین میں پڑا ہوں چند سال بھوپال خاص میں رہنے کا ضرور اتفاق ہوا اور وہاں کچھ روز حضور احمد حضور نعیمی مرحوم و مکرمی جناب محوی و جیسے مخلص احباب کی خدمت بھی کی۔ دائرہ ادبیہ بھوپال کی ایک چھوٹی انجمن بھی محوی صاحب کی سرپرستی اور توجہات سے بڑی پر رونق رہی لیکن حضور نعیمی کے اٹھتے ہی گویا مذاق کا رنگ پھیکا پڑ گیا وہ مشاعرہ احباب کے جلسے جلتے رہے اور جب سے محوی صاحب نے لکھنؤ میں قیام فرمایا ہے وہ باتیں خواب و خیال ہوگئی ہیں مجھے بھی بندگی بیچارگی نے رائسین آنے پر مجبور کیا یہاں جب سے آیا ہوں مشاغل علمی سے بھی دست بردار ہو جانا پڑا ہے کوئی ہم مذاق ہے نہ ہمخیال بقیہ زندگی کے دن ایک بےلطفی سے بسر کرنے پڑے ہیں۔ محوی صاحب سے اکثر میں نے آپکے حسن اخلاق وغیرہ کی بیحد تعریف سنی اور مشتاق رہا کہ کبھی آپکی زیارت سے شرفاندوز ہوں لیکن آجتک یہ آرزو پوری نہوئی۔ ایکدن اپنے مکرم و محترم مولوی محمد عثمان صاحب جعفری مچھلی شہری کی خدمت میں حاضر تھا صاحب موصوف نے تذکرہ احباب کے سلسلہ میں ایک بیتاب کر دینے والی حسرت بھرے مضامین کا ایک خط جو انکے پاس آپنے بھیجا تھا اور جسمیں اپنی اہلیہ مرحومہ اور بچی کی دائمی مفارقت کے صدمات کا اظہار فرماتے ہوئے کچھ اشعار تحریر فرمائے تھے مجھے دکھا کر بے چین کر دیا خط کیا ایک نشتر غم تھا جسکے درد انگیز الفاظ نے دل کے ٹکڑے کر دیئے اسوقت سے مجھے اور زیادہ شوق پیدا ہوا کہ سردست بذریعہ تحریر ہی شرف تعارف حاصل کروں، آپ میرے ملک کے رہنے والے نہیں بلکہ ہم وطن بھی ہیں اور پھر مذاق سلیم ارتقائے فن کے ایک رکن سمجھے جاتے ہیں اسلئے اسقدر تکلیف دینے کی جسارت ہوئی معاف فرمایئے گا۔

آپنے اپنی تالیف لطیف نادر روزگار نشاط السخن کی ایک جلد مولانا کے پاس بھیجی تھی جسکو انکی بھوپال سے واپسی تک اپنے پاس رکھکر دیکھنے کی شرط پر میں نے ان سے حاصل کر لی ہے اور دیکھ رہا ہوں واقعی ان اصطلاحی مسودات جیسے جواہر پاروں کے جمع کرنے میں آپکو بڑی دقتیں پیش آئی ہونگی ادبیہ میں اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہونیکا فخر نشاط السخن کو حاصل ہوا آپکی بلند خیالی کا یہ بین ثبوت پیش کرتا ہے، بزم خیال مرقع ادب کے دیکھنے کا بھی اشتیاق ہے، براہ کرم اپنی غزلیات میں سے دو چار شعر بھی مرحمت فرمایئے بہت مشتاق ہوں۔ فقط ۲۲ اگست [illegible] آپکا سچا خیر اندیش سید محمد افضل واقف الہ آبادی۔

زنانہ کتب خانہ

شوکت آرا بیگم اول	عہ/	تذکرۂ عجیب	عہ/	ذکر مبارک	۸/	ہم جولی	۶/
درس حیات	۶/	واجب الوجود	عہ/	الزہرا	۱۰/	عرض محبت	۴/
عفت المسلمات	۸/	عورتوں کی انشا	عہ/	بہشتی جھومر	۸/	قرۃ العین	۲/
خاتون جنت	۱۰/	بیوی کی تعلیم	۴/	میاں کی سہیلی	۱۰/	سیر یورپ	۷/
سوکن کا جلاپا	۶/	حلیمہ خانم	۱۲/	لاڈلا بیٹا	۴/	پھوٹنی پرورش	۸/
بیوی کی تربیت	عہ/	تربیت اطفال	عہ/	سوانح محمد صاحب	۶/	بشریٰ	۸/
بہشتی زیور ۱ حصہ	۸/	اصلاح معیشت	۸/	تندرستی	۱۰/	فرائض خانہ داری	۶/
بہشتی گوہر	۱۰/	میلاد نامہ	عہ/	بچوں کی کہانیاں	۱۰/	بعثت الرسول	۵/
تہذیب نسواں	۸/	مراۃ الحق	۴/	امام حسین	۱۲/	زنانہ خطوط	۵/
مخدرات	عہ/	اولاد کی شادی	عہ/	سیاحت النحش	۶/	قومی گیت	۵/
مخدرات تیموریہ	۸/	زیب صاد تحم	عہ/	شبینہ زندگی اول	عہ/	تعلیم نسواں	۲/
اقبال دلہن	۸/	حسن طفلاں	عہ/	نو عمر زندگی دوم	۸/	جہیز	۲/
					۱۲/	اصلاح الرسوم	۸/
برکات سلطانی	۸/	سگھڑ بیٹی	عہ/	آئینہ زندگی	۴/	بیوہ کی مناجات	۲/
سیرۃ عائشہ رضی	۱۰/	فغان شرف	۸/	صحت النسا	عہ/	پردہ نسواں	۲/
حسن معاشرت	۴/	شمع ہدایت	۱۲/	سبیل الجنان	۴/	انشائے نسواں	۶/
جواہر ریزے	۴/	محرم نامہ	عہ/	سیرۃ المستورات	۱۲/	آغاز اسلام	۱۲/
سیرۃ الکبریٰ	۱۰/	صبح زندگی	عہ/	۱۲ کہانیاں	۱۰/	حوران جنت	۴/
ایامیٰ	۴/	شام زندگی	۸/	۲۴ کہانیاں	۱۲/	نورجہاں بیگم	۴/

ملنے کا پتہ :- صدیق بکڈپو لکھنؤ

ہندوستان کے مشہور سخنور جناب صفدر مرزاپوری کی یادگار تصنیف

بزمِ خیال

جس میں

شعراء اردو اور فارسی کی مجالس کے لطائف و ظرائف کو جمع کیا گیا ہے۔ برجستہ گوئی اور حاضر جوابی کے بہترین نمونے دکھائے گئے ہیں۔ فارسی اور اردو کے اُن منتخب اشعار کو لیکر جنکا کسی لطیفہ یا دلچسپ قصہ سے تعلق ہے اُسکی مفصل کیفیت بیان کی ہے۔ خوش مذاق حضرات کے لئے تفریح طبع کا بہترین سامان ہے اسکے ساتھ ادبی اور تاریخی حیثیت ہم خرما و ہم ثواب کا مصداق ہے۔ قیمت ایک روپیہ

مشاطۂ سخن

اپنی نوعیت کے لحاظ سے دنیائے ادب میں پہلی کتاب ہے جسمیں مسلم الثبوت اور ماہرین فن اساتذہ کی وہ اصلاحیں جمع کی گئی ہیں جو انہوں نے اپنے ہونہار شاگرد رشیدوں کو دیں اور جنکی بدولت وہ لوگ شاعری کی دنیا میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ انتخاب میں انھیں باکمالوں کو لیا ہے جن کا حرف حرف قابل تسلیم ہے اور جنکے قول کو اردو دنیا سند مانتی ہے۔ جناب ناسخ آتش امیر ذوق غالب مومن منیر تسلیم دہلوی۔ انیس دبیر امیر داغ تسلیم جلال ایسی ہستیاں نہیں ہیں کہ جنکی اصلاحات قابل توجہ نہوں شاعرانہ مذاق رکھنے والے حضرات کے لئے نایاب تحفہ ہے۔ اصلاحات پر غائر نظر ڈال کر ایک معمولی شاعر بھی بیٹھے اُستاد بن سکتا ہے۔ قیمت عہ

ملنے کا پتہ: صدیق بکڈپو امین آباد پارک لکھنؤ